دبستان دیوبند کی
علمی خدمات
اسیر ادروی
دار المؤلفین، دیوبند

دبستان دیوبند کی
علمی خدمات

(۱)
تفسیر و حدیث

تالیف:

اسیر ادروی

ناشر

دارالمؤلفین دیوبند. یوپی ۲۴۷۵۵۴

نام کتاب : دبستان دیوبند کی علمی خدمات
تالیف : اسیر ادروی
طباعت : فولو آفسٹ دہلی
ناشر : دار المولفین دیوبند
قیمت :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنِ اوّلیں

۱۵ اپریل ۱۹۹۵ء کو حضرت والد ماجد مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی مؤسس و مہتمم دار المؤلفین دیوبند کے سانحۂ ارتحال کے بعد قدرتی طور پر اس ادارہ کی سرگرمیاں متاثر ہوئیں اور اس کے تصنیفی و اشاعتی کاموں پر ایک جمود سا چھا گیا میرِ کارواں کے بچھڑ جانے کے بعد کارواں کی پیش رفت کا تھم جانا ایک فطری بات ہے۔

اب جب کہ مرورِ وقت کے ساتھ اس عظیم سانحہ کے چھوڑے ہوئے زخم کچھ ہلکے ہوئے ہیں (گو کہ ان کا پوری طرح مندمل ہو جانا ناممکن نظر آتا ہے) تو ہم ورثاء کو حضرت والد مرحوم کی یادگاروں کی طرف توجہ ہوئی جن میں بلاشبہ دار المؤلفین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اپنی بے بضاعتی کو دیکھتے ہوئے تو دار المؤلفین کے کاموں کو از سرِ نو شروع کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، لیکن پھر یہ سوچ کہ محض اپنی کم مائگی کا عذر کر کے اس علمی ادارے کو بند کر دینے سے ایک طرف حضرت والد مرحوم کی روح کو تکلیف پہنچے گی اور دوسری طرف ان کے قدردانوں اور اس ادارے کے بہی خواہوں کو بھی مایوسی ہوگی، ہم نے کمرِ ہمت باندھی اور ادارے کی اشاعتی سرگرمیوں کو دوبارہ شروع کرنے کا عزم کیا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ بانیِ دار المؤلفین کی سی بالغ نظری اور اولو العزمی سے ہم عاری ہیں اور ان کے بلند عزائم اور وسیع و عریض منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا بظاہر ہمارے لئے ممکن نظر نہیں آتا، لیکن اسی کے ساتھ خدائے قدیر کی قدرتِ بے پایاں سے ہمیں امید ہے کہ اگر دار المؤلفین کے مخلصین کا سرگرم تعاون حسب سابق شاملِ حال رہا تو بانی کے خواب کسی حد تک شرمندۂ تعبیر ضرور ہو سکتے ہیں (السعی منا والاتمام من اللہ)

فاضل گرامی قدر جناب مولانا اسیر ادروی صاحب زید مجدہم کی زیر نظر کتاب "دبستان دیوبند کی علمی خدمات" کے ذریعہ دارالمؤلفین کی اشاعتی سرگرمیاں دوبارہ شروع کی جارہی ہیں۔ محترم مولانا اسیر صاحب کی شخصیت علمی وادبی حلقوں بالخصوص دارالمؤلفین کے قدردانوں کے لئے محتاج تعارف نہیں ہے۔ اس سے پہلے ان کی متعدد گراں قدر علمی وتحقیقی تصنیفات دارالمؤلفین سے شائع ہوکر قبول عام حاصل کرچکی ہیں۔ یوں تو مولانا موصوف جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں، اپنے بلند علمی وتحقیقی ذوق اور شگفتہ انداز تحریر سے کہنا چاہیئے کہ اس کا حق ادا کردیتے ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ جب وہ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند پر کچھ لکھتے ہیں تو ان کے قلم کی جولانی میں دل کے سوز اور عقیدت کی خوشبو کے امتزاج سے ان کی تحریر گہربار بن جاتی ہے اس سلسلے میں دارالمؤلفین سے شائع ہونے والی ان کی کتابیں" دارالعلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک" اور "مآثر شیخ الاسلام" بہ طور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔

پیش نظر کتاب میں فاضل مصنف نے قرآن ومتعلقاتِ قرآن اور حدیث وعلوم حدیث پر دیوبند کے مکتبہ فکر سے وابستہ اہل علم کی ان تصنیفات کا مختصر اور جامع تعارف پیش کیا ہے جو ان کی دسترس میں تھیں یا ان کی نگاہ سے گزرچکی ہیں۔ کتاب کے موضوع سے اس کی اہمیت اور قدر وقیمت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہرچند کہ اس کتاب میں مصنف کے پیش نظر قرآن وحدیث کے میدان میں علمائے دیوبند کے تصنیفی کارناموں کی جامع اور مکمل فہرست پیش کرنا نہیں تھا بلکہ ان کا اصل مقصد اس سلسلے میں وسیع پیمانہ پر کام کرنے کے لئے اہل علم کو متوجہ کرنا اور اس کا ایک ابتدائی خاکہ پیش کرنا تھا، تاہم اس کتاب کے ذریعہ انھوں نے ایک ایسے موضوع پر کام کا آغاز کردیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے اور جس پر تاہنوز کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوسکا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل اور ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ اس تشنہ موضوع پر تحقیق وتصنیف کا سلسلہ آگے بڑھے گا اور اہل علم، تفسیر وحدیث

کے علاوہ فقہ وفتاویٰ اور تاریخ وسیر جیسے درجنوں موضوعات پر علمائے دیوبند کی ہزاروں ہزار تصنیفات ورسائل کی فہرست سازی اوران کا تفصیلی اور مکمل جائزہ پیش کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس مبارک آغاز کے لئے مولانا اسیرادروی قابل مبارک باد اور لائق صد شکر وستائش ہیں۔

یہ کتاب دارالمؤلفین دیوبند کے دیرینہ مخلص وکرم فرما جناب مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کے تعاون سے شائع کی جارہی ہے۔ مولانا موصوف نے ہریانہ کے شہر جگادھری میں (جہاں دینی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا اور اس کو فروغ دینے کی سخت ضرورت تھی) "معہد الرشید الاسلامی" کے نام سے وسیع پیمانہ پر ایک اسلامی ادارہ قائم کیا ہے جوان کی فعال قیادت میں بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے اور بحمد اللہ اس کی نتیجہ خیزی وبارآوری میں روزافزوں اضافہ ہورہا ہے۔ اس ادارہ کا ایک مختصر تعارف جو والد ماجد مولانا وحید الزماں کیرانویؒ نے عربی زبان میں تحریر فرمایا تھا اس کا اردو ترجمہ شامل کتاب کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ہر طرح کی ظاہری ومعنوی ترقیات سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

ہمیں امید ہے کہ محترم مولانا اسیرادروی صاحب کی یہ اہم تصنیف ان کی دوسری کتابوں کی طرح اہل علم سے خراج تحسین وصول کرے گی اور اس کی خاطر خواہ پذیرائی کی جائے گی۔

صدرالزماں قاسمی

معتمد دارالمؤلفین، دیوبند

۲۰ر نومبر ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معہد الرشید الاسلامی کے بارے میں
حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے تاثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدُ:

ہندوستان کی تقسیم اور اس کی آزادی کے بعد ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں نے انتہائی تکلیف دہ اور کٹھن زندگی گذاری اور ایسی مصیبتوں کا سامنا کیا جن کا انہوں نے اس سے قبل کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، چنانچہ ان کی اکثریت ہجرت کر کے پاکستان چلی گئی اور جو اقلیت کی شکل میں باقی بچے تھے وہ مختلف ریاستوں میں طرح طرح کی سختیاں اور مصیبتیں جھیلنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی اور انھوں نے اس پر خطر ماحول میں صبر و استقامت کا دامن تھام لیا اور اللہ رب العزت پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کی تعمیر نو میں جٹ گئے۔ اس موقعہ پر ان کا ہاتھ تھامنے والے کچھ ایسے مخلص علماء اور دین کے علمبردار لوگ تھے جنہوں نے برطانوی دور اقتدار کے پورے عرصے کے دوران اسلام کا دفاع کیا اور دین اسلام کے جذبہ کو باقی رکھنے اور اس کی عظیم الشان تعلیمات کی حفاظت کی خاطر دن رات جہاد کرتے رہے۔

جن علاقوں سے مسلمان مکمل طور پر ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے ان میں مشرقی پنجاب (موجودہ ہریانہ، پنجاب و ہماچل پردیش) کا وہ علاقہ شامل ہے جہاں مہاجر مسلمان اپنی مسجدیں، دینی مراکز اور دوسری اسلامی عمارتیں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں رہا تھا، لیکن اسلامی غیرت رکھنے والے کچھ لوگوں نے اس ریاست کے اطراف میں بکھرے ہوئے مسلمانوں کو جمع کیا جو غیر

مسلموں کے ڈر سے اپنا دین و مذہب چھوڑ بیٹھے تھے کیونکہ اب ان لوگوں کی باگ ڈور ان ہی غیر مسلموں کے ہاتھ میں تھی، چنانچہ علماء کی مسلسل اور انتھک جدوجہد کے نتیجہ میں بہت سے مرتد لوگ اپنے دین کی طرف واپس آگئے۔

اب اللہ کا فضل و کرم ہے کہ حالات بدل گئے ہیں اور بہت سی مسجدیں دوبارہ کھل گئی ہیں اور بعض علاقوں میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے بہت سے دینی مدارس اور مکاتب قائم ہو گئے ہیں، لیکن اب بھی اس جانب مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے

یہ بات قابل ذکر اور نہایت باعث اطمینان ہے کہ مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اس طرف توجہ کی اور اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے چند ماہ قبل مشرقی پنجاب کے شہر جگادھری (ہریانہ) میں ایک چھوٹی سی مسجد کے قریب ایک اسلامی دینی ادارہ قائم کیا جس کا نام "معہد الرشید الاسلامی" ہے۔ اس ادارہ میں تعلیم شروع ہو چکی ہے اور دو سو بچے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں نے جو کچھ مجھے پڑھ کر سنایا اس سے مجھے بے حد خوشی ہوئی اور یہ اندازہ ہوا کہ یہ ادارہ بہت جلد ترقی کرے گا۔ مولانا ظریف احمد صاحب نے اس مقصد کے لئے اٹھارہ بگہ زمین خریدی ہے اور اس پر اس ادارے کی دو بلڈنگیں اور ایک بڑی جامع مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ جبکہ مدرسۃ عائشۃ للبنات کی ایک ۳۲ کمروں پر مشتمل بلڈنگ کا کام جاری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عظیم دینی کام اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایمان کا جذبہ رکھنے والے اصحاب خیر اس طرف توجہ نہیں کریں گے۔

وفقنا اللہ جمیعا لخدمۃ دینہ ونشر تعالیمہ

مخلص

وحید الزماں قاسمی کیرانوی

فہرست عنوانات

کتاب کا سرنامہ دبستان دیوبند کی علمی خدمات ہے اس سے مراد صرف فضلاء دیوبند ہی نہیں بلکہ یہ اس سے عام ہے، دارالعلوم دیوبند صرف ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ وہ ایک مکتبۂ فکر ہے اور اس کا دائرہ بہت وسیع ہے، اس فہرست میں وہ تمام اہل علم آجاتے ہیں جو اس مکتبۂ فکر سے وابستہ ہیں چاہے ان کی تعلیم کہیں بھی ہوئی ہو، حتی کہ وہ لوگ بھی اس فہرست میں آجاتے ہیں جو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے پڑھ کر نکلے ہیں لیکن دیوبند کے مکتبۂ فکر سے کلی طور پر ہم آہنگ ہیں اور ساری دنیا ان کو تحریک اصلاحِ عقائد اور تجدید دین کی اسی جدوجہد سے وابستہ سمجھتی ہے جس کی رہنمائی دارالعلوم دیوبند کرتا رہا ہے، اور اس مکتبۂ فکر کے حلقہ میں ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے، میں نے اسی نقطۂ نگاہ سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔

٭٭٭٭٭

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

دارالعلوم دیوبند جس ماحول اور جن حالات میں قائم ہوا وہ ماحول اور حالات ہندوستان میں اسلام اور مسلمان دونوں کے وجود کے لئے چیلنج تھے، قدرتی طور پر اس کے قیام کا زمانہ بھی وہ ہے جب تیرہویں صدی اپنا رخت سفر باندھ رہی تھی اور دارالعلوم کے مکتبہ فکر سے وابستہ جماعت کے علمی اقدامات کا آغاز اس وقت ہوا جب چودہویں صدی کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا، اور پھر کچھ ہی برسوں میں اس نے اسلامی ہند کے اندر دینی نقطہ نگاہ سے دوررس انقلاب برپا کر دیا، دین و شریعت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی لو اتنی تیز کر دی کہ اس چراغ سے ہزاروں اور لاکھوں چراغ جلتے چلے گئے اور کاروانِ اسلام کی راہیں جو تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں بقعۂ نور بن گئیں دینی فروغ اور احیاء دین کی تڑپ رکھنے والوں کو طمانیت و سکون نصیب ہوا

اسی لئے قیام دارالعلوم کے وقت کے حالات اور اس کے بعد کے تفصیلی کارناموں پر نظر جاتی ہے تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس کا وجود منشأ خداوندی اور سنّتِ الٰہیہ کے مطابق تھا اور قدرت کو اس سے اپنے دین کا اہم ترین کام لینا تھا،

تیرہویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار ہی نہیں ختم ہوا بلکہ مختلف خطرات اور حوصلہ شکن حادثات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اسلام اور مسلمانوں پر اندرونی اور بیرونی طاقتیں پوری قوت سے یلغار کر رہی تھیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمان دونوں چراغ

سحری ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند نے اس بپھرے ہوئے طوفانِ حوادث کے سامنے اپنی قوت مدافعت سے کام لیکر سد سکندری کھڑی کردی اور سیلاب کے رُخ کو موڑ کر اسلام اور مسلمان دونوں کو محفوظ کرلیا اور نہ صرف یہ کہ اسلام دشمن طاقتوں کو شکست دے کر امت مسلمہ کو بچالیا بلکہ خود اسلامی زندگی بدعات وخرافات، مشرکانہ رسم و رواج، ملحدانہ عقائد وخیالات کے جن گوناگوں امراض کا شکار تھی دارالعلوم دیوبند نے اس سے بھی نجات دلاکر اس کے جسم میں فطری اور قدرتی توانائیاں پیدا کردیں

دارالعلوم دیوبند صرف ایک تعلیمی ادارہ ہی نہیں رہا بلکہ ایک مکتبِ فکر بن گیا اور تجدیدِ دین کی ایک اجتماعی تحریک کی شکل اختیار کرگیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی زندہ اور ناقابلِ انکار مثال بن کر اس نے پوری ایک صدی گذاردی اور اسلامی تعلیمات و روایات کو اس کے حقیقی خدوخال کے ساتھ پیش کرکے اس ملک میں شریعت اسلامیہ کو زندۂ جاوید بنادیا۔

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے،

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین لاتزال عصابۃ من المسلمین یقاتلون علی الحق ظاہرین علی من ناوأھم الیٰ یوم القیامہ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳)

اللہ جس کی خیریت کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی فہم صحیح عطا کردیتا ہے، مسلمانوں میں ایک جماعت تاقیامت ہوتی رہے گی جو حق کی خاطر جان کی بازی لگائے رہے گی اور اپنے مخالفین پر غالب رہیگی

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے،

لایزال طائفۃ من امتی منصورین لایضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۸۴)

ہر دور میں میری امت میں ایک جماعت ایسی رہیگی جس کو اللہ کی مدد حاصل رہے گی اور ان کے مخالفین کا ان پر کچھ بس نہیں چلیگا اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہیگا،

دارالعلوم دیوبند کے مکتبِ فکر کی جماعت نے متحدہ ہندوستان کے اندر ایک صدی

میں احیاء دین کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے اُسے ان حدیثوں کی صداقت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عملی ثبوت میں بلا جھجک پیش کیا جا سکتا ہے،

تجدیدِ دین کا مفہوم

تجدید دین کا مفہوم یہ ہے کہ کتاب وسنّت کی صحیح اور حقیقی ترجمانی کرتے ہوئے اُسکو بروئے کار لانے کی عملی جدوجہد کی جائے، خود ساختہ عقائد اور دین وشریعت میں اپنے میلانِ طبع سے جو رسم ورواج گھڑ کے ان کو دین کا درجہ دیدیا گیا ہو ان کو مٹا کر امت مسلمہ کو کتاب وسنت کی صحیح راہ پر لگا دینے کو تجدید دین کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی کتاب الرفع والتکمیل کی تعلیقات میں مشہور شامی عالم عبدالفتاح ابو غدہ نے لکھا ہے مَعْنَى التَّجْدِيدِ اِحْيَاءُ مَا انْدَرَسَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْاَمْرُ بِمُقْتَضَاهُمَا یعنی تجدید دین کا مفہوم یہ ہے کہ کتاب وسنت کی جو تعلیمات مٹتی جارہی ہیں ان کو از سرِ نو زندہ کرنا اور قرآن و احادیث کے الفاظ کی غلط اور فریب آمیز تاویلات کر کے اسلام کے منافی عقائد و خیالات کے جواب میں کتاب وسنت کے حقیقی مفہوم ومراد پر عمل کرنے اور کرانے کی جدوجہد کا نام تجدید دین ہے،

تجدید دین کے اس مفہوم کے پیش نظر اگر دار العلوم دیوبند کے مکتبۂ فکر سے وابستہ جماعت کو تجدید دین کے اس اہم منصب پر فائز قرار دیا جائے تو یہ دعویٰ حدیث کے مفہوم ومصداق کی صحیح ترجمانی ہوگی کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قیامِ دار العلوم کے پندرہ بیس سال بعد ایک ایسی جماعت وجود میں آگئی جس نے پورے متحدہ ہندوستان میں تجدید دین کی مہم سر انجام دینے کیلئے ہر امکانی جدوجہد کا آغاز کر دیا اور تمام بدعات، خرافات، مشرکانہ عقائد وخیالات، غیر اسلامی توہمات ومزعومات کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا اور تمام اسلام دشمن رسم ورواج جو مسلمانوں میں جاری وساری تھے ان کے خلاف طبلِ جنگ بجا دیا، اور پھر اپنی پوری قوت سے کام

لیکر کتاب وسنت کی شاہراہ تمام باطل خیالات مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی رسم و رواج کے خس وخاشاک کو دور کرنے کی مہم شروع کردی اور کچھ ہی دنوں بعد تجدید دین کی ساری راہوں میں ان کے نقوش قدم آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور تابناک نظر آنے لگے۔ بحث و مناظرہ سے لیکر دینی تعلیم کو عام کرنے اور مسلمانوں سے عام جہالت کو دور کرنے کی غرض سے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں دینی مدرسوں اور مکتبوں کا قائم کرنا، تصنیف و تالیف کی راہوں سے ہزار ہا ہزار کتابوں کی تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت، مسند رشد و ہدایت اور خانقاہوں سے تزکیۂ باطن اور اصلاح حال کی سرگرمیاں، عیسائیوں، آریوں، قادیانیوں، شیعوں، بدعتیوں، خرافاتیوں کا تعاقب کرنا، وعظ و تبلیغ کی راہوں سے ساری دنیا میں عامۃ المسلمین کو دین کی صحیح اور سچی راہوں پر لگانا، غرض کہ تجدید دین کا کون سا پہلو ہے جس پر دارالعلوم دیوبند کے مکتبۂ فکر سے وابستہ جماعت نے عظیم الشان اور انقلاب آفریں کارنامے نہ انجام دیئے ہوں۔ ان حقائق کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ قدرت نے چودہویں صدی میں تجدید دین کی ذمہ داری اسی مکتبۂ فکر سے وابستہ جماعت کو سپرد کی ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

داخلی وخارجی فتنے

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا زمانہ وہ ہے جب مسلمانوں پر ایک ہیبتناک، دور رنج و فرسا قیامت گذر چکی تھی، سلطنت مغلیہ کے آخری فرماں روا بہادر شاہ ظفر کو مجرم کی طرح گرفتار کر کے اس پر بغاوت کا فرد جرم لگایا گیا اور شہر بدری کی سزا دیکر رنگون کے قید خانے میں بھیجا جا چکا تھا اس ڈرامہ سے فارغ ہوتے ہی انگریزوں نے مسلمانوں کے دماغوں سے حکومت کی بو باس ختم کرنے کیلئے دہلی کے چوراہوں پر ان گنت سولیاں کھڑی کردی اور بیشمار ممتاز اور سربرآوردہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے ہزاروں تماشائیوں کے ہجوم کے سامنے پھانسیاں دیدیں، بقیہ تمام مسلمانوں کو بزور شمشیر دہلی سے نکال دیا گیا، اور اس وقت تک ان کو دہلی میں قدم رکھنے کی اجازت

نہیں دی گئی جب تک ان کی بیچارگی، بے کسی و مظلومیت اپنی انتہا کو نہ پہنچ گئی بے تحاشا گرفتاریاں اور وحشیانہ طور پر پھانسیاں دیکر مسلمانوں کو یہ یقین کرنے پر مجبور کر دیا گیا کہ ہندوستان میں اب ان کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ انگریزی قوم انتہائی جاہ و جلال رعب داب نادر شاہی ہیبت اور ظالمانہ خونخواری کے ساتھ آمر مطلق بن کر دہلی پر قابض ہو چکی تھی، دہلی کے کسی محلے میں تنہا ایک انگریز بھی آجاتا تو مسلمانوں کا ہزاروں کا مجمع کائی کی طرح پھٹ جاتا اور گھروں میں چھپ جاتا جیسے کوئی آدم خور جنگلی درندہ انسانوں کی آبادی میں گھس آیا ہو برسوں تک مسلمانوں کو یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ کسی بھی ناکردہ جرم میں گرفتار کر کے پھانسی پر نہ لٹکا دیا جائے یہ ماحول و یہ حالات تھے جب مسلمانوں کا مادی وجود انگریزوں کی چمکتی ہوئی تلواروں کے سایہ میں زندگی کے دن کاٹ رہا تھا۔ اس کے دینی، مذہبی اور تہذیبی وجود کو مٹا دینے کا لندن پارلیمنٹ نے فیصلہ کر دیا۔

خارجی فتنے

لندن میں پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان میں عیسائیت کی منصوبہ بند طریقے سے تبلیغ کر کے ہندوستان کے سارے باشندوں کو عیسائی بنا دیا جائے اس فیصلہ کے تحت برطانوی سرکار نے مسلمانوں کے مذہبی و تہذیبی وجود کو فنا کر دینے کیلئے پادریوں کا ایک لشکر جرار ہندوستان بھیج دیا اس فوج نے سندھ و ملتان سے لیکر آسام و بنگال کے آخری حدود تک مسلمانوں کو اپنے حصار میں لے لیا اور اس طرح کہ مسلمانوں کے لئے سانس لینے کی راہ بھی باقی نہیں رکھی گئی، چونکہ مسلمانوں کا نیر اقبال غروب ہو چکا تھا اور اس کے دوبارہ طلوع ہونے کے سارے امکانات ختم ہو چکے تھے، اس لئے برادران وطن کا ایک طبقہ آریہ سماج بھی مسلمانوں کے منہ آنے لگا عیسائی مناظرین کی ہرزہ سرائی کے ساتھ آریہ سماج بھی اسلام اور مسلمانوں پر سخت ترین اور دل آزار اعتراضات اور الزامات عائد کر کے مسلمانوں کی مرعوبیت اور مظلومیت و بیچارگی میں اضافہ کرنے کیلئے میدان میں آگئے اس طرح عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کی دو طرفہ فوج نے مسلمانوں کے تہذیبی وجود کو اپنے

نرغے میں لے رکھا تھا۔

داخلی فتنے

چڑھتے ہوئے سورج کی پوجا کرنے والے ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں مسلمانوں کی مظلومیت نے ان کا مستقبل تاریک کر رکھا تھا دوسری طرف انگریزوں کے اقتدار کا سورج طلوع ہو رہا تھا ایسے ہی وقت میں پنجاب میں ایک شخص پیدا ہوا جس نے انگریزوں کی اسلام دشمن حکومت کی حمایت میں اور مسلمانوں سے جذبۂ جہاد کو فنا کرنے میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی برطانوی تلواروں کے سایہ میں اس نے مسیح موعود اور مہدی آخری الزماں، اور آخر میں نبوت کا دعویٰ کر کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو اپنے حلقۂ اطاعت میں لے کر کے ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا اور ان کو مرتد بنا دیا اس شخص کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا تیرہویں صدی کے آخر میں اس کا پیدا کردہ فتنہ شباب پر تھا۔

داخلی فتنوں میں دوسرا فتنہ شیعیت کا تھا جو قادیانیت سے بھی قدیم تھا ہندوستان میں اسکی بنیاد جہانگیر کے زمانہ میں پڑی جب اس نے ایک شیعی عورت نورجہاں پر فریفتہ ہو کر اسکو حکومت کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا اور خود شراب ارغوانی میں غرق ہو گیا، نورجہاں کی دخیلی خود مختاری کا علم جب اہل ایران کو ہوا تو وہاں سے کھیپ کی کھیپ شیعوں کی آنے لگی اور وہ حکومت کے کلیدی عہدوں پر قابض ہوتے چلے گئے اور ایک وقت آیا کہ بہت شیعوں کو جاگیردار بنا دیا گیا اور وہ اپنے اپنے علاقوں کے خود مختار حکمراں ہو گئے، اس بستی لنگا میں میر سید محمد امین کو اودھ کی جاگیر مل گئی اور بتدریج یہ نوابی شہنشاہیت میں تبدیلی ہوتی چلی گئی اور نوابان اودھ کو بادشاہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا شیعیت نے اپنے دور عروج میں سینکڑوں مشرکانہ عقائد وخیالات مسلمانوں میں بزور طاقت اور حکومت کے وسائل سے کام لیکر جاری کر دیئے اور پورے اسلامی معاشرے میں شیعی عقائد کے جراثیم پھیلا دیے جو بتدریج اہلسنت والجماعت کے گویا مسلم عقائد میں شامل ہو گئے اور ان کے خلاف زبان کھولنا دشوار ہو گیا۔

تیسرا فتنہ دنیادار، مفاد پرست، دولت کے حریص پیروں اور علماء سو کا تھا ان کی وجہ سے توحید و سنت کے بجائے بدعات و خرافات اور مشرکانہ عقائد و خیالات ان پڑھ مسلمانوں میں پھیل گئے شیعوں نے حُبِ اہلبیت کا ڈھونگ رچا کر اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا اور ان خرافاتیوں نے حُبِ رسول کا بلند بانگ دعویٰ کر کے رسول کو الوہیت کے مقام پر کھڑا کر دیا پھر اس عقیدے کے اور بھی برگ و بار پیدا ہوئے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کو نبوت و رسالت تک پہونچایا اور کبھی ان کے ہاتھوں میں خدائی اختیارات سونپ دیئے اور ہندوستان میں ہزاروں قبروں کو خانہ کعبہ سے بڑھ کر مقدس بنا ڈالا اور سارے خدائی اختیارات ان بزرگوں کیلئے مان کر لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو توحید و سنت کی راہ سے منحرف کر دیا عرس قوالیاں، تصوف و معرفت کا نقطہ عروج بن گئیں قبروں کے چڑھاوے اور نذرانے ذریعہ معاش بن گئے اور ہر مزار بدمال تجارت کی طرح کسی خاندان کا قبضہ ہو گیا اور صاحب مزار کے کشف و کرامات کے فرضی قصوں کو شہرت دیکر ان پڑھ عوام کی نگاہوں میں ان کو سارے خدائی اختیارات کا مالک بنا دیا گیا، ان پڑھ مسلمان ان مزاروں پر ٹوٹ پڑے۔

ہندوستان کا مسلمان تیرہویں صدی کے آخر میں جن خارجی اور داخلی فتنوں اور ایمان سوز مصائب میں گرفتار تھا یہ اس کا ایک اجمالی خاکہ ہے دین کی صحیح تعلیم عنقا تھی ہر طرف بدعات کا دور دورہ تھا اسی ماحول اور انھیں حالات میں اللہ کے چند مقدس بندوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام

دارالعلوم دیوبند کا قیام صرف ایک دینی مدرسہ کا قیام ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک نقطہ آغاز تھا اس ہمہ گیر تحریکِ اصلاح کا جو مستقبل میں احیاء دین و شریعت کیلئے چلائی

جانے والی تھی یہی وجہ ہے کہ دار العلوم قائم کر کے صرف اسی کی تعمیر و ترقی تک اربابِ دار العلوم کا دائرہ عمل محدود نہیں رہا بلکہ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے بھی چل رہے تھے، قادیانیوں اور شیعوں کے باطل عقائد کا پوسٹ مارٹم بھی کیا جارہا تھا اور اسی کے ساتھ مدارس دینیہ کے قیام کا منصوبہ بند عمل بھی جاری تھا قیام دار العلوم کے چند ہی مہینوں بعد سہارنپور میں مظاہر علوم کا قیام عمل میں آیا چند برسوں بعد جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد وجود میں آیا خورجہ اور بریلی میں بھی انہیں بزرگوں نے مدارس دینیہ کی بنیادیں ڈالیں اور پھر پورے ملک میں دینی تعلیم کے فروغ کی ایک تحریک چل پڑی اور دور دراز علاقوں میں بھی عوامی چندوں سے اسلامی مدارس کا قیام عمل میں آتا چلا گیا اسلامی معاشرہ میں غیر اسلامی رسم و رواج کے اثر انداز ہونے کی بنیادی وجہ علوم دینیہ سے ناواقفیت تھی، اس سے نجات دلانے کیلئے ضروری تھا کہ دینی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلم معاشرہ کو باشعور بنایا جائے دینی تعلیم کو عام کر دی جائے اور اسکو ہر اعتبار سے آسان سہل الحصول بنا دیا جائے کہ علوم کی روشنی شہروں اور قصبوں کے محلات سے گذر کر دیہاتوں اور گاؤں کی جھونپڑوں تک پہونچ جائے اس لئے علماء حق نے عوام میں بیداری اور جذبہ پیدا کیا اور ہر قابل ذکر مسلم آبادی میں چھوٹے چھوٹے مدارس اور مکاتب قائم کر دیئے اب ضرورت تھی کہ ان مدارس و مکاتب میں باصلاحیت افراد آئیں اور صحیح تعلیم دیں اس لئے مرکزی مدارس میں حدیث و قرآن کی بنیادی تعلیم دیکر ان میں از خود مطالعہ کی صلاحیت پیدا کی جاتی رہی اور پھر وہی اپنے علاقے کی مدرسہ کے نظام کو چلاتے رہے اور ان کی افادیت میں اضافہ کرتے رہے۔

جب مسلمانوں میں دین کی حقیقی تعلیم عام ہوئی تو جو کام وعظ و تبلیغ اور بحث و مناظرہ کے ذریعہ ہو رہا تھا اس سے کہیں زیادہ کام از خود ان مدارس دینیہ کے ذریعہ انجام پانے لگا، اسلام کی صحیح تعلیم سے واقفیت نے جہالت کی گھٹاؤں کو دور کیا تو اسلامی شریعت اپنے صحیح خد و خال کیساتھ نگاہوں کے سامنے آگئی اور مسلمان از خود صراط مستقیم کی طرف بڑھنے لگا

اسلام دشمن طاقتوں سے ٹکر

علمارحق کی اس جدوجہد کی وجہ سے ہر باطل فرقے نے ان کے خلاف ایک محاذ بنالیا اور ہر طرف سے هَلْ مِنْ مُبَارِزْ کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ علمارحق نے اس محاذ پر بھی اپنی قوت مدافعت کا بھرپور استعمال کیا اور ہر باطل فرقے سے دودو ہاتھ کرنے کیلئے میدان مناظرہ میں اترے اور خدا نے ہر جگہ ان کو سرخ رو رکھا۔

ان تمام باطل مذہبوں اور گمراہ فرقوں کو عوامی اسٹیج پر شکست دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کا قلع قمع کرنے اور ان کے زہریلے دانتوں کو توڑ دینے کیلئے تصنیف و تالیف کا غیر مختتم سلسلہ شروع کردیا اور ہزاروں ہزار کتابیں رسالے کتابچے ان کے خلاف حق ہونے پر لکھے اور شائع کئے مذاہب باطلہ اور گمراہ فرقوں کے رد میں جتنی کتابیں انھوں نے تصنیف کیں اگر صرف ان کی فہرست تیار کی جائے تو کئی سو صفحوں میں آئیگی۔

اسلامی علوم کی تسہیل اور نشر و اشاعت

اسلام کے بنیادی علوم میں قرآن اور علوم القرآن حدیث اور علوم حدیث میں ضرورت تھی کہ ہندوستان میں قرآن وحدیث سے صحیح استفادہ کے وسائل مہیا کئے جائیں اہل علم سے لیکر کم پڑھے لکھے لوگوں تک ان علوم کو پہونچایا جائے اس شعبے سے علمار دیوبند نے اردو و عربی دونوں زبانوں کو استعمال کیا اور دونوں زبانوں میں ان علوم کی تسہیل کی متعدد علما نے قرآن پاک کے اردو میں ترجمے کئے اور اردو میں ضخیم سے ضخیم تر قرآن پاک کی تفسیریں لکھیں جو مباحث قدیم مفسرین نے اپنی عربی تفسیروں میں لکھے تھے ان حقائق اور اسرار و رموز کو انھوں نے اردو زبان میں منتقل کرکے فہم قرآن کو ہر ایک کیلئے آسان بنادیا، حدیث اور علوم حدیث کی نشر و اشاعت میں بھی دونوں زبانوں کو استعمال کیا گیا۔ احادیث کی مشہور کتابوں کی شروح لکھی گئیں احادیث

کے مصداق و محل اور معانی و مفاہیم کی اُردو میں توضیح و تشریح کر کے عام اہل علم کیلئے ان کو سہل الحصول بنایا گیا ان شروح کی تصنیف و تالیف میں دقت نظر، نکتہ رسی دقیقہ رسی اور اور باریک بینی سے کام لیا گیا اور قدماء کے سارے علوم کو ان کتابوں میں سمیٹ لیا گیا اور اتنی بڑی تعداد میں ان علوم پر کتابیں لکھی گئیں کہ ابھی تک اسکی کوئی جامع فہرست تیار نہیں کی جاسکی۔

فہرست سازی کی ضرورت

پیش نظر کتاب میں میں نے قرآن اور متعلقات قرآن اور حدیث و علوم حدیث کی چند کتابوں کا تعارف کرایا ہے جبکہ اسکی فہرست بہت طویل ہے میں نے اپنا دائرہ عمل صرف اپنے ادارہ کے کتب خانے تک محدود رکھا ہے اور اسکی فہرست کتب میں جتنی کتابیں اس مکتبۂ فکر کے اہل علم کی تھیں صرف انھیں کے تعارف پر اکتفا کیا ہے میرے پیش نظر ایک جامع اور مکمل فہرست پیش کرنا نہیں تھا اس مختصر فہرست کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس موضوع پر وسیع پیمانے پر کام کرنے کیلئے اہل علم کو متوجہ کیا جائے کہ اس مکتبۂ فکر کے علماء نے جس موضوع پر تصنیف و تالیف کی ہے ان کی جامع اور مکمل فہرست کتابوں کے مختصر تعارف کے ساتھ پیش کیا جائے، قرآن اور علوم قرآن، حدیث علوم حدیث، فقہ و فتاوی، احسان و تصوف، ترغیب و ترہیب دعوت و تبلیغ اصلاح عقائد و تزکیہ باطن، تاریخ و سیرت و سوانح عمریاں، رد مذاہب باطلہ، رد فرق باطلہ، بحث و مناظرہ، درسیات کی شروح اور حواشی، علماء حق کی دینی قومی ملی و سیاسی خدمات وغیرہ پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو فن وار تقسیم کر کے ان کی مکمل فہرست کتابوں کے مختصر تعارف کیساتھ علمی دنیا میں پیش کیا جائے یہ کام بہت پھیلا ہوا ہے۔ میں نے بطور نمونہ یہ مختصر سی کتاب پیش کی ہے اور جن علوم کو میں نے لیا ہے ان کی فہرست بھی بہت طویل ہے میں نے اس کتاب میں صرف انھیں کتابوں کو لیا ہے جو اس وقت میری دسترس میں ہیں ان کے علاوہ بہت سی اہم کتابیں ہیں اور اہل علم میں مشہور بھی ہیں۔

لیکن اس فہرست میں آپ کو ان کا نام نظر نہیں آئیگا اصلی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ کتابیں ہمارے کتب خانے میں سردست نہیں ہیں یا میری نگاہ سے نہیں گذری ہیں

اسیر ادروی
جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب
بنارس
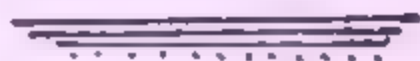
القرآن وعلوم القرآن

القرآن وعلوم القرآن

ترجمہ قرآن.

مترجم: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی دار العلوم دیوبند متوفی ۱۳۳۹ھ

تحشیہ. حضرت شیخ الہند. وحضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

زبان اُردو بامحاورہ (ان گنت ایڈیشن)

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کلام پاک نے قرآن پاک کا بامحاورہ اُردو میں ترجمہ کرنے کا حوصلہ دلایا اور ہمت افزائی کی ورنہ کلام پاک کے ترجمے تحت اللفظ کئے جاتے تھے جس کی افادیت محدود تھی، ترجمہ کا مقصد ہر شخص کو قرآن کے مفہوم کے سمجھنے میں سہولت پہنچانی ہے. تحت اللفظ ترجمہ سے بسا اوقات مفہوم کے سمجھنے میں دشواری پیدا ہوجاتی ہے،

حضرت شیخ الہند نے یہ ترجمہ بامحاورہ فصیح اردو میں کیا ہے اور سلف صالحین کی مستند تفاسیر سے سرمو کہیں انحراف نہیں ہوا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کی وجہ سے اسکی افادیت بہت بڑھ گئی یہی وجہ ہے کہ اب تک اس کے ان گنت ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں اور بیک وقت بڑی بڑی تعداد میں شائع ہوئے ہیں حضرت شیخ الہند نے مزید افادیت کے پیش نظر فوائد کے نام سے تفسیری حواشی بھی تحریر فرمائے. جو سورہ نساء تک ہیں.

شیخ الہند کی وفات کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس کی تکمیل فرمائی یہ تفسیری حواشی درحقیقت مستند تفاسیر کی تفصیلات کو مختصر لفظوں میں سمونے کی ایک کامیاب کوشش ہے بعض آیتوں کی تفسیر میں جو اہم بحثیں اٹھتی ہیں ان کی بڑی ایمان افروز وضاحت کی گئی ہے ان تمام تفسیری حواشی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسرائیلی روایات سے خالی ہی نہیں بلکہ ان کی مدلل تردید کی گئی ہے:.

یہ ترجمہ ابتدا ہی سے اخبار مدینہ بجنور کی طرف سے شائع ہوتا رہا ہے اور بعض اوقات اس کے بہت بڑے ایڈیشن بھی شائع ہوئے اور ہندوستان کے طول و عرض میں لاکھوں کی تعداد میں ہدیہ ہوتے رہے یہی اس کی مقبولیت، افادیت اور مستند ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے

ترجمہ قرآن

مترجم: حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

زبان اردو۔ (لاتعداد ایڈیشن)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے اردو ترجمہ کو اہل علم میں وہ قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ پچاس برسوں میں اس کے کئی لاکھ نسخے بار بار طبع کرکے شائع کئے گئے ارزاں سے ارزاں تر اور بیش قیمت سے بیش قیمت کتابت و طباعت کے ساتھ اسکو شائع کیا گیا۔

ترجمہ بامحاورہ اردو میں ہے۔ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ قرآنی کی ترتیب کے مطابق ترجمہ ہو۔ اور بامحاورہ اردو بھی ہو لیکن قدرتی طور پر عربی میں لفظوں کی جو ترتیب ہوتی ہے اردو میں ٹھیک اس کے الٹے ہوتی ہے۔ ایسے مقامات پر البتہ یہ التزام باقی نہیں رہا کیوں کہ اگر اس موقعہ پر الفاظ قرآنی کی ترتیب اردو میں بھی قائم رکھی جاتے تو مفہوم مغلق اور پیچیدہ ہو جاتا اور ترجمہ کی افادیت اس سے مجروح ہوگی، ترجمہ میں سیاق و سباق سے ربط کو واضح کرنے اور مفہوم قرآنی کی وضاحت کیلئے کچھ الفاظ بریکٹ میں بڑھائے گئے ہیں لیکن اس کو بریکٹ میں گھیر کر ترجمہ سے اس کو ممتاز اور علاحدہ کردیا ہے ان چند لفظوں کے اضافہ سے قرآن کا مفہوم واضح تر ہوجاتا ہے اور کم پڑھے لکھے لوگ بھی اس سے کماحقہ استفادہ کرسکتے ہیں، ترجمے کے ابتک اتنے ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی میرے لئے مشکل ہے

٭٭٭٭٭

ترجمہ قرآن

مترجم: مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۲ھ

زبان اردو، ترجمہ بامحاورہ

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا شمار حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور وہ اکابر علمائے دیوبند کی صف میں ہیں یہ حضرت شیخ الہند کے معاصر ہیں اور جید عالم ہیں آپ نے حضرت شیخ الہند اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہا اللہ تعالیٰ کے ترجمہ کلام پاک سے پہلے اردو میں قرآن پاک کا بامحاورہ ترجمہ کیا ہے جبکہ اس سے پہلے سارے ترجمے تحت اللفظ ہوتے تھے۔

بیان القرآن

مصنف: حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

بیان القرآن مختصر مگر جامع اور ہر طرح کے اشکالات کو اختصار کے ساتھ بہترین طور پر حل کرنے والی اردو کی سب سے معتبر اور مستند تفسیر ہے عام مفسرین کی تفسیروں میں جن آیتوں کی تفسیر کے سلسلہ میں تفصیلی بحثیں ملتی ہیں۔ موصوف نے ان طویل بحثوں کو بہت ہی مختصر لفظوں میں سمجھایا ہے،

یہی وجہ ہے کہ یہ تفسیر کم پڑھے لکھے لوگوں ہی کیلئے نہیں بلکہ علما، اساتذۂ مدارس، طلبار علوم اسلامیہ ہر ایک کیلئے مفید ہے اور اہل علم کی تشنگی دور کرنے کیلئے یہ کافی ہے اس لئے عام طور پر اس کو مطالعہ میں رکھا جاتا ہے۔

طرز تحریر یہ ہے کہ پہلے آیات قرآنیہ لکھ کر اس کے نیچے عام اردو ترجموں کی طرح بامحاورہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے دوبارہ پھر واضح اور مطلب خیز حاصل آیت لکھا گیا ہے اور فائدہ کی ذیلی سرخی لکھ کر اس آیت کی جو مستند تفسیر ہے اس کو پیش کیا جاتا ہے اور آیت کے سلسلہ میں جو دقیق علمی بحثیں اٹھتی ہیں ان کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مثلاً خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ،، کی تفسیر کے سلسلہ میں بندہ کے مجبور و مختار ہونے کی بحث اٹھتی ہے اس آیت سے مخالفین و معترضین بندہ کے مجبور ہونے پر دلیل لاتے ہیں، موصوف نے پہلے تو علمی جواب دیا ہے اور پھر مثالوں سے آیت کے مفہوم کو اتنا واضح اور صاف کر دیا ہے کہ دل میں کوئی کھٹک باقی نہیں رہ جاتی یہ تو صرف ایک مثال تھی مولانا موصوف نے پوری تفسیر میں یہی انداز تحریر اختیار کیا ہے، یہاں تفسیر بالرائے کا کوئی سوال نہیں صرف انداز بیان اپنا ہے ورنہ ساری تفسیر مستند تفاسیر اور متقدمین کے قابل اعتماد و اطمینان بحثوں کا خلاصہ اور عطر پیش کرتی ہے۔ لمبی لمبی بحثوں کو مختصر الفاظ میں سمو دینا تو موصوف کے طرز تحریر کا اعجاز ہے، دقیق سے دقیق علمی بحثوں کو چند سطروں میں سمیٹ لینے کو اس کے علاوہ اور کہا ہی کیا جا سکتا ہے۔

بیان القرآن کے بار بار ایڈیشن شائع ہوئے، مختلف سائز میں اور متعدد جلدوں میں یہ تفسیر شائع ہوتی رہی اسی تفسیر کی تلخیص کر کے حمائل شریف کے حاشیہ پر چھاپا گیا اس طرح اس کی اشاعت مختلف طرح اتنے ایڈیشنوں میں ہوئی کہ ان کا احاطہ بھی مشکل ہے میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ ضخیم ترین دو جلدوں میں ہے جو بارہ جزوں پر مشتمل ہے، حواشی عربی زبان میں ہیں اس لئے کہ وہ صرف اہل علم کیلئے ہیں حاشیہ میں تحقیق لغات، معانی و بلاغت، معارف و مسائل، نحوی و صرفی تحقیق، اختلاف قرأت، تفسیری روایات، فقہی احکام، کلامی مباحث کی طرف مختصر اشارے کر دیئے گئے ہیں یہ حواشی اہل علم کے لئے انتہائی مفید اور راہ دکھانے والے ہیں۔

معارف القرآن

مصنف۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۳۹۶ھ

زبان اردو۔ آٹھ ضخیم جلدوں میں، ضخامت ۵۶۱۰ صفحات

اُردو زبان میں اپنے طرز کی اتنی ضخیم کوئی تفسیر اب تک شائع نہیں ہوئی ہے، تفسیر کا طرز یہ ہے کہ آیات قرآنی لکھنے کے بعد اس کے نیچے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا بامحاورہ اردو ترجمہ لکھا گیا ہے، تفسیری بحث میں حکیم الامۃ مولانا تھانوی کی بیان القرآن کو راہنما بنایا گیا ہے، آیت کی تفسیر کے بعد معارف و مسائل کا ذیلی عنوان قائم کر کے پہلے ربط آیات کو بتایا گیا ہے پھر آیت قرآنی کے مفہوم کا خلاصہ بیان کر کے تفسیر کے سلسلہ میں علمار سلف کی تفسیروں سے روشنی لے کر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے اور کہیں بھی مستند مفسرین کی تفسیر سے سرِمو انحراف نہیں کیا گیا ہے بلکہ اکثر مقامات پر ان سے اقتباسات لے کر وہیں کتاب کا حوالہ دیدیا گیا ہے جس سے یہ مضمون اخذ کیا گیا ہے مفتی صاحب موصوف نے لغات کی تحقیق، نحوی ترکیب، فن بلاغت کے نکات اور اختلاف قرأت کو بھی بتانے کا پورا پورا التزام کیا ہے، جس طرح ہر زمانہ کے مفسرین کے یہاں ان کی تفسیروں میں اس دور کے مسائل کی جھلک ملتی ہے اور ان کی تردید کی گئی ہے اسی طرح مفتی صاحب موصوف نے اپنی تفسیر میں دورِ جدید میں اٹھنے والے فتنوں اور نظریوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان تمام شکوک و شبہات کا جواب دیا ہے جو آج کل ملحدین و بددین افراد کی طرف سے قرآن اور اسلام پر وارد کئے جاتے ہیں، جدید مسائل کے سلسلہ میں مفتی صاحب نے اپنی جو مبصرانہ رائے دی ہے اس میں بھی ان کے لئے دلیل راہ علمار سلف ہی کی تشریحات ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ملحدانہ اعتراضات کے جواب میں کہیں بھی لچک نہیں آنے دی ہے اور اطمینان بخش جوابات دیئے ہیں اسی لئے معارف القرآن میں بعض آیتوں کے ضمن میں جو بحث چل پڑی ہے وہ کہیں کہیں ایک رسالہ کی ضخامت تک پہونچ گئی ہے، کیوں کہ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ضرورت محسوس ہوئی، فقہی مسائل کے استنباط اور ان کی وضاحت کا بھی تفسیر میں التزام کیا گیا ہے۔

کتاب قسط وار شائع ہوئی ہے بعد میں اسے آٹھ جلدوں میں مجلد کر کے اہل علم کے سامنے پیش کیا گیا ہے میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ مکتبہ مصطفائیہ دیوبند کا شائع

کردہ ہے اس کی پہلی جلد کے صفحات ۶۹۸، دوسری جلد کے ۶۲۸، تیسری جلد کے ۶۳۱، چوتھی جلد کے ۶۸۰، پانچویں جلد کے ۶۵۲، چھٹی جلد کے ۵۶ ۶، ساتویں جلد کے ۸۱۶، اور آٹھویں جلد کے ۸۵۶ صفحات ہیں، تفسیر کے مجموعی صفحات ۵۶۱۷ ہیں :

معارف القرآن

مصنف : مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی استاذ دار العلوم دیوبند متوفی ۱۳۹۴ھ

زبان اُردو، آٹھ جلدوں میں، ضخامت ۶۰۰۹ صفحات

یہ اُردو زبان میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے لکھی جانے والی تفسیروں میں ایک منفرد تفسیر ہے، تفسیر میں شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ رکھا گیا ہے، پھر تفسیر ہے جو حقائق و معارف اور علوم قرآنیہ کا بیش بہا و بیش قیمت ذخیرہ ہے جلد اول کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں قرآن پاک کے اُردو تراجم و تفاسیر کی تاریخ پر اجمالی روشنی ڈالی گئی ہے، اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح الرحمٰن سے لیکر مولانا تھانویؒ کی بیان القرآن اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے تفسیری حواشی تک کا ذکر آیا ہے تفسیر میں مطالب قرآنیہ کی توضیح و تشریح اور ربط آیات کے علاوہ احادیث صحیحہ اقوال صحابہ و تابعین اور بقدر ضرورت لطائف و معارف اور نکات اور مشکل مسائل کی تحقیقات، ملاحدہ و زنادقہ کی تردید اور ان کے شبہات و اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں نیز تفسیر میں بطور خاص اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ معاصرین میں سے کچھ آزاد خیال لوگوں نے مغربی علوم سے مرعوب ہوکے قرآنی مفہوم کی تاویل اور تحریف کر کے مغربی مفکرین کے نقطہ نگاہ کے مطابق بنانے کی جو کوشش کی ہے اور اپنے اس نقطہ نگاہ کو قرآن سے ثابت کر کے یورپ کے ملحدین کے نظریات و خیالات کو قرآن کی تفسیر کے نام سے مسلمانوں میں پھیلانے کی غلط حرکت کی ہے :

اور اپنے فاسد خیالات کو منشا قرآنی کے سانچے میں ڈھالا ہے ایسے تمام لوگوں کی قرار واقعی تردید کی گئی ہے اور اقوال سلف سے جو آیات قرآنی کے مفاہیم و معانی ہیں ان کو تفسیر میں پیش کیا گیا ہے۔

پوری تفسیر سلف صالحین کے مسلک پر ہے اور اس میں کہیں بھی تاویل و توجیہ کے ذریعہ چلک نہیں آنے دی ہے، غرضیکہ اردو کی تفسیروں میں اتنی وسیع المعلومات مستند و معتبر اور ضخیم کوئی تفسیر اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھی اگرچہ جامعیت، دقیقہ رسی اور باریک بینی کے نقطہ نگاہ سے بعض دوسری تفسیریں آئی تھیں، افسوس یہ تفسیر پایہ تکمیل کو نہ پہونچ سکی، مصنف سورہ سبا (بائیسواں پارہ کی تفسیر میں مصروف تھے کہ پیام اجل آپہونچا۔

تفسیر کی جلد اول سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے دوسری جلد میں سورۂ آل عمران کی تفسیر ہے جلد سوم میں سورۂ نساء اور جلد چہارم میں سورۂ مائدہ و سورۂ انعام پانچویں جلد میں سورۂ اعراف سورۂ انفال سورۂ توبہ، چھٹی جلد میں سورۂ یونس سے لیکر سورۂ حجر تک ساتویں جلد میں سورۂ نحل سے سورۂ طٰہٰ تک اور آٹھویں جلد میں سورۂ انبیاء سے سورۂ شعراء تک کی تفسیر ہے آٹھوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۲۸۹۰ ہیں۔

کشف الرحمٰن

مصنف۔ سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب دہلوی ناظم جمعیۃ علماء ہند متوفی ۱۳۷۹ھ زبان اردو۔ سائز کلاں، ناشر دینی بکڈپو اردو بازار دہلی، ضخامت ۱۶۰۰ صفحا ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا فارسی ترجمہ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا اردو ترجمہ اور حواشی موضح القرآن دو اہم ترین اور بے مثال کام ہوئے خدا نے ان بزرگوں کو اپنی موہبت خاص سے ایسا

علم دیا تھا۔ انھوں نے اپنے اردو اور فارسی ترجموں میں فیضان خداوندی کے طفیل ایسے حقائق و معارف سمو دیئے اور قرآنی مفہوم کو ان زبانوں میں اس طرح سمو دیا کہ آج تک کوئی دوسرا ترجمہ اس کی ہمسری نہ کر سکا اور جو ترجمہ بھی ان ترجموں سے بے نیاز ہو کر کیا گیا وہ اس بلند مقام تک نہیں پہونچ سکا، مگر فارسی کا چلن ختم ہو گیا اور اردو ترجمہ اس دور میں ہوا جب خود اردو شعرا اپنے عہد طفولیت میں تھی بعد میں یہ زبان نکھر کر صاف شستہ، لطیف و شیریں ہوتی چلی گئی بہت سے الفاظ ترک کر دیئے گئے اس کی جگہ ہلکے پھلکے الفاظ نے لے لی اور ہر طرح کے مضامین کو اپنے اندر سمو لینے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو گئی۔

مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کے گھر کی زبان دہلی کی ٹکسالی زبان تھی انھوں نے ان ترجموں کی افادیت کو دیکھا اور سمجھا تو دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے ترجمہ اور حواشی موضح القرآن کو فصیح اور معیاری اردو کا جامہ پہنا کر اس کی افادیت میں اور وسعت پیدا کر دیں اور حاشیے کی مختصر اور اشاراتی عبارت کو پھیلا کر اور مستند تفاسیر سے مدد لیکر مفصل تفسیر کی شکل میں پیش کر دیا جائے، اسی جذبے سے آپ نے اس کام کو شروع کیا اور اس دور کے بہت ممتاز اور سربرآوردہ علماء سے صلاح و مشورہ اور استفادہ کرتے رہے، ان کے سامنے مسودہ پیش کر کے اس کے بارے میں ان کی رائے لیتے رہے بالخصوص مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب کا بھرپور تعاون آپکو حاصل ہو گیا مفتی صاحب موصوف ہفتہ میں کبھی ایک بار کبھی دو بار وقت نکال کر ترجمہ و تفسیر پر نظر ثانی فرماتے رہے اس طرح آپ نے پندرہ سولہ برس کی شبانہ روز جد و جہد اور محنت کے بعد یہ ترجمہ اور تفسیر مکمل فرمائی، تفسیری مباحث میں متقدمین کی تفسیری کتابوں میں سے جلالین روح البیان، تفسیر کبیر، تفسیر مظہری، مدارک التنزیل، تفسیر خازن، تفسیر ابن کثیر، فتح البیان، بیضاوی، کشاف، تفسیر ابن جریر تفسیر درمنثور، جامع التفاسیر کو پیش نظر رکھ کر دقیق سے دقیق تفسیری بحثوں کو

سلیس اور فصیح اردو میں منتقل کر کے اردو داں طبقہ کے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا۔

تفسیر دو حصوں میں شائع ہوئی ہے۔ طرز تحریر یہ ہے، آیتوں کے نیچے ترجمہ کشف الرحمٰن ہے اور حاشیہ پر تفسیر تیسیر القرآن اور تسہیل البیان ہے

بحثیں

بہت سی تفسیری بحثیں طویل ہو گئی ہیں تو جگہ جگہ دس دس بارہ بارہ صفحات صرف تفسیر کے ضمیمہ کے طور پر لگا کر بحث مکمل کیا گیا ہے۔ ضمیمہ کے ان اوراق پر صفحہ کا نمبر نہیں دیا گیا ہے اندازہ یہ ہے کہ تفسیر کے مجموعی صفحات ڈیڑھ ہزار سے زائد ہیں۔ میرے سامنے جو نسخہ ہے اسے موتمر المصنفین دہلی کے طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ ورینی بکڈپو اردو بازار دہلی نے اسے طبع کیا ہے۔

تفسیر ماجدی

مصنف۔ مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق جدید لکھنو

مولانا عبدالماجد دریابادی نے نہ کسی عربی دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے اور نہ وہ کسی دینی ادارے کے باقاعدہ فارغ التحصیل عالم ہیں۔ ان کی ساری تعلیم خالص انگریزی اسکولوں اور کالجوں کی ہے۔ اور ابتداء ان کے مطالعہ میں یورپین مصنفین کی وہ سہ میں تھیں جو دلوں سے توحید وایمان کا معمولی سا دھبہ بھی دھو دیتی ہیں۔ انھیں کتابوں نے ان کو الحاد و بد دینی کی راہ پر لگا دیا لیکن قسمت نے یاوری کی، غیرت سمیر نے جلد ہی ان کا ہاتھ پکڑ کر صراط مستقیم پر لگا دیا۔ بعض ہمدردوں نے افہام و تفہیم کی بھی راہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں وہ دیوبند حاضر ہوئے و حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرما کر تربیت کے لئے تھانہ بھون حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں بھیج دیا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کو جس ذوق کی مناسبت محسوس ہوئی

اور وہ ہفتوں اور مہینوں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مقیم رہنے لگے، ظاہر و باطن دونوں میں انقلاب عظیم برپا ہو گیا، دل و دماغ اور فکر و نظر کی راہیں بدل گئیں اور وہ دین کی خدمت کی راہوں پر لگ گئے۔

چونکہ وہ یورپین مصنفین کی تصانیف سے واقف تھے کہ وہ کس طرح توحید ایمان کی زمین میں کفر والحاد کی تخم ریزی کرتی ہیں اور وہی کتابیں جدید تعلیم یافتہ طبقہ پڑھ کر اپنا دین اور اپنی دنیا تباہ کر رہا ہے اور وہ خود بھی اس کا شکار رہ چکے تھے اس لئے انھوں نے سب سے پہلے انگریزی ترجمہ قرآن اور تفسیر لکھنے کا عزم کیا، عربی زبان سیکھی متقدمین کی تفسیروں کا مطالعہ کیا، اور کام شروع کیا، حکیم الامت مولانا تھانوی سے صلاح و مشورہ کرتے رہے اور ہدایات لیتے رہے، اس جذبہ اور لگن سے تفسیر مکمل کر کے شائع کر دی اور پھر خود ہی انگریزی کی تلخیص کر کے اس کو اردو کا جامہ پہنا دیا۔

چونکہ وہ اردو ادب میں ایک خاص طرز تحریر کے مالک تھے اس لئے ان کی تفسیر میں بھی زبان کی شیرینی اور ادبی چاشنی موجود ہے، انھوں نے اپنی تفسیر میں قدیم اقوام انبیاء سابقین، قرآن میں مذکور مقامات اور تاریخی شخصیتوں اور ان سے متعلق واقعات جو قرآن میں مذکور ہیں اسی طرح وہ مسائل جو سائنس کی نگاہ میں مشکوک ہیں، تجربات و مشاہدات سے متصادم ہیں ان کی جدید علوم کی روشنی میں پوری تحقیق کی ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ وہی حق اور صحیح ہے، مقامات و شخصیات کے سلسلہ میں یورپین محققین کے اقوال سے ان کے حقیقی وجود کو ثابت کیا ہے اور ان کی جغرافیائی نشان دہی کی ہے اور تعیین کی ہے اس سلسلہ میں یورپین مصنفین کی کتابوں اور بکثرت توریت وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں، تفسیری بحثوں میں قدماء کی کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے اور ہر جگہ ان کے حوالے دیئے ہیں اور بکثرت ان کی عبارتوں کے ٹکڑے نقل کئے ہیں ان کی اردو تفسیر کا بڑا حصہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے مرتب ہوا ہے مگر پوری تفسیر حرفاً حرفاً نظر سے نہیں گذری ہے اس لئے رہوار قلم کہیں بہک گیا ہو تو محل تعجب نہیں، تفسیر دو جلدوں میں تاج کمپنی لاہور نے چھاپا ہے وہی میرے سامنے ہے

تفسیر حل القرآن

مصنف ۔ مولا حبیب احمد صاحب کیرانوی ۔

مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے مقرب ترین اور معتمد علماء میں سے تھے حضرت تھانوی کی بہت سی تصنیفات میں آپ ان کے ممد و معاون رہے ، یہ تفسیر بھی حضرت تھانوی کی نگاہوں سے حرفاً حرفاً گذری ہے اور اس تفسیر پر آپنے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا ہے

یہ ایک ضخیم ترین تفسیر ہے ، آغاز تفسیر سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں اصول ترجمہ آیات کا شان نزول ، قصص قرآن ، مترجم و مفسر کے فرائض قرآن کی حجیت ، ایمان بالقرآن وغیرہ عنوانات پر بہت ہی عالمانہ اور محققانہ کلام کیا گیا ہے ، یہ تفسیر بارہ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے تفسیر کی خصوصیات یہ ہیں آیت کا ترجمہ سلیس و شگفتہ زبان میں ہے جس میں لغت اور محاورۂ عرب کی بھی رعایت ملحوظ ہے ، زبان نہ سوقیانہ ہے نہ مبتذل نہ محض کتابی اور مغلق تفسیر میں نہ تو ایسا اختصار ہے کہ مقصد افہام و تفہیم ہی نہ حاصل ہو نہ اکتا دینے والی طوالت ہے ، آیتوں کی تفسیر کچھ اس انداز سے کی گئی ہے کہ سیاق و سباق سے ربط خود واضح ہوجاتا ہے ، اگر کسی آیت سے کسی باطل فرقہ نے کوئی غلط مفہوم لیا ہے تو اس کا بہت ہی عالمانہ و محققانہ جواب دیا ہے

مجموعی طور سے اس تفسیر کے کل صفحات ۵۰۰۰ ہیں جلد اول کا سائز ۲۰×۲۶ ہے باقی جلدیں ۲۲×۹ پر شائع ہوئی ہیں ، کتاب کا دوسرا ایڈیشن مکتبہ تھانوی دیوبند سے شائع ہوا ہے جو ۲۰×۳۰ کے سائز پر ہے ، یہ ایڈیشن تیس اجزاء پر مشتمل ہے ، طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ سب سے اوپر جلی قلم سے آیات قرآنی لکھی گئی ہیں اس کے نیچے حضرت تھانوی کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے ، تفسیر کی افادیت میں عنوانات قائم کرکے اضافہ کیا گیا ہے ، شروع میں فہرست مضامین مرتب کرکے شامل کردی گئی ہے

تاکہ تلاشِ مضمون میں سہولت ہو، تفسیر اردو میں ہے۔

نور القلوب

مصنف۔ مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی بانی مدرسہ حیات العلوم مراد آباد
اس تفسیر میں آیتوں کے نیچے پہلی سطر میں شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے اور اس کے نیچے دوسری سطر میں حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب کا بامحاورہ اردو ترجمہ ہے، تفسیری حواشی مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی کے ہیں، مصنف نے معتبر کتب اور مستند تفاسیر سے کمال عرق ریزی و تحقیق و تدقیق سے اہم ترین مضامین جمع کر دیئے ہیں، اسلوب تحریر سلیس و سادہ ہے، مطالب آیات بوضاحت لکھے گئے ہیں، شان نزول جہاں تک دستیاب ہیں درج کر دیا گیا ہے، ربط آیات پر بھی توجہ کی گئی ہے، نکات و لطائف کی دلنشیں وضاحت ہے، بعض بعض مقامات پر مسلک احناف کی تشریح بھی کر دی گئی ہے، قدیل حل لغات کی تحقیقی وضاحت ہے برمحل اور مناسب و صحیح روایات کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

آیتوں کے اعمال و خواص بھی بتائے گئے ہیں، سورتوں اور بعض آیت کے فضائل بھی کہیں کہیں بیان کئے گئے ہیں۔ مفسر نے اپنے ماخذ و مراجع کی جو فہرست دی ہے اس میں روح المعانی، تفسیر کبیر، درمنثور، مدارک التنزیل، معالم التنزیل صاوی، تفسیر خازن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر حمدی، الاتقان، بیضاوی، کشاف لزمخشری، لباب، صحاح ستہ، ہدایہ، درمختار، اعمال قرآنی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اصل تفسیر شروع کرنے سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ لکھا گیا ہے، جس میں قرآن مجید کے فضائل، آداب تلاوت، انبیاء اکرام کے مختصر حالات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا نسب نامہ، ولادت، رضاعت، شق صدر، بعثت کی ابتداء، وحی، تبلیغ معراج، ہجرت، اخلاق و شمائل کا بیان ہے قرآن میں جن کتابوں کا ذکر ہے اور

اور جن قبائل، مقامات، فرشتوں، ستاروں کا تذکرہ ہے ان کی تشریح اور وضاحت کردی گئی ہے، رسم الخط، بعض قواعد تجوید، رموز اوقاف کا بیان ہے، پورے قرآن شریف اور ہر ہر سورت کا نقش بھی تحریر کردیا گیا ہے۔

مقدمہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، اور تفسیر کے صفحات ۸۴۴ ہیں مجموعی صفحات ۸۸۰ ہیں، یہ تفسیر پہلی بار ۱۳۰۱ھ میں مطبع مجیدی کانپور میں طبع ہوئی اور مشہور خطاط اور استاذ کتابت دارالعلوم دیوبند مولانا اشتیاق احمد نے کلام پاک کی کتابت کی ہے۔

مشکلات القرآن

مصنف۔ علامہ انورشاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۳۵۲ھ
زبان عربی وفارسی، ایک جلد، طباعت ٹائپ، ناشر مجلس علمی ڈابھیل ضلع سورت
مقدمہ نگار۔ مولانا یوسف صاحب بنوری۔

مشکلات القرآن علامہ انور شاہ کشمیری کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے، آپ نے مطالعہ قرآن کے دوران ۸۹ آیتوں پر اپنی یادداشت کیلئے کچھ اشارات تحریر فرمائے تھے، یہ یادداشت کہیں عربی زبان میں ہے، کہیں فارسی زبان میں، زندگی کے اخیر دور میں ان یادداشتوں کو مرتب کرنے کیلئے آپ نے اپنے ایک شاگرد مولانا احمد رضا صاحب بجنوری مصنف انوار الباری کو سپرد کیا، طریقہ کار یہ تھا کہ آپ اپنی یادداشت سے ایک ورق نکال کر دیتے اور فرماتے کہ اس کے حوالجات کتابوں سے نکال کر نقل کرو، شاہ صاحب کی اس یادداشت میں کہیں تو حوالے موجود تھے اور کہیں کسی کتاب کا حوالہ مذکور نہیں، یادداشت کے الفاظ بہت مختصر تھے صرف اصل بحث کی طرف اشارے ہیں اس لئے حوالوں کا تلاش کرنا ایک مشکل امر تھا، جب تک آپ ابھی موجودگی میں یہ کام کراتے رہے تب تک یہ کام بحسن وخوبی چلتا رہا کیوں کہ آپ خود اس کی نشاندہی فرمادیتے تھے، اتفاق سے تبییض کا یہ سلسلہ جاری تھا

کہ علامہ انور شاہ ۱۳۵۲ھ میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اب حوالوں کا تلاش کرنا ایک وقت طلب امر بن گیا، جہاں شاہ صاحب نے کتاب کا نام لکھدیا تھا تو وہاں اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے عبارتیں نقل کرلی گئیں اور بحث مکمل کردی گئی لیکن جہاں حوالے کی کتاب کا نام نہیں تھا وہاں بھی مظان کے سہارے کوشش کی گئی کہ شاہ صاحب کے نقطۂ نگاہ کے مطابق قدیم مفسرین کی کتابوں سے حوالے کی عبارتیں نقل کردی جائیں لیکن بہت سے مقامات پر کامیابی نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ بہت سے مقامات پر صرف شاہ صاحب کی یادداشت کے نقل کردینے پر اکتفا کرلیا گیا ہے اور بحث کو مدلل و مبرہن کرنے کیلئے تائیدی عبارتوں کو نقل کیا جاسکا۔

شاہ صاحب علوم کے بحر زخار تھے اس لئے چند جملوں میں بڑی تفصیل طلب باتیں کہہ جاتے تھے، کم علم لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہوجاتا ہے پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن پاک کے ان مشکل مقامات کی شاہ صاحب نے جو توضیح و تشریح فرمائی ہے اور اہل علم کے لئے مفید ہے، اس کی تاحد امکان وضاحت کردی جائے

کتاب مولانا احمد رضا صاحب بجنوری نے مرتب فرمائی ہے اور کتاب کے شروع میں مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ یتیمۃ البیان کے نام سے ہے جو کافی ضخیم ہے وہ مستقل ایک کتاب ہے جو علیحدہ بھی طبع کیا گیا ہے اور اس کتاب کے آغاز میں درج کردیا گیا ہے، مرتب شاہ صاحب کے علوم کے امین ہیں اس لئے اس ترتیب میں بھی اس کی جھلک ملتی ہے، کتاب خوب صورت ٹائپ میں چھپی ہے مقدمہ کے صفحات ۲۰۰ میں اور اصل کتاب ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے مجموعی صفحات ۵۸۰ میں، اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا ہے۔

قصص القرآن

مصنف۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رکن ندوۃ المصنفین دہلی متوفی ۱۳۸۲ھ

زبان اردو۔ چار جلدوں میں، ضخامت ۱۴۸۳ صفحات ناشر ندوۃ المصنفین دہلی

قرآن پاک میں قصص کا بھی ایک حصہ ہے، بالخصوص انبیاء سابقین کی زندگی کے واقعات بار بار آتے ہیں اور ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، بعض انبیاء کے واقعہ کو درجنوں بار مختلف حیثیتوں سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اصحاب کہف والرقیم اصحاب الایکۃ، اصحاب الاخدود، اصحاب الجنۃ، ذوالقرنین، حضرت لقمان وغیرہ کے تذکرے قرآن میں موجود ہیں، ان واقعات کے ذکر سے قرآن کا مقصد موعظت وعبرت اور نصیحت ہے، اس لئے واقعہ کے صرف اسی پہلو کو بیان کرتا ہے جس سے قرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، نہ ترتیب ضروری ہوتی ہے نہ جزئی تفصیلات کی پابندی، تقریباً قرآن پاک کا ایک تہائی حصہ ان واقعات پر مشتمل ہے، چونکہ واقعات مختصر ہیں اس لئے واقعات کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ سے بھی کچھ روشنی پڑتی ہے پھر بھی عجوبہ پسند طبیعتوں کو تشنگی محسوس ہوتی ہے اس لئے رطب ویابس روایات کے ذریعہ قصہ کی مزید کڑیوں کو جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے بالخصوص انبیاء سابقین کی زندگی کو اسرائیلی روایات اور موضوع روایتوں کی خرافات نے اور بدمنظر بنا دیا ہے اور ایسی کہانیاں گھڑی ہیں جن سے ان عظیم المرتبت شخصیتوں کو داغدار بنا دیں بہت سے ایسے واقعات بھی ہیں جن کا یورپین مصنفین انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کی عقل انہیں قبول کرنے کیلئے تیار نہیں انہیں وہ فرضی اور من گھڑت کہتے ہیں، جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان واقعات سے انکار کو اپنی روشن خیالی کی دلیل سمجھتا ہے۔

مصنف نے قرآن میں مذکور تمام انبیاء اور سابق اقوام کے واقعات کو باستیعاب لیا ہے اور قرآن کے الفاظ کے دائرے میں رہ کر واقعات کی تفصیل دی ہے اور مستند روایتوں اور اقوال مفسرین سے اس کو مدلل ومبرھن کیا ہے، مصنف کے سامنے تفسیر کی تقریباً تمام مدون تفسیریں معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ہر جگہ متعدد تفسیروں کے حوالے دیتے ہیں لیکن ذہن تحقیقی ہے اور مطالعہ وسیع ہے اس لئے کہیں بھی کسی کی مرعوبیت کی جھلک نظر نہیں آتی بلکہ بڑی جرأت سے اغلاط واقعات وتفصیلات کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس کے عقلی ونقلی دلائل دیتے ہیں اگر مفسرین کے اقوال

میں اختلاف ہے تو ان کو ذکر کر کے جو مستند ترین قول ہو اسے صرف اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس کی تائید میں مزید دلائل فراہم کرتے ہیں۔
مثلاً ذوالقرنین کی شخصیت میں مختلف اختلافات ہیں اس بحث کو بہت مفصل لکھا ہے سد سکندری کا ذکر بھی اس ضمن میں آتا ہے، اصحاب کہف کے واقعہ میں بہت سی جزئیات کے اندر اختلافات ہیں، ان کا زمانہ وقوع کیا ہے، لبان کا واقعہ ہے واقعہ کی اصلیت کیا ہے؟ ان تمام باتوں کو بڑے محققانہ اور عالمانہ طور پر تحریر کیا ہے اور ہر جگہ اسرائیلی روایات کا انبار ان وقعات کے ضمن میں آتا ہے اس کی نشان دہی کر کے اس کی بھرپور تردید کرتے ہیں اور ہر جگہ مستند اور تشفی بخش دلائل و براہین سے کام لیتے ہیں، کوئی بات سرسری نہیں کہتے ہیں۔
غرضیکہ قصص القرآن کے سلسلہ میں ایسی مدلل کتاب اردو میں نہ پہلے لکھی گئی اور نہ بعد میں ابتک لکھی جا سکی ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں اس کتاب نے بڑی مقبولیت حاصل کی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسکی بعض جلدیں وہ ہیں جو نویں ایڈیشن کی ہیں یہ چوتھا اور پانچواں ایڈیشن تو ہر جلد کا ہے۔
کتاب متوسط سائز کی چار ضخیم جلدوں میں ہے پہلی جلد میں حضرت آدم علیہ السلام سے سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے اور ہابیل قابیل کے واقعہ کے بعد حضرت نوح حضرت ادریس حضرت صالح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل حضرت اسحاق حضرت لوط حضرت یعقوب حضرت یوسف حضرت شعیب حضرت موسیٰ حضرت ہارون کے واقعات درج کتاب کئے گئے ہیں اسی سلسلہ میں قوم عاد، قوم ثمود، اصحاب ایکہ کے حالات آگئے ہیں یہ جلد ۵۰۲ صفحات پر مشتمل ہے دوسری جلد میں حضرت یوشع بن نون، حضرت حزقیل، حضرت الیاس، حضرت الیسع حضرت شمویل حضرت داؤد، اسی ذیل میں اوریا کی بیوی کا افسانہ اور اس کی مدلل تردید، حضرت سلیمان ملکہ سبا بلقیس کا ذکر پھر حضرت ایوب حضرت یونس حضرت ذوالکفل حضرت عزیر حضرت زکریا حضرت یحییٰ کے واقعات ہیں۔ بعض انبیاء کے سلسلہ میں بہت سی تفسیروں

میں اسرائیلی روایتوں کا ایک طومار ہے، مصنف نے اس طرح کی تمام روایتوں کو ذکر کر کے اس کی مکمل اور پرزور تردید کی ہے یہ جلد ۲۱۰ صفحات پر مشتمل ہے تیسری جلد میں انبیا کرام کی سوانح حیات کے ساتھ اصحاب الجنۃ، اصحاب القریہ، حضرت لقمان اصحاب سبت، اصحاب الرس، بیت المقدس اور یہود، ذوالقرنین، سد سکندری اصحاب کہف والرقیم، سبا اور سیل عرم، اصحاب الاخدود، اصحاب الفیل کی مکمل اور محققانہ تفسیر و تشریح کی گئی ہے اس جلد کے ۲۱۸ صفحات ہیں، چوتھی جلد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات وحالات اور واقعات کا مبصرانہ اور ایمان افروز بیان ہے اس جلد کے صفحات ۳۲۰ ہیں پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۱۰۱۲ ہیں۔

تلخیص البیان

مرتب۔ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی (متوفی ۱۳۹۴ھ)

زبان اردو۔ برائے حمائل شریف

بیان القرآن حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی اردو میں بڑی عالمانہ تفسیر ہے اختصار کے ساتھ جامعیت اس کی بنیادی خصوصیت ہے، عوام وخواص علماء ومشائخ، طلبا و اساتذہ ہر ایک کی تسکین قلب اور ذہنی وفکری الجھنوں کا اس میں مداوا ہے۔ یہ اردو کی مقبول ترین تفسیر ہے

مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے اسی تفسیر بیان القرآن کی مصنف کے حکم سے تلخیص فرمائی ہے، تاکہ حمائل شریف میں اشاعت پذیر ہو سکے۔ تلخیص مکمل ہونے پر تھانہ بھون سے جو حمائل شریف شائع کیا گیا ہے اس کے حاشیہ پر یہی بیان القرآن کی تلخیص "تلخیص البیان" کے نام سے شائع کی گئی ہے

اس کے بعد دوسرے مطابع نے مترجم حمائل شریف کے حاشیہ پر شائع کیا ہے اور برابر یہ تلخیص شائع ہو رہی ہے۔

تفسیروں میں اسرائیلی روایات

مصنف - اسیر ادروی، استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس
زبان اردو، ضخامت پونے چار سو صفحات
ناشر، کتب خانہ حسینیہ دیوبند ضلع سہارنپور

تفسیروں میں بہت سی اسرائیلی روایتیں بھی آگئی ہیں، بالخصوص انبیاء سابقین کے واقعات کے سلسلہ میں بہت سی رطب ویابس کہانیاں مفسرین نے اپنی تصنیفات میں درج کردی ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود انبیاء سابقین کے تفصیلی حالات اور فرضی قصے، اور لغو کہانیاں اپنی مذہبی کتابوں سے بیان کرتے تھے ان کی بھی بے بنیاد کہانیاں نقل در نقل ہونے ہوئے انبیاء کے تذکروں میں شامل ہوگئیں اور ان کو مصنفین نے اپنی کتابوں میں لکھ بھی دیا جبکہ پورے قرآن میں اس طرح کے واقعات کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے اور نہ روایت صحیحہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور نہ احادیث میں ان کی طرف اشارے ہیں۔

کچھ مفسرین نے ان فرضی روایتوں کو تو مفصل ذکر کیا مگر ان پر تنقید کر کے ان کے بے اصل ہونے کو واضح لفظوں میں بیان کر دیا لیکن دوسرے بعض مفسرین نے ان اسرائیلی روایتوں کو تو لکھا لیکن ان پر تنقید نہیں کی اور نہ ان کے اسرائیلی خرافات ہونے کو بیان کیا جس کی وجہ سے قاری اس روایت کو صحیح سمجھنے لگتا ہے، مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریا کا واقعہ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا واقعہ بلقیس کی شخصیت، حضرت یوسف اور زلیخا کے واقعات کی تفصیل، حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے متعدد واقعات، حضرت ایوب کی بیماری کا واقعہ، غرانیق العلی کی داستان، زینب بنت جحش کی فرضی کہانی، یاجوج ماجوج کی اصلیت، عوج بن عنق کا محیر العقول افسانہ، عمالقہ کے قد و قامت کا حیرت ناک اظہار و بیان وغیرہ وغیرہ بہت سی تفسیر کی کتابوں میں یہ واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں

جبکہ ان کہانیوں کا بڑا حصہ اسرائیلی روایات پر مشتمل ہے اور بے اصل ہے ان سے انبیاء کرام کی بے داغ شخصیتیں داغدار ہوتی ہیں، بعض واقعات تو ایسے ہیں کہ اگر ان کے صحیح ہونے کا ایک مسلمان یقین کرے تو دائرہ ایمان ہی سے خارج ہو جائے۔

اس کتاب میں ایسی تمام روایتوں کو محدثین کے اقوال اور فن اسماء الرجال و جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کے بے اصل اور بے بنیاد ہونے کو ثابت کیا گیا ہے اور تفسیر کی مستند کتابوں اور محقق علماء و مفسرین کے اقوال کی روشنی میں ان کے غلط اور بے بنیاد ہونے کو واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں فرضی، موضوع اور اسرائیلی روایتوں کی وسعت اور پھیلاؤ کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور اسرائیلی روایتوں کو اسلامی روایتوں میں شامل ہونے کی داستان بیان کی گئی ہے، کتاب پر مقدمہ مولانا محمد تقی امینی پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا ہے، کتاب کتب خانہ حسینیہ کی طرف سے شائع کی گئی ہے، کتاب پونے چار صفحات پر مشتمل ہے۔

یتیمۃ البیان

مصنف، مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۷ھ

زبان عربی، طباعت ٹائپ، ضخامت ۵۰ ناشر مجلس علمی کراچی

کتاب کا پورا نام "یتیمۃ البیان فی شیٔ من علوم القرآن" ہے اس میں فن تفسیر کے مختلف مسائل پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے، بات لفظ قرآن سے شروع ہوتی ہے، اور اس کی تحقیق کی جاتی ہے پھر قرآنی علوم کے ساتھ اسلامی دنیا میں ضخیم سے ضخیم تر جو تفسیریں لکھی گئیں ان کا ذکر کیا گیا ہے پھر یہ بتایا گیا ہے کہ تفسیر قرآن کے لئے کیا کیا شرائط ہیں تفسیر بالرائے کسے کہتے ہیں، اور اس کا کیا حکم ہے؟ اہل تصوف نے جو تفسیریں لکھیں اور ان میں تصوف کے مسائل مستنبط کیے ہیں اور ان کی تفصیل دی ہے اس

کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ قرآن نے ظاہر الفاظ سے اسی اور مقصد کے اظہار کے لئے ہیں
مصنف نے قدیم مشہور تفسیروں کے تعارف کیساتھ موجودہ دور کی عربی
اور اردو تفسیروں پر بھی گفتگو کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہندوستان میں بہت سی
ایسی تفسیریں لکھی گئیں جو اہل حق علماء کے نزدیک سخت قابل اعتراض تھیں، ان
کا ذکر کرکے انکی کچھ صریح غلطیوں کو بیان کیا گیا ہے، ان تفسیروں میں خصوصیت
سے سرسید احمد خان بانی علی گڈھ یونیورسٹی کی تفسیر اور ابو الاعلیٰ مودودی کی تفسیر
تفہیم القرآن، عنایت اللہ مشرقی کی تفسیر کا ذکر کرکے انکی خامیوں، کوتاہیوں، غلطیوں
اور شریعت کے معارض نظریات و نقطہ نگاہ پر روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ علماء امت کی
تصریحات اس کے برعکس ہیں اور سنت میں ان نظریات وخیالات کی
قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ قرآن میں تحریف ہے اور اسلامی نقطہ
نگاہ سے وہ خیالات جن کا ان تفسیروں میں بعض مقامات پر اظہار کیا گیا
ہے مجرمانہ ذہنیت کے پروردہ ہیں۔

آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کا بھی ذکر ہے اس میں
جہاں جہاں سلف صالحین کی تفسیروں سے انحراف ہے ایسے کئی مقامات
کی نشاندہی کی گئی ہے یتیمۃ البیان میں وجوہ اعجاز کو قدرے تفصیل سے بیان کیا
گیا ہے اور جن جن حیثیتوں سے قرآن کا اعجاز علماء نے لکھا ہے اسکی پوری تفصیل
دی ہے۔

کتاب عربی زبان میں ہے قدیم عربی نثر نگاروں کا طرز ہے اور سجع کی بھی
رعایت پائی جاتی ہے مگر زبان سلیس شگفتہ ہے البتہ کہیں کہیں الفاظ دقیق بھی
استعمال کئے گئے ہیں جنکے لئے لغت کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کتاب
ٹائپ میں سفید کاغذ پر عمدہ چھاپی گئی ہے، کتاب کے صفحات ۵۰ ہیں یہی کتاب
علامہ کشمیری کی کتاب مشکلات القرآن کے ساتھ بطور مقدمہ چھاپ
دی گئی ہے۔

التقریر الحاوی

مصنف۔ مولانا سید فخر الحسن صاحب شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۳۹۰ء
زبان اردو، تین جزوں میں۔ ناشر مکتبہ فخریہ دیوبند۔

کتاب کا پورا نام التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی ہے کتاب کے شروع میں دس صفحے کا مقدمہ ہے جس میں سب سے پہلے یہ بات بتائی گئی ہے کہ فن تفسیر شروع کرنے سے پہلے سات باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ پھر اس کی تفصیل دی ہے۔ لفظ تفسیر کی لغوی تحقیق اور اصطلاحی تعریف کر کے کتاب کے مصنف علامہ قاضی بیضاوی کے حالات زندگی قدرے تفصیل سے دیئے گئے ہیں پھر ان کی تفسیر بیضاوی کی خصوصیت اور طرز تحریر پر روشنی ڈالی گئی ہے آخر میں قرآن کے نزول اور سورتوں کی تفصیل اور ترتیب نزول سُوَر پھر سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کی گفتگو پر مقدمہ ختم کیا ہے۔ اس کے بعد اصل شرح شروع ہوتی ہے۔

طرز تحریر یہ ہے۔ پہلے تفسیر بیضاوی کا ایک جملہ نقل کر کے اس کے مفرد الفاظ کی تحقیق کرتے ہیں پھر پورے جملے کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں اور اس سے متعلق جتنی بحثیں ہو سکتی ہیں ان کو بیان کرتے ہیں، بعض بعض مقامات پر منطقی انداز بیان ہے اور بعض فلسفی زبان میں گفتگو کی گئی ہے۔ جملہ میں ضمیروں کا مرجع اور اس کے جملہ امکانات کو بیان کر کے ہر ایک کے مفہوم کو عمدہ عمدہ بیان کرتے ہیں اگر جملہ میں صفت مشبہ کا صیغہ ہے تو اسم فاعل کا صیغہ نہ لانے کی توجیہ پیش کرتے ہیں غرضیکہ وہ باتیں باترتیب درمرقع بیان کرتے ہیں جو ہمارے مدارس عربیہ میں درس و تدریس کے موقع پر اساتذہ طلبہ کو بتاتے ہیں، چونکہ یہ کتاب بھی طلبہ کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے اس لئے ہر جگہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ مدرس اپنے تلامذہ کے سامنے درسی تقریر کر رہا ہے۔

بیان میں کوئی تعقید اور الجھاؤ نہیں، بات کو سہل سے سہل تر طریقہ سے ذہنوں میں اتار دینے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور عبارت کی پیچیدگی طلبہ کو مفہوم سمجھ میں مخل نہیں ہوتی ہے، جس مقصد سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اس میں یہ کامیاب ہے، کتاب تین جزوں میں شائع کی گئی ہے پہلے جزء کے صفحات ۲۳۲ دوسرے جزء کے ۲۱۲ تیسرے جزء کے صفحات ۱۱۶ ہیں کل ۵۶۰ صفحات پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

اعجاز القرآن

مصنف، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند۔
یہ اردو میں ایک مختصر رسالہ ہے جس میں قرآن پاک کا کلام ربانی اور وحی الٰہی ہونا دس دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے، ۱۳۵۱ھ میں یہ کتاب حیدرآباد کے زمانہ قیام میں لکھی گئی یہ مختصر سا رسالہ ہے، جس کو جید برقی پریس دہلی نے چھاپا ہے، اس کا سائز ۲۶×۲۰ ہے۔

لغات القرآن

مصنف، مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین دہلی۔
زبان، عربی اردو، سائز متوسط، ناشر ندوۃ المصنفین دہلی۔
عربی زبان میں الفاظ قرآنی کے لغات کئی ایک ہیں ان میں سے سب سے مشہور مفردات امام راغب ہے جو آج بھی دستیاب ہے، اکثر کتابیں جو اس موضوع پر لکھی گئیں ناپید ہیں، اردو زبان میں ابتک اس پر کوئی کام نہیں ہوا تھا بعد میں کئی لغت اہل علم کے سامنے آئے۔ لغات القرآن یہ پہلی کوشش ہے اور کامیاب کوشش ہے، مصنف نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔
الفاظ کے کئی معانی ہوسکتے ہیں اور عرب میں مروج بھی تھے لیکن قرآن

نے اس لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ اس کا متعین کرنا تنہا لغت نویس کا کام نہیں بلکہ اس میں مفسرین کی بھی مدد ضروری ہے اس لئے الفاظ قرآنی کے علحدہ سے لغات لکھنے کی ضرورت پیش آئی اس کتاب میں ٹھیک وہی معنی لکھے گئے ہیں جن کی مفسرین کی تفسیروں سے تائید ہوتی ہے۔ مصنف نے لغات قرآنی کے ساتھ الفاظ قرآنی کی فہرست بھی ہے جو بڑا ہی دقت طلب کام تھا ہر اس لفظ کو جو قرآن میں متعدد بار آیا ہے اس کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ یہ لفظ کس کس پارے میں اور کس کس رکوع میں آیا ہے۔ لغات میں اسم فعل، حرف، ہر ایک کے معنی لکھے گئے ہیں، اگر اسم ہے تو اس کا واحد اور جمع بھی بتادی گئی ہے اگر فعل ہے تو اس کا باب بھی لکھ دیا ہے اور قرآن میں اس باب سے جو جو صیغے استعمال ہوئے ہیں سب کو علحدہ علحدہ لکھ کر ہر ایک کے معنی لکھے گئے ہیں مثلاً قال، یقول، قلتم، قلنا وغیرہ غرضیکہ قرآن نے جو صیغہ بھی استعمال کیا ہے ہر ایک کا معنی لکھا ہے صرف ایک جگہ القول کا معنی لکھ کر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، کسی لفظ کے معنی یا تشریح میں مفسرین، فقہا اور اہل لغت کے درمیان اختلاف ہے ان اختلافات کو نقل کر کے قول فیصل لکھا گیا ہے اور تمام فوائد لکھ دیئے گئے ہیں جو فہم قرآن میں سہولت پیدا کریں۔ جو لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے وہ تمام معانی بالتفصیل لکھے ہیں اور بتا دیا ہے کہ کس موقعہ پر یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ انبیاء سابقین یا دوسری شخصیات مثلاً فرعون، ہامان، قارون، اصحاب الایکہ، مرأۃ فرعون، امرأ العزیز وغیرہ کے نام ہیں وہاں پوری تفصیل سے کلام کیا گیا ہے کہیں کہیں تو یہ وضاحت کئی صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ان کے حالات و واقعات بیان کرنے میں صحیح روایات کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ موضوع اور جھوٹی روایتوں اور اسرائیلیات سے بالکلیہ اجتناب کیا گیا ہے، قرآن میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے اس کی جغرافیائی تفصیل اور موجودہ دور کی تحقیقات کی روشنی میں اس کی توضیح کی گئی ہے

الفاظ مرکبہ میں ضمائر کا مرجع متعین کیا گیا ہے، ترکیب اضافی اور ترکیب توصیفی بھی بیان کی گئی ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی بھی بتادی گئی ہے اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن کا لغت ہے اس لئے محض لغات کے تتبع پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر لفظ کے وہی معنی لکھے جائیں جس معنی میں قرآن نے استعمال کیا ہے اور جو معنی علما حق نے اس سے سمجھے ہیں. کتاب بڑی حد تک جامع ہے۔ اردو تراجم و تفاسیر کے ذریعہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے والوں کے لئے دلیلِ راہ کے طور پر کام آسکتا ہے

اردو زبان میں لغات قرآن کے موضوع پر ایک اچھی کتاب ہے کتابت وطباعت بھی بہتر ہے۔ کتاب چھ جلدوں میں ہے چونکہ یہ کتاب اردو خواں طبقہ میں مقبول ہوئی اس لئے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے مرے سامنے جو نسخہ ہے وہ چوتھے یڈیشن کا ہے جو ۱۳۰۳ء میں شائع ہوا ہے اس کی پہلی جلد جو باب الامت پر مشتمل ہے وہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے دوسری جلد کے صفحات ۳۲۹ تیسری جلد کے ۳۰۰ چوتھی جلد کے ۳۱۲ پانچویں جلد کے ۴۹۹ اور چھٹی جلد کے صفحات ۴۴۳ ہیں کتاب کے مجموعی صفحات ۲۱۶۲ ہیں۔

احسن البیان فی مایتعلق بالقرآن.

مصنف، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی (متوفی ۲۱ جنوری ۱۹۵۷ء)

اس رسالہ میں متعلقات قرآن مثلاً جمع و ترتیب، نزول قرآن، اقسام وحی، اعجاز قرآن۔ وغیرہ عنوانات پر مفید اور مستند معلومات جمع کی گئی ہیں. ابتداءً یہ طویل مضمون رسالہ "الحکمۃ" میں شائع ہوا۔ بعد میں اسے کتابی شکل میں شائع کردیا گیا

مرآۃ التفسیر

مصنف ، مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی
فن تفسیر کی مشہور درسی کتاب بیضاوی شریف کے لئے بطور مقدمہ یہ مضمون لکھا گیا تھا اس کے عنوانات سے اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کتاب کے مضامین مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہیں ،

الفائدۃ الاولیٰ فی معنی التفسیر والتاویل، الفائدۃ الثانیۃ فی ما لابد منہ فی التفسیر ومعنی التفسیر بالرای ، الفائدۃ الثالثۃ فی تحقیق معنی ان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ، الفائدۃ الرابعۃ فی المتشابہات ، الفائدۃ الخامسۃ فی صفات المفسرین وطبقۃ التابعین ، الفائدۃ السادسۃ فی ترجمۃ المصنف وکتابہ
سائز $\frac{20 \times 26}{8}$ ہے ، یہ مقدمہ ایک زمانہ سے مختلف ناشرانِ کتب بیضاوی کے ساتھ چھاپ رہے ہیں ، کتابی شکل میں علیحدہ طبع نہیں ہوا ہے

٭٭٭٭٭٭

تاریخ الاحکام

مصنف، مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری۔
زبان اردو، سائز ۲۲ × ۱۸ ضخامت ۲۰۷ صفحات، ناشر مدنی دارالتالیف بجنور

تاریخ الاحکام پر گفتگو اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب قرآن کا غائرانہ مطالعہ ہو اور سورتوں بلکہ آیتوں کی ترتیب نزول معلوم ہو اور اسی کے ساتھ بہت سی سورتوں میں جو مکی لکھی ہوئی ہیں ان میں مدنی آیات بھی ہوتی ہیں وہ بعد میں نازل ہوئی ہیں اس لئے مکی اور مدنی سورتوں کی تعیین کے ساتھ مستثنیات کا بھی پورا علم ہونا چاہئے، کیوں کہ احکام بھی بتدریج آئے ہیں۔

مصنف نے سب سے پہلا کام یہ کیا ہے کہ تفاسیر اور احادیث کی مدد سے سورتوں کے نزول کی تاریخیں لکھ دیں اور قرآن کی تمام سورتوں کو سنہ نبوی اور سنہ ہجری کی تفصیل و وضاحت کے بعد انکی پوری فہرست شروع کتاب میں دیدی ہے مطالعۂ قرآن سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ بہت سی سورتوں کی تاریخ نزول متعین ہے اسی طرح بہت سی سورتیں ایسی بھی ہیں جن کی تاریخ نزول کو قطعیت کے ساتھ بتایا نہیں جاسکتا البتہ قیاس و قرائن کی مدد سے اس کا قریبی زمانہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ مصنف نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم نے جو لکھ دیا ہے وہ حرف آخر ہے۔

پھر ایک مسئلہ اور آتا ہے کہ ایک سورہ کے کچھ اجزا پہلے نازل ہوئے اور کچھ اجزا بہت بعد میں ایسی صورت میں مصنف نے مستثنیات کی بھی نشان دہی کرنے

کوشش کی ہے اور جب تاریخ نزول ایک حد تک متعین کر لی گئی تو قرآن میں مذکور احکام کی تاریخ بھی معلوم ہو گئی، مصنف نے اسی ترتیب سے کام لیکر احکام شرعی کی ایک تاریخ مرتب کی ہے جو اگرچہ ہر مسئلہ میں قطعی نہیں کہی جاسکتی لیکن بڑی حد تک اس میں صحت ہے اور جہاں جہاں اختلاف ہے اس کی وضاحت بھی کردی ہے جیساکہ تحریم خمر کے سلسلہ میں یہ اختلاف بہت کھل کر سامنے آیا ہے اور تحریم خمر کا کوئی قطعی سال متعین کرنا انتہائی مشکل ہے علماء کے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں اور ہر ایک کے اپنے اپنے دلائل بھی ہیں لیکن ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہے اس لیے مصنف نے ہر ایک کے قول کو نقل کر دیا ہے اور کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی ہے

اردو میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا کام ہے اس لئے مصنف کو بذات خود تلاش و تفحص سے اس عقدہ کی گرہ کشائی کرنی تھی یہ بات ضرور ہے کہ تفاسیر میں اس سلسلہ کی بیشتر باتیں ضرور ہیں مگر بہت سے مقامات پر مفسرین بھی کسی قطعی نتیجہ پر نہیں پہونچ سکے ہیں اس لئے مصنف نے احادیث اور تاریخ سے مدد لی ہے۔

کتاب وسیع مطالعہ اور محنت سے مرتب کی گئی ہے، کتاب کے صفحات ۲۰۴ ہیں۔ ناشر مدنی دارالتالیف بجنور ہے۔

قاموس القرآن

مصنف۔ مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی استاذ جامعہ ملیہ دہلی متوفی ۱۹۹۲ء

اردو زبان میں الفاظ قرآنی کا لغت ہے۔ لغات کے لفظ سے عام طور پر ذہن میں آتا ہے کہ الفاظ لکھ کر اسکے معنی لکھ دیئے گئے ہوں گے۔ لیکن قاموس القرآن اس نوعیت کا لغت نہیں ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ صرف الفاظ قرآنی کا لغت ہے اس لیے کسی لفظ کے لغوی معنی کے ساتھ اس بات کا لحاظ رکھنا بھی اشد ضروری

ہے کہ مفسرین نے اس موقعہ پر کیا مفہوم مراد لیا ہے اس لئے ہر لفظ کے معنی لکھتے ہوئے کتب لغت کے ساتھ مستند تفاسیر کی تشریحات و توضیحات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، مصنف نے انتہائی تحقیق کے بعد ہر لفظ کے وہی معانی لکھے ہیں جو آیت قرآنی کی تفسیر کے مطابق ہیں، قاموس القرآن میں تمام الفاظ قرآنی کو بالاستیعاب لیا گیا ہے اور انھیں اپنی اصل صورت میں لغت قرار دیکر بہ ترتیب حروف تہجی لکھا گیا ہے اور پھر اردو میں اسکا وہی معنی لکھا گیا ہے جو قرآن میں مراد لیا گیا ہے ہر لفظ کی نحوی و صرفی تشریح کی گئی ہے اور صلات کو بھی بیان کیا گیا ہے، اسم ہونے کی صورت میں جمع اور واحد کو بھی بتا دیا گیا ہے، اس کی تیسری اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ جملہ اہم الفاظ پر تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں، بعض بعض مقامات پر یہ نوٹ کئی کئی صفحات تک چلے گئے ہیں، نوٹ لکھتے ہوئے اہم اور مستند تفسیروں کو پیش نظر رکھا گیا ہے، خصوصاً اعلام، امکنہ، اقوام، اور انبیاء کرام کے ناموں پر بہت تفصیلی نوٹ کتاب میں موجود ہیں اور اس موقعہ پر قدیم و جدید دونوں طرح کی تحقیقات کو پیش کیا گیا ہے، مثلاً یہود پر یہ نوٹ تقریباً چار صفحات میں ہے اور اس میں یہود کی اجمالی تاریخ تک آگئی ہے انبیاء کے ناموں کے ساتھ ان کے زمانوں کی تعیین، شخصی تعارف ان کی دعوت و تبلیغ، ان کی قوم کا طرز عمل اور اگر ان پر عذاب الٰہی آیا ہے تو اس کی پوری تفصیل دیتے ہیں۔

بہت سے الفاظ کو آیت قرآنی میں پیش کر کے پوری آیت کی تفسیر مختصر اور جامع لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں اور ہر نوٹ میں مستند تفاسیر کے حوالے بقید جلد و صفحہ دیتے جاتے ہیں تاکہ قاری اگر مزید مطالعہ کرنا چاہے تو حوالے کی کتابوں سے استفادہ کرلے۔

غرضیکہ قرآن کے مشکل مقامات کا حل اور خاص خاص مواقع پر مکمل اور مستند تفسیر ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مصنف نے اپنی تصنیف

کا ماخذ صرف ایسی ہی کتابوں کو بنایا ہے جو اس فن میں مستند معتبر اور ان کا درجۂ استناد تسلیم شدہ ہے، تفسیر آیات میں اتباع سلف کا پورا پورا اہتمام کیا ہے جو تفسیر کی حقیقی روح ہے۔
کتاب ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، مرے سامنے جو ایڈیشن ہے وہ تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۷۱ء میں شایع ہوا ہے، یہ کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ اس کے ایڈیشن بار بار شائع ہو رہے ہیں، کتاب میں اساطین ملت اور جلیل القدر علماء کی رائیں بھی درج ہیں، کتاب کا ناشر مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ ہے

تاریخ ارض القرآن

مصنف، مولانا سید سلیمان ندوی (دار المصنفین اعظم گڈھ) متوفی ۱۹۵۳ء
قرآن مجید کی تاریخی آیات کی تفسیر، سرزمین قرآن (عرب) کے جغرافیہ اور قرآن میں جن عرب اقوام و قبائل اور مقامات کا ذکر ہے ان کی تاریخی اور اثری تحقیق پر یہ ایک منفرد اور محققانہ تصنیف ہے، اردو میں تو یہ کتاب اپنے موضوع و مواد اور اپنی تفصیلات کے لحاظ سے پہلی اور بے مثال کتاب ہے ہی، خود عربی میں بھی خاص اس موضوع پر اتنی جامع اور معترضین کے شافی جوابات پر مشتمل کوئی کتاب نہیں ہے، قدیم علماء نے عرب کے جغرافیہ پر لکھا ہے، کسی نے قبائل عرب کا تعارف کرایا ہے، کسی نے عرب کے قدیم اور مشہور مقامات کی تفصیل دی ہے لیکن یہ ساری کتابیں اس وقت لکھیں گئیں جب یورپ کا علم ابھی عہد طفولیت میں تھا اور دشمنان اسلام مستشرقین کا مادی وجود ابھی پردۂ عدم میں تھا اور جب یورپ میں اسلامی علوم کا مطالعہ کیا گیا تو سب سے پہلے اسلام کے احکام و مسائل کو نشانہ بنایا گیا، لیکن اسلامی دنیا نے اس کے پرخچے فضاء آسمانی میں اڑا دیے وہ ایک صدی تک اعتراضات کرتے کرتے

تھک گئے اور اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور اسلام کی حقانیت پر حرف نہ لا سکے۔

پھر مستشرقین نے جنگ کا محاذ بدل دیا اور انھوں نے قرآن میں جن تاریخی اقوام، مقامات شخصیات، قبائل، حوادث و واقعات کا ذکر کیا ہے ان کو نشانہ بنایا اور اثری تحقیقات کے نام پر قرآن کے بتائے ہوئے حقائق کی تکذیب شروع کر دی، آثار قدیمہ کی کھدائی میں برآمد کتبات کی روشنی میں انھوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن نے گذشتہ اقوام و مقامات اور ان سے متعلق حوادثات و واقعات کی جو تفصیل دی ہے وہ صرف افسانہ ہے اور اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے، دلیل میں انھیں برآمد شدہ کتبات اور تحریرات کو انھوں نے پیش کیا۔

یہ کتبات و نقوش سبائی، نبطی، حمیری اور آرامی زبانوں میں تھے جن کا پڑھنا ایک دشوار امر تھا لیکن مستشرقین سے بہت پہلے اسلامی جغرافیہ نویس ان کو پڑھ چکے تھے مگر انھوں نے بھی ان کتبات و نقوش کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس سے نتائج نکال کر ان کو اسلام کے خلاف استعمال کیا، اس طرح انھوں نے مسلمانوں کی سب سے اہم اور بنیادی کتاب قرآن کو بے وزن اور ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کی انھیں کوششوں کے جواب میں یہ کتاب تصنیف کی ہے اس کتاب کی ترتیب کے وقت ان تمام مستشرقین کی کتابیں ان کے پیش نظر تھیں جو انھوں نے اس موضوع پر لکھی تھیں، جدید تحقیقات اور اس کے نتائج سے واقفیت کے بعد انھوں نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور انھوں نے ان جدید تحقیقات کو سامنے رکھ کر قرآنی آیات کی مہیا کردہ تفصیلات سے مقابلہ کیا اور بتایا کہ ابتک جتنی بھی تحقیقات اور اکتشافات ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی

قرآن پاک کے بیان کی تردید نہیں کرسکا ہے۔ یمن، حضرموت، حوران تدمر، بطرا، مداین، صالح، صفا، حجر، حجاز، عراق اور مصر میں ہزاروں کتبات اور نقوش کھدائی میں نکالے گئے اور خلافت عباسیہ کے زمانے میں علمار اسلام نے ان کو پڑھ کر اپنی کتابوں میں جو ان کی تفصیلات دی ہیں سید صاحب ان تمام سے بخوبی واقف تھے اس لئے ان کو بعد کی تحقیقات سے جو نتائج نکالے گئے ان کا پوسٹ مارٹم کرنے میں پوری کامیابی ہوئی قرآن میں عاد و ثمود پھر عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ ثمود اولیٰ و ثمود ثانیہ کا ذکر کئی بار آیا ہے مصنف نے ان قوموں کا پورا شجرہ نسب ہی نہیں بلکہ یہ کہاں کہاں آباد ہوئے ان کے قافلے کہاں کہاں پہونچے ان کا زمانہ کیا ہے ان کے تمدنی و جغرافیائی و معاشرتی حالات کیا ہیں، قرآن میں ان پر عذاب آنے کا جو ذکر ہے اس کا ثبوت کیا ہے، حضرت لوط کی قوم پر حضرت صالح کی قوم پر عذاب آیا تو وہ کون سی جگہ ہے، آج اثری تحقیقات کی روشنی میں ان کا موقعہ ومحل کیا ہے ان تمام باتوں کو انھوں نے دلائل کی روشنی میں پیش کر کے قرآن کی حقانیت کا ناقابل تردید ثبوت پیش کر دیا ہے، اسی طرح سینکڑوں اسمار واماکن کا قرآن میں ذکر ہے ہر ایک پر آپ نے پوری داد تحقیق دی ہے اور حق یہ ہے کہ سید صاحب نے یہ کتاب لکھ کر علمار امت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

کتاب دو جلدوں میں ہے اور دار المصنفین اعظم گڈھ کے سلسلہ تصنیفات میں شامل ہے پہلی جلد اوسط سائز کے ۳۱۵ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری جلد جس میں بنو ابراہیم کی پوری تاریخ اور عربوں کی قبل از اسلام تجارت، زبان، اور مذہب پر حسب بیان قرآن مجید و تطبیق آثار و تورات و تاریخ یونان وروم تحقیقات و مباحث ہیں یہ جلد ۲۳۳ صفحات پر مشتمل ہے مجموعی صفحات ۵۴۸ ہیں۔

شرح شاطبیہ

مصنف، مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔
علامہ ابو القاسم کی شہرۂ آفاق کتاب حرز الامانی ووجہ التہانی جو عام طور پر شاطبیہ کے نام سے مشہور ہے، تجوید قرآت کے فن میں بے مثال کتاب ہے، اس کی اہمیت وافادیت کی وجہ سے اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور اس کے ترجمے کئے گئے۔ کتاب نظم میں ہے اور تجوید قرآت وترتیل کے سارے اصول وقواعد اور ضوابط اس میں آگئے ہیں اور اس کی وضاحت بھی ہے کتاب کی زبان عربی ہے۔ قاری صاحب موصوف نے عربی اشعار کا صاف شستہ اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ الفاظ کی تشریح لغوی تحقیق اور جا بجا فنی نکات نے اس کتاب کی افادیت واہمیت میں اردو خواں طبقے میں بیش بہا اضافہ کر دیا ہے کتاب ۴۰۶ صفحات پر مشتمل ہے سائز $\frac{20 \times 30}{8}$ ہے کتاب ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا ہے

تسہیل التجوید

مصنف، مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند
قاری صاحب موصوف اپنے جدامجد مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب کے شاگرد ہیں جو مشہور قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کے شاگرد تھے اس لئے قاری صدیق احمد صاحب کا اس فن سے خصوصی تعلق اور ربط ہے آپ نے مدارس عربیہ میں تجوید وقرآت پڑھنے والے طلبہ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مختصر رسالہ تحریر فرمایا ہے اختصار کے باوجود تجوید کا کوئی اہم مسئلہ ایسا نہیں ہے جو اس میں موجود نہ ہو رسالہ کے مختصر اور سہل الحصول ہونے کی وجہ سے بہت سے مدرسوں کے نصاب میں داخل ہے کتاب ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے

التحفة المرضیّة

مولانا عاشق الہٰی صاحب بلند شہری مقیم مدینہ منورہ
علامہ جزری کی مشہور کتاب مقدمۃ الجزری کی یہ مکمل اور جامع شرح ہے جو سلیس اور شگفتہ اردو میں لکھی گئی ہے اس میں امام عاصم اور ان کے دونوں راوی حضرت شعبہ اور حضرت حفص اور خود امام جزری کے حالات بھی وضاحت اور تفصیل سے لکھ دیئے ہیں، کتاب میں تجوید و قرأت کے اہم ترین مسائل آگئے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کی تقریظ کتاب پر ثبت ہے ۱۳۸۴ھ میں کتاب شائع ہوئی کتاب کے صفحات ۲۴ ہیں ۲۶×۲۰ سائز ہے۔

الجواھر النقیة فی شرح المقدمة الجزریة

مصنف: مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔
فن تجوید و قرأت کی مشہور کتاب المقدمۃ الجزریۃ کی ایک مکمل و مبسوط شرح ہے جو بڑی دیدہ ریزی سے ترتیب دی گئی ہے، مصنف نے اس شرح کی تصنیف میں فن تجوید و قرأت کی پچاسوں کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کی تفصیلات کی روشنی میں یہ کتاب مرتب کی ہے۔ شرح میں الفاظ کی تحقیق، لغات کی تشریح، معانی و مطالب کی تفہیم، موضوع سے متعلق معلومات کے وسیع ذخیرہ نے اس شرح کو ایک مستقل تصنیف کی حیثیت دے دی ہے
کتاب ۱۹۶۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی اس کے صفحات ۲۹۵ ہیں

حدیث اور علوم حدیث

فصلوں کے قائم کرنے کا کوئی سوال نہیں تھا کیوں کہ مسانید کو ابواب فقہیہ کے طرز پر مرتب بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اسی طرح مسند حمیدی بھی ہے اس لیے جو لوگ حدیث پر کام کرتے ہیں ان کے لیے کتاب میں کسی حدیث کی تلاش ایک مشکل امر ہے جبکہ صحابی کا نام معلوم نہیں ہے محقق موصوف نے اس دشواری کو اس طرح حل کیا ہے کہ آپ نے ابواب فقہیہ کے انداز پر اس کی ایک فہرست مرتب فرمادی ہے جس کی وجہ سے پوری کتاب میں تلاش کی زحمت سے قاری بچ جاتا ہے۔ اسنادحدیث میں جو نام آئے ہیں ان کی ایک علحدہ فہرست بنادی ہے۔ تیسری فہرست ان صحابہ کرام کے ناموں کی ہے جن کی روایتیں مسند حمیدی میں آئی ہیں اور صفحات کی نشاندہی کردی گئی ہے تاکہ ہر ایک کی مسند کا آغاز واختتام معلوم ہوجائے۔

مقدمہ میں امام حمیدی کے حالات، تصانیف، اور ان کے فضل وکمال اور درجہ ومقام پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، یہ کتاب مجلس علمی ڈابھیل نے پہلی بار ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں چھاپی ہے، طباعت عربی ٹائپ کی۔

صحیح ابن خُزیمۃ

امام الائمہ ابوبکر ابن اسحاق بن خزیمۃ السلمی النیسابوری المتوفی ۳۱۱ھ

تحقیق وتعلیق، ڈاکٹر محمد مصطفٰے الاعظمی استاذ حدیث ریاض یونیورسٹی (سعودیہ عربیہ)

ڈاکٹر محمد مصطفٰے اعظمی کا وطن قصبہ مؤ ضلع اعظم گڈھ ہے، آپ فاضل دیوبند ہیں جامعہ ازہر میں پانچ سال تعلیم حاصل کی ہے، پھر انھوں نے تدوین حدیث کی تاریخ پر یورپ کی ایک یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی، کی ڈگری حاصل کی ہے، آج کل ریاض یونیورسٹی سعودیہ عربیہ میں حدیث کے استاذ ہیں، صحیح ابن خزیمہ کے مخطوطہ کی دریافت اور تحقیق وتعلیق ان کا دوسرا اہم ترین کارنامہ ہے، انھیں دونوں کاموں پر ان کو فیصل ایوارڈ دیا گیا ہے۔

ابن خزیمہ تیسری صدی ہجری کے مشہور محدث ہیں، یہی وہ زمانہ ہے جب صحاح ستہ کی جمع وترتیب ہوئی ہے، ابن خزیمہ نے یہ کتاب عام جلیل القدر محدثین کے طرز

میں پڑھے جاتے ہیں اور حیرت کی جاتی ہے اسی طرح کی ایک مثال حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی ذات گرامی تھی، جو کتاب مطالعہ میں آگئی چالیس چالیس اور پچاس پچاس سال بعد بھی بقید صفحہ و سطر حوالہ دینا ان کے تلامذہ کا روزمرہ کا مشاہدہ اور تجربہ تھا۔

اگر ترمذی یا بخاری کا درس دیتے تھے تو اس ضمن میں درجنوں احادیث کے مجموعوں کے حوالے اور روایتیں پیش کر کے تلامذہ کو ان کتابوں اور روایتوں سے مکمل طور پر آشنا کر دیتے تھے۔ طرز درس محدثانہ اور محققانہ تھا، ہر استدلال علمی بنیادوں پر ہوتا اور ٹھیک اپنے استاذ حضرت شیخ الہند کی طرح روایتوں کی جمع تطبیق اور صحت و ضعف پر مبصرانہ کلام کرتے تھے، البتہ حضرت شیخ الہند کے یہاں اختصار زیادہ ملحوظ تھا اور علامہ کشمیری کے یہاں تفصیل، یہ تفصیل درحقیقت ان کی وسعت مطالعہ کے نتیجہ میں تھی، مسئلہ سے متعلق جتنی بھی روایتیں نظر سے گذر چکی ہوتی ہیں ان تمام پر سیر حاصل کلام کرنا آپ کے درس کی امتیازی خصوصیت تھی۔ اگر راوی پر گفتگو آگئی تو ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں اسکی جو حیثیت اور مقام و مرتبہ ہوتا اسے متعین کرتے اور کتابوں کے حوالے دے دیتے۔ دوران درس جب کتابوں کا حوالہ دیتے تو کتاب کی حیثیت اور مصنف کے مقام و مرتبہ کو بھی واضح کر دیتے تھے تاکہ طلبہ میں اگر شوق ہو تو اصل کتاب کا وہ خود مطالعہ کر لیں۔

فیض الباری کا مطالعہ علامہ کشمیری کے درس بخاری کی خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر کیا جانا چاہئے تاکہ اس کی افادیت کا صحیح علم ہو سکے۔

علامہ کشمیری جب ترمذی پڑھایا کرتے تھے تو احادیث احکام کی تحقیق، ائمہ مجتہدین کے مسلکوں کی وضاحت اور ہر ایک کے تمام دلائل کا صحیح علمی جائزہ اور تجزیہ اور کسی ایک کے مسئلہ کے دلائل ترجیح کو بیان کرتے تھے اور جب بخاری شریف ترمذی کی جگہ زیر درس ہوئی تو ترمذی کا طریقہ درس بخاری میں بھی اختیار کیا گیا

اور اب تفصیلی تقریریں درس میں ہونے لگیں، آپ کا طریقہ درس یہ تھا کہ ہر امام کی دلیل کو مکمل بیان کرتے اور ہر دلیل پر جو اعتراض وجواب ہو سکتا تھا وہ سب مفصل بیان کرتے تھے اس سلسلہ میں بخاری کی تمام مشہور شروح اور شارحین کی عبارتوں کو زبانی سناتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کتاب سامنے رکھی ہوئی ہے اور پڑھی جا رہی ہے، یہ آپ کی قوت حفظ کا کمال تھا، بالعموم شروح کی تلخیص کر کے بیان کرتے اور تلامذہ کو تاکید کرتے کہ اس کو اصل کتاب میں ضرور دیکھ لیں ان شارحین کے اقوال وتصریحات کے ساتھ ساتھ بہت سی اہم ترین اور دقیق بحثیں اپنی طرف سے بھی پیش کرتے تھے اور مسئلہ زیر بحث میں اپنی محققانہ رائے کا اظہار فرماتے تھے اور کثرت مطالعہ کی وجہ سے دل ودماغ میں علوم ومعارف کا جو بحر مواج متلاطم تھا اس کا ظہور ہونے لگتا تھا، علم کلام کے مباحث میں قدیم متکلمین کے طرز پر کلام کرتے تھے، کتاب التوحید میں خصوصیت سے یہ بحث بار بار آتی ہے ان مقامات کے ان مباحث کی بڑی اہمیت ہے اور اہل علم کے لئے بڑے ہی مطالعہ کی چیز ہے۔

وقت درس آپ کے دائیں بائیں تپائیوں پر حدیث کی مختلف کتابیں رکھی رہتی تھیں بالخصوص متون حدیث کی کتابیں، کسی حدیث پر اشکال اور اس کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں دوسری روایتوں سے مدد لیتے تھے اور کتابیں اٹھا اٹھا کر خود پڑھتے اس کی وضاحت کرتے، اس طرح بیک وقت کئی حدیث کے مجموعوں کی روایتوں سے طلبہ کو واقفیت ہو جاتی تھی۔

آپ کے درس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ روایت کے الفاظ سے شارع کی جو مراد اور منشا ہے جاننے اور متعین کرنے کی پوری کوشش فرماتے جبکہ دوسری روایت کے مفہوم ومعنی مختلف ہوتے ہیں مثلاً انما الاعمال بالنیات کی روایت پر جو محققانہ اور بصیرت افروز بحث فرمائی ہے وہ کسی دوسری شرح میں مشکل سے ملیگی اگر حدیث کے متعدد طرق ہیں تو ان کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش

فیض الباری علی صحیح البخاری

افادات ،، محدث جلیل حضرت علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔
جامع و محشی ،، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی متوفی ۱۳۸۵ھ
زبان عربی ،، سائز متوسط، مطبوعہ مطبعہ حجازی قاہرہ مصر، ناشر مجلس علمی ڈابھیل
سال اشاعت ۱۳۵۷ھ ، فیض الباری علامہ انور شاہ کشمیری کے درس بخاری کی تقریر ہے، جسے مولانا بدر عالم میرٹھی نے پانچ بار درس حدیث میں شریک ہو کر نوٹ کیا ہے اور پھر اپنی ضبط کردہ تقریر کو اپنے دو ہم درس ساتھیوں کی ضبط کردہ تقریروں سے مقابلہ کر کے حتی الامکان علامہ کشمیری کے ارشادات و افادات کو صحیح شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں ایک مولانا عبد القدیر صاحب کامل پوری اور دوسرے مولانا عبد العزیز صاحب کامل پوری ہیں، ان تینوں ضبط شدہ تقریروں کو پیش نظر رکھ کر فیض الباری کا مسودہ تیار کیا گیا جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

ہو سکتا ہے اس میں کہیں سہو کتابت یا استاذ کے فحوائے کلام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہو جیسا کہ قرین قیاس ہے، اس لیے مولانا میرٹھی نے خود ہی معذرت کر دی ہے کہ اگر کہیں انداز بیان میں اغلاق ہے یا ایسا مفہوم نکلتا ہے جو غیر واقعی ہے تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر ہے اور وہ خاص میری طرف سے ہے اور اسے حضرت الاستاذ کی جانب منسوب نہ کیا جائے، اس طرح کامل احتیاط کے بعد علامہ کشمیری کے درس حدیث کے جواہر پاروں کو اکٹھا کیا گیا ہے، علامہ کشمیری کی ذات اور علمی تبحر، ذہانت اور قوت حفظ کے اعتبار سے نمونہ سلف تھی، محدثین کی وسعت علمی اور محیر العقول قوت حافظہ کے واقعات جو تاریخوں

فرماتے اور اگر ایسا ممکن نہ ہوتا تو غرضِ شارع کے جو قریب ترین طریق ہوتا اس کو اختیار فرماتے۔ اس سلسلہ کی بہت سی بحثیں بڑی اہم اور خاص طور سے مطالعہ کی چیز ہے۔

غرضیکہ فیض الباری میں علامہ کشمیری کے جو افادات آگئے ہیں دوسری کتابوں میں اکٹھا ملنا انتہائی دشوار ہے، مانا کہ کتاب میں کہیں کہیں سہو کتابت یا علامہ کشمیری کے مفہوم و مراد کی ترجمانی کا پورا پورا حق ادا نہیں ہوا مگر ایسا کم ہی ہے۔ اس سے کتاب کی قدر و قیمت میں فرق نہیں پڑتا۔

کتاب خوبصورت اور روشن ٹائپ میں، عمدہ اور دیدہ زیب جلدوں میں قاہرہ سے چھپ کر شائع ہوئی ہے، اسوقت میرے سامنے اس کی پہلی جلد جو ہے اس میں ان کے تلمیذ رشید علامہ محمد یوسف بنوری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریظ اور مقدمہ ہے دونوں ۸۰ صفحات پر مشتمل ہیں اور اصل کتاب ۴۱۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے مجموعی صفحات ۴۹۲ ہیں، اس کا آخری باب باب التیمم ہے، دوسری جلد کتاب الصلوۃ سے شروع ہوتی ہے اور کتاب الجنائز کے باب ما ینھی من سب الاموات پر ختم ہوتی ہے اس کے ۴۹۵ صفحات ہیں، تیسری جلد کتاب الزکوۃ سے شروع ہوتی ہے اور کتاب الجہاد کے باب الموادعۃ من غیر وقت پر ختم ہوتی ہے، اس جلد کے صفحات ۴۸۰ ہیں، چوتھی جلد کتاب بدء الخلق سے شروع ہوتی ہے۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا، جلد اول اور جلد دوم مطبع حجازی قاہرہ میں، دو تیسری اور چوتھی جلدیں دارالمامون مصر میں طبع ہوئیں، یہ عظیم الشان کام جمعیۃ علماء ٹرانسوال جوہانسبرگ اور مجلس علمی ڈابھیل کے باہمی تعاون سے پایہ تکمیل کو پہونچا۔

کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی مصر ہی سے نہایت اعلیٰ مصری ٹائپ، عمدہ کاغذ پر طبع ہوا ہے اس ایڈیشن کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں مرتب افادات مولانا بدر عالم میرٹھی کے وہ قلمی حواشی بھی جو ان کے ذاتی نسخے پر تھے ان کے بھی فوٹو لے کر کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے مجموعی صفحات ۱۹۲۲ اور سائز ۲۰×۳۰ ہے

لامع الدّراری علیٰ جامع البخاری:۔

فادات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ۔

جامع مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندہلوی، تعلیق و تحشیہ، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مقیم مدینہ منورہ۔

زبان عربی، تین جلدوں میں، ناشر مکتبہ یحیویہ سہارنپور، سائز بڑا ۳۰ سطری رسم الخط فارسی، پہلے صحیح بخاری کے جملوں کو نقل کر کے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے دورانِ درس جو تقریر فرمائی ہے اس کو لکھا گیا ہے، پھر خط کھینچ کر حوض میں حاشیہ لکھا گیا ہے جو بالعموم تقریر کے چار گنا حصہ میں ہے اور کہیں اس سے بھی زائد ہے، تقریرِ درس کے جامع اور ضبط کرنے والے مولانا محمد یحییٰ کاندہلوی ہیں اور ترتیب جدید اور حاشیہ مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث کا ہے۔

اصل کتاب سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ ہے جو بڑے سائز کے ۱۵۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اگر اس کو موجودہ طرز کے ٹائپ میں متوسط سائز پر طبع کرایا جائے تو تقریباً ۳۰۰ صفحات کی ایک مستقل کتاب تیار ہو جائیگی، زبان فصیح عربی ہے، ابتدا میں بڑی حد تک عبارت مقفّٰی و مسجع ہے، الفاظ دقیق ہیں لیکن عبارت بہت رواں اور صاف و شستہ ہے۔

مرتب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری عالمگیر شہرت کے مالک ہیں تبلیغی جماعت کے روح رواں اور اکابر علماء میں شمار تھا، زہد و تقویٰ مثالی تھا آپ کے والد محترم کا نام مولانا محمد یحییٰ کاندہلوی ہے جو ایک لمبے عرصہ تک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں رہے۔

مولانا محمد زکریا صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، علم حدیث کا ذوق زیادہ تھا، اس لئے اکثر تصانیف علم حدیث ہی سے متعلق ہیں ان کی اہم ترین کتاب اوجز المسالک ہے جو موطا امام مالک کی شرح ہے آخر عمر میں مدینہ

منورہ میں مقیم ہو گئے تھے اور وہیں سے سفر آخرت کیلئے روانہ ہو گئے، اور اسی مقدس سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں۔

مقدمہ میں امام بخاری کی مستند سوانح حیات کو پیش کیا گیا ہے، اس میں امام بخاری کی زندگی کے اہم ترین گوشوں پر خصوصیت کے ساتھ تحقیق وتنقید کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، امام بخاری کا نام ولادت، خاندانی حالات خداداد قوت حافظہ، شیوخ بخاری، مناقب وفضائل، خصوصیات وامتیازات ابتلاء وآزمائش کا دور، امام بخاری کی شخصیت پر اعتراضات کی تفصیل اور ان کا عالمانہ جواب، امام بخاری کا مسلک، تصانیف وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے عام طور پر لکھی جانے والی سوانح حیات پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ تمام جزئی حالات و واقعات کی چھان بین کر کے صحیح اور حقیقی صورت حال پیش کی گئی ہے اس طرح یہ مقدمہ سیرت بخاری کے لئے ایک مستند دستاویز کی حیثیت اختیار کر گیا ہے، اس کے بعد جامع صحیح پر ایک مستقل عنوان کے تحت انتہائی محققانہ گفتگو کی گئی ہے، کتاب کا نام تالیف کے وجوہ واسباب، جامع صحیح کی عظمت وشان اور علم حدیث میں اس کا مقام ومرتبہ، کتاب کا موضوع اس تالیف سے امام بخاری کا مقصد اعظم، جامع صحیح میں شرائط بخاری کی توضیح وتفصیل، اس کی خصوصیات اور امتیازات وانفرادیت پر مفصل اور جامع کلام کیا گیا ہے، جامع صحیح میں روایتوں کی تعداد، موصول روایتوں کا عدد اور تعلیقات کی تعداد، احادیث کے مجموعوں میں صحیح بخاری کا مقام ومرتبہ کتاب کی نوعیت، اس سلسلہ میں علم حدیث کی ۲۰ قسموں کو شمار کرایا گیا ہے، اور ہر نوع کی اہم ترین کتابوں کے نام بطور مثال پیش کئے ہیں، صحیح بخاری کے نسخوں اور اس کے راویوں اور سندوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے، امام بخاری سے جامع صحیح کی کتنے لوگوں نے روایتیں کیں اور کن لوگوں کی روایتوں کا سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے اس کا پورا خاکہ پیش کیا گیا ہے، بخاری کی جن روایتوں پر تنقید اور اعتراض کئے گئے ہیں ان کی تفصیل

دی ہے اور ان کی ۱۱۰ روایتوں کو ذکر کر کے صحیح صورت حال کی وضاحت کی گئی ہے
پھر بخاری کے جن راویوں پر تنقید کی گئی ہے، ان کی صحیح تعداد اور ان پر جو کلام کیا گیا
ہے اس کی تفصیل اور پھر اس کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے ہیں، پھر جامع صحیح
کے ابواب کی ترتیب اور ان کی ایک دوسرے سے مناسبت اور ترتیب کی خوبیوں پر
روشنی ڈالی گئی ہے، اس سلسلہ میں اہم ترین بحث وہ ہے جو بخاری کے تراجم ابواب
سے متعلق ہے کیونکہ تمام علماء سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے کہ امام بخاری کی
ساری فقہ انہی تراجم ابواب میں مستور ہے، امام بخاری کا مقصد عظیم جہاں صحت
حدیث ہے وہیں معانی کثیرہ کا استخراج مسائل کا استنباط بھی ہے، اور مختلف
ابواب میں تکرار حدیث کہ بعض روایتوں کو بیس بیس بار کتاب میں ذکر کیا ہے اور
مختلف ترجمۃ الباب کے تحت ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے
اہم ترین مقصدوں میں سے کتاب کا ترجمۃ الباب بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ سرسری
نظر میں روایتوں کا ترجمۃ ابواب سے تعلق اور مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن جب
حدیث کی گہرائیوں میں اترا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کس مقصد سے یہ ترجمۃ الباب
قائم کیا ہے، صرف اس موضوع پر ہندوستان میں مستقل اور متعدد کتابیں لکھی
گئی ہیں، اس مقدمہ میں بھی ترجمۃ الباب پر مفصل اور بہت ہی محققانہ کلام کیا گیا ہے
آپ نے ترجمۃ الباب کے اصول بتائے ہیں اور ان اصولوں کی تفصیل میں شارحین
بخاری نے جو نقطہائے نظر پیش کئے ہیں ان کو ذکر کیا ہے، صحیح بخاری کے تمام
ترجمۃ الباب کا غائرانہ مطالعہ کر کے اس کی ۲۷ شکلیں متعین کی گئی ہیں، اور ہر
ایک کی صحیح بخاری سے مثالیں پیش کی ہیں۔

امام بخاری کے زمانے میں اور اس کے بعد ان کی کتاب کے جو نسخے تیار کئے
گئے اس میں امام بخاری نے کہیں بیاض چھوڑی تھی لیکن موت نے اس بیاض
کو پُر کرنے کی مہلت نہیں دی اور نقل کرنے والوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا اور
ترجمۃ الباب کی چھوڑی ہوئی بیاض کو نظر انداز کر کے روایت کو متصلاً لکھ دیا

جس کی وجہ سے باب اور روایت میں عدم مناسبت کی وجہ سے شارحین میں اختلافات پیدا ہو گئے، مقدمہ نگار نے تحقیق کر کے بتایا ہے کہ جن لوگوں نے ترجمۃ الباب سے روایت کو غیر متعلق کہا ہے مرے نزدیک ان کی رائے میں وزن نہیں ہے کیوں کہ غائرانہ مطالعہ کے بعد میں نے ترجمۃ الباب کی ۔ ، شکلیں مستنبط کی ہیں انھیں کے ذیل میں یہ ترجمۃ الباب بھی آتے ہیں، اس لئے باب سے روایت کے عدم مناسبت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے، بخاری نے ترجمۃ الباب قائم کیا مگر اس کے ذیل میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی جس سے شارحین نے سمجھا کہ بخاری کو اپنی شرائط کے مطابق کوئی روایت دریافت نہیں ہوئی اس لئے انھوں نے کوئی روایت ترجمۃ الباب کے تحت نہیں ذکر کی ہے ۔ ان تمام شبہات پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے ، مقدمہ کے آخر میں ابتک بخاری کی جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں ان کا تعارف کرایا گیا ہے ،

یہ مقدمہ اپنی معلومات وتحقیقات اور تفصیلات کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اس کو علیحدہ ایک مستقل کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جاتا ، اور عربی زبان میں شائع کرنے کے ساتھ اسے اردو کا لباس بھی پہنا دیا جاتا تو اس کی افادیت کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ،

مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے ، مولانا رشید احمد گنگوہی کا درس حدیث عالمانہ اور محققانہ تھا مختصر الفاظ میں جامع تقریر فرماتے تھے ، ترجمۃ الباب سے روایت کی مناسبت بیان کرنے پر پوری توجہ صرف فرماتے تھے جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ، پھر حدیث کی تشریح وتوضیح اور مفہوم ومراد کی تعیین فرماتے تھے اگر مختلف حدیثوں میں تعارض ہے تو دونوں میں تطبیق دیتے ہیں ، جن احادیث سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان پر مفصل کلام کرتے ہیں ، پھر بھی تقریر میں اختصار ملحوظ ہونے کی وجہ سے قاری کے لئے خفارہ جاتا ہے اس کو محشی مولانا محمد زکریا صاحب دور کرتے ہیں ، احادیثِ احکام میں کتبِ فقہیہ سے

مسئلہ کی تفصیل پیش کر دیتے ہیں، اگر الفاظ غریبہ ہیں اور تقریر میں اس کی وضاحت نہیں ہے تو محشی اس کی تشریح، مفہوم و مراد کی تعیین اور تلفظ کو بتاتے ہیں، اگر تقریر میں اختصار زیادہ ہے اور دوسری حدیثوں سے تصادم معلوم ہوتا ہے تو محشی ان احادیث کو ذکر کر کے دونوں حدیثوں کا ایسا قابل قبول مفہوم متعین کرتے ہیں، جن سے تعارض دفع ہو جاتا ہے درس و تدریس کا مشغلہ رکھنے والوں کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے،

کتاب کے ابتک چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، ہندوستان اور مصر سے ایک ایک ایڈیشن اور پاکستان سے دو ایڈیشن شائع ہوئے ہیں کتاب کا پاکستان سے شائع ہونے والا دوسرا ایڈیشن دس جلدوں میں ہے میرے سامنے جو نسخہ ہے، وہ الجمعیۃ پریس دہلی کا چھپا ہوا ہے یہ نسخہ بڑے سائز کی تین ضخیم جلدوں میں ہے، پہلی جلد ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور باب سرعۃ انصراف النساء پر ختم ہوتی ہے دوسری جلد کتاب الجمعہ سے شروع ہوتی ہے اور باب اثم الغادر للبر والفاجر پر ختم ہوتی ہے اس کے ۵۲۴ صفحات ہیں تیسری جلد کتاب بدء الخلق سے شروع ہو کر کتاب الرد علی الجہمیہ کے باب بل ہو قرآن مجید پر ختم ہوتی ہے اور ۴۸۴ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے مجموعی صفحات ۱۲۷۶ ہیں۔

انوار الباری (شرح اردو بخاری)

مرتب، مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری تلمیذ رشید علامہ انور شاہ کشمیری۔

زبان اردو، سائز متوسط، ناشر مکتبہ ناشر العلوم بجنور، سہ ماہی قسط، ہر قسط کے صفحات تقریباً ۲۰۰ انوار الباری کے مرتب مولف مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری علامہ کشمیری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ڈابھیل میں رہ کر علامہ کشمیری کے افادات درس کو قلمبند کیا ہے لیکن یہ کتاب صرف علامہ کشمیری کے افادات ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ شاہ صاحب کی تقریر درس کو جس طرح دلیل راہ بنایا ہے

اسی طرح انکی تمام تصانیف کو بھی اس کتاب کی ترتیب کے وقت پیش نظر رکھا گیا ہے، ان کے علاوہ اکابر علماء دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مولانا حسین احمد صاحب مدنی وغیرہم کے افادات تقاریر درس اور انکی کتابوں سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے، مرکزی اور بنیادی تحقیق تو علامہ کشمیری کے خصوصی افادات کی پیش نظر ہے، لیکن مصنف نے تمام مباحث پر سیر حاصل بحث کرنے کے لئے موجودہ دور میں متداول شروح حدیث میں سے ہر موافق و مخالف شخصیتوں کی کتابوں کو سامنے رکھا ہے اس لئے اس کی ہر بحث دراز سے دراز تر ہو جاتی ہے۔

مصنف نے پہلی جلد کی دو قسطیں شائع کی ہیں جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس میں امام بخاری کے مستند حالات کے علاوہ تقریباً سات سو اکابر محدثین سے ناظرین کو متعارف کرایا گیا ہے اور ان کے عظیم کارناموں سے علمی دنیا کو روشناس کرایا ہے، دوسری جلد یعنی تیسری قسط سے شرح بخاری کا آغاز ہوتا ہے۔

شرح کا طرز درس کی تقریر کا ہی ہے مگر توضیح و تشریح میں تصنیف و تالیف کا بھی انداز ہے، مثلاً ترجمۃ الباب شروع ہوتے ہی اس مفہوم و مراد کے بعد حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت پر درس میں سب سے پہلے بحث کی جاتی ہے اسی طرح کتاب میں بھی ہے لیکن جب توضیح و تشریح اور حدیث سے مستنبط مسائل ان کی دلائل، تائیدی روایات، شارحین بخاری کی توضیحات کا سلسلہ چل پڑتا ہے تو زیر بحث روایات کے تمام متعلقات بلکہ ضمنی مباحث پر آئی تفصیلی بحث ہو جاتی ہی کہ اس میں اعتراض وجواب اور جواب بر اعتراضات پھر اس کے جوابات کا رنگ ہمارے علماء دیوبند کے انداز درس کی تصویر کشی کرتا ہے، لیکن کہیں کہیں طنز و تفریق کا رنگ بہت گہرا ہو جاتا ہے جس کا یہ موقعہ نہیں تھا، مگر تحریر کا انداز بتاتا ہے کہ یہ تقریر نہیں ایک تحقیقی تصنیف ہے۔

اس کتاب میں علامہ کشمیری کے علمی کمالات، ان کی درسی خصوصیات کی عظمت و شہرت کا راز سامنے آجاتا ہے، ان کی ژرف بینی، دقیقہ رسی، ذہانت و فطانت علم حدیث پر کامل عبور کے جلوۂ صد رنگ کا منظر سامنے آجاتا ہے، حافظ ابن حجر ہوں یا ابن ہمام جب شاہ صاحب کی تحقیق و تنقید کا سلسلہ چل پڑتا ہے تو اتنے ناقابلِ شکست دلائل سے ان اکابر شرّاح حدیث اور فقہا کے نقطۂ نگاہ سے اپنے اختلاف رائے کو پیش کرتے ہیں جیسے قدیم محدثین اور ائمہ فن کا طرزِ بیان ہوتا ہے، کتاب کے اکثر حصے سے علامہ کشمیری کے اہم ترین افادات و تحقیقات کی ترجمانی کی گئی ہے، دوسرے علمار دیوبند کی عربی شروح حدیث سے جو اقتباسات اہم مباحث کے موقعہ پر لئے گئے ہیں اور ان میں جو حقائق پیش کئے گئے ہیں ان سے ان کی ژرف بینی، دقیقہ رسی، اور علم حدیث پر ان کی گہری نگاہ کا احساس ہوتا ہے اور اس یقین میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ علمار دیوبند کو حدیث دانی اور حدیث فہمی میں عالم اسلام میں خصوصی امتیاز حاصل ہے اور دنیا میں کوئی دوسری جماعت من حیث الجماعت اتنے عظیم الشان کارنامے علم حدیث سے متعلق دنیا کے سامنے نہیں پیش کر سکی ہے۔

اس کتاب میں جوشِ تحریر میں کہیں کہیں رہوارِ قلم جادۂ اعتدال اور راہ احتیاط سے ہٹ بھی جاتا ہے اگرچہ ایسا کم ہی ہے لیکن ایک تحقیقی اور خالص علمی کتاب کے لئے جو علمار دیوبند کے خصوصی علوم و فنون کے شاہکار کی حیثیت سے پیش کی جارہی ہے اس میں یہ معمولی خامی بھی نہیں ہونی چاہئے، بہت سے حقائق ایسے ہیں جن کا تعلق راسخین فی العلم سے ہے، سطحی علم والوں کے سامنے ان کو نہیں پیش کیا جانا رہا ہے لیکن انوار الباری کے بعض بعض مقامات پر یہ باتیں آگئی ہیں، جو نامناسب اور غیر موزوں ہیں۔

انوار الباری کی پندرہ قسطیں مرے سامنے ہیں جو کچھ کم و بیش تین ہزار صفحات پر مشتمل ہیں اس کی پہلی جلد جو دو حصوں پر مشتمل ہے اس کے صفحات ساڑھے پانچ سو ہیں۔ دوسری جلد اور اس کے بعد کی تمام جلدیں دو دو سو صفحات کی قسطوں پر مشتمل ہیں، سنہ ۱۹۷۰ء سے اس کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے اور تا ہنوز بند نہیں ہوا ہے،

الابواب والتراجم لصحیح البخاری

مصنف، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور،
زبان عربی، رسم الخط فارسی، سائز متوسط، ناشر مکتبہ یحیویہ سہارن پور، سال اشاعت ۱۳۹۱ھ

صحیح بخاری پر مختلف حیثیتوں سے کام کیا گیا ہے، لیکن صحاح ستہ کی دوسری کتابوں کی طرح اس کی شرح پر عرصہ دراز تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا، بات یہ ہے کہ جس طرح بخاری شریف تمام مجموعہائے حدیث کا کوہ نور بن گئی اسی طرح اس کی شرح فتح الباری کے سر پر بے مثالی کا تاج رکھدیا گیا، قدرت نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہاتھوں میں وہ خاراشگاف قلم دیدیا کہ اس نے جو لکھ دیا وہ پتھر کی لکیر بن گیا، مانا کہ عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ وجود میں آئیں بلکہ بعض شروح تو فتح الباری سے ضخیم بھی ہیں، لیکن ابن حجر کی تحقیق پر کوئی اضافہ نہ کرسکا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابن حجر نے جو لکھ دیا وہ حرف آخر بن گیا، شاید یہی وجہ ہے کہ متاخرین میں سے کسی نے بھی بخاری کی مکمل شرح لکھنے کی ہمت کی اور نہ ضرورت ہی محسوس کی البتہ بخاری شریف کے دوسرے پہلوؤں پر مسلسل کام ہو رہا ہے اور ابتک اس کا سلسلہ عرب وعجم میں جاری ہے۔

بخاری کے ترجمۃ الباب دقیق ترین مباحث کے حامل ہوتے ہیں، محققین کا خیال ہے کہ بخاری نے روایت سے اپنی دقیقہ رس نگاہ سے جو مسئلہ مستنبط کیا ہے اسی کا حاصل ترجمۃ الباب ہوتا ہے، روایت کے الفاظ سے بظاہر مفہوم اخذ نہیں ہوتا اس لئے اہل علم کے لئے حدیث کے ترجمۃ الباب سے مطابقت پیدا کرنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جب تک روایت ترجمۃ الباب سے مطابق نہیں ہوتی اس وقت تک یہی سمجھا جائیگا کہ بخاری کے نزدیک روایت کا جو مفہوم ہے وہاں تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی، بخاری کے اس پہلو پر عالم اسلام میں چند کتابیں لکھی گئی تھیں لیکن آج وہ ناپید ہیں صرف فہرستوں میں ان کے نام پائے جاتے ہیں، صاحب کشف الظنون نے دو تین کتابوں کے نام لئے ہیں، وہ متقدمین کی کتابیں تھیں جن کا آج کی لائبریریوں

میں وجود نہیں، بعد کے دور میں اسلامی ہند میں اس طرف توجہ کی گئی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس موضوع پر ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا تھا جس میں اصول بتائے گئے ہیں، تفصیل نہیں ہے، اس موضوع پر مفصل اور جامع کتاب شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند (متوفی سنہ ۱۹۲۰ء) کی ہے لیکن اس کی تصنیف جزیرہ مالٹا میں ہو رہی تھی، جہاں وہ سیاسی قیدی کی زندگی گذار رہے تھے، اس کتاب کے بارے میں ہندوستان میں کوئی اطلاع نہیں تھی، اسی زمانہ میں مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نے اس موضوع پر کام شروع فرمادیا اور حق یہ ہے کہ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر علماء پر احسان عظیم کیا ہے کیونکہ ان کی تدریسی زندگی میں رہنمائی کے لئے اس موضوع پر کوئی کتاب ابتک نہیں تھی جہاں جہاں ترجمۃ الباب سے روایت کی مطابقت میں دقیق بحثیں اٹھتی ہیں وہاں مصنف اپنی مدلل رائے پیش کرتے ہیں اور اس کی تائید میں مشہور شروح حدیث اور اقوال محدثین کے حوالے نقل کرتے ہیں، فتح الباری، عینی قسطلانی، کرمانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا شیخ الہند دیوبندی کی تصریحات پیش کرتے ہیں اور حوالے دیتے ہیں اور کہیں کہیں مختلف اقوال کو پیش کرنے کے بعد از خود ایک توجیہ پیش کرتے ہیں اور اس کے شواہد و دلائل دیتے ہیں جیساکہ عند البیت سے روایت کی مطابقت میں کیا ہے مصنف المسابہت سے موقعوں پر کرتے ہیں، اس موضوع پر یہ کتاب جامع ہے اور اس میں بخاری کی تمام مشہور شروح کا خلاصہ مل جاتا ہے، علم حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لئے اس کو مطالعہ میں رکھنا از حد ضروری ہے،

کتاب تین جلدوں میں شائع کی گئی ہے پہلی جلد جو صرف ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے وہ بطور مقدمہ کے ہے جس میں مصنف نے علم حدیث حاصل کرنے کی اپنی روداد بیان کی ہے پھر آپ نے کتابوں اور فہرستوں کی چھان بین کی ہے، اور تراجم ابواب کے سلسلہ میں ابتک جو کام ہوا ہے اسکا جائزہ لیا ہے

اس کے بعد تراجم کے اصول تحریر کئے ہیں اور بہت تفصیل سے مثالیں پیش کر کے ان اصولوں کی توضیح کی ہے، ترجمۃ الباب سے مطابقت کی جتنی صورتیں بخاری میں ہیں ان کو مفصل بیان کیا ہے اور ان کی ستر قسمیں نکالی ہیں اس کے بعد ان تراجم کی فہرست دیدی ہے جس میں ترجمۃ الباب تو ہے لیکن اس کے ذیل میں بخاری نے کوئی روایت نہ کوئی آیت اور نہ کوئی اثر ہی پیش کیا ہے بخاری میں ایسے نو مقامات ہیں ایسے ترجمۃ الباب جن کے بعد کوئی آیت لکھی ہے ان کی تعداد چودہ ہے ایسے تراجم ابواب جن کے تحت سند متصل کے ساتھ کوئی حدیث نہیں کوئی آیت یا حدیث معلق یا کوئی اثر ہے ان کی تعداد ۸۰ ہے باب بلا ترجمہ ۶۳ ہیں اسی بحث پر پہلی جلد تمام ہوتی ہے دوسری جلد کتاب الاذان کے باب استیذان المرأۃ زوجها پر ختم ہوتی ہے یہ جلد ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے تیسری جلد کتاب الجمعۃ سے شروع ہو کر ابواب الحرث والمزارعۃ کے باب ماجاء فی الغرس پر ختم ہوتی ہے اس کے ۳۱۶ صفحات ہیں کل ۷۰۴ صفحات ہیں۔

حواشی بخاری

محشی، مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری مصحح بخاری، متوفی ۱۲۹۷ھ

مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری براہ راست حضرت شاہ اسحاق دہلوی مقیم مکہ کے شاگرد ہیں انھوں نے بخاری کے متن کی تصحیح کی اہم ذمہ داری اپنے سر لی، ہندوستان میں آج سے ایک صدی پیشتر تک جو نسخہ متداول تھا وہ نقل در نقل ہوتے ہوتے تصحیف و ترمیم کا شکار ہو چکا تھا، اور بہت سی عبارتوں میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی ہو گئی تھی آپ نے اس کی تصحیح کر کے بخاری شریف کا صحیح ترین ایڈیشن شائع کرنے کا ارادہ کر لیا، تصحیح کا کام مکمل کر کے مزید اطمینان قلب کے لئے تصحیح کردہ مسودہ کو لے کر قطب دوراں ولی کامل صاحب

کشف وکرامت بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت
میں حاضر ہوئے جن کو علم حدیث سے خصوصی شغف ہی نہیں بلکہ عشق تھا آپ
نے بطور کرامت مسودہ کے متعدد اوراق پلٹ کر ان خامیوں اور کوتاہیوں کی نشان
دہی فرمادی جو تصحیح کردہ مسودہ میں باقی رہ گئی تھیں جیساکہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب
کے سوانح نگار نے کمالات رحمانی میں لکھا ہے۔

اس کے بعد محدث سہارنپوری نے طمانیت قلب کے ساتھ بخاری شریف کا
صحیح ترین ایڈیشن شائع کیا اور آج تک یہی تصحیح کردہ متن ہندوستان کے تمام مطابع
چھاپ رہے ہیں اور کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی تصحیح کے دوران آپ نے ضرورت محسوس کی کہ شروح بخاری کی مدد
سے ایک جامع اور مفید ترین حاشیہ بھی لکھ دیا جائے اور ان اشکالات کو دور کردیا
جائے جو عام طور سے بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والوں کو پیش آتے ہیں، چنانچہ
آپ نے برسوں کی شبانہ روز محنت کے بعد وہ حواشی تحریر فرمائے جو ایک صدی
سے برابر بخاری شریف پر شائع ہوتا چلا آرہا ہے، اور اب تک اس سے زیادہ مفید
کوئی دوسرا حاشیہ نہیں لکھا جاسکا میرے سامنے بخاری شریف کا جو نسخہ ہے وہ میرٹھ
کے ایک مطبع میں ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء کا شائع شدہ ہے جو محدث سہارنپوری
کے حواشی سے مزین ہے،

متن حدیث اور حواشی سے پہلے موصوف کا تحریر کردہ ایک مبسوط مقدمہ ہے
جو بخاری سائز کے ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۲ فصلیں ہیں، جس میں امام بخاری
کے مختصر حالات، علمی اسفار اور طلب علم کی زندگی کو خاص طور پر موضوع بحث بنا
یا گیا ہے، جامع صحیح کے مقام ومرتبہ، خصوصیات، ابواب وتراجم قائم کرنے میں
امام بخاری نے جس خصوصی نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھا ہے اس کی تفصیل دی ہے چونکہ
حدیث اور ترجمۃ الباب کی مطابقت کا مسئلہ صحیح بخاری کا اہم ترین مسئلہ ہے اس لئے تفصیل سے
گفتگو کی ہے، ایک فصل میں رواۃ بخاری کے طبقات بتائے ہیں، ایک فصل میں

ان لوگوں کے جوابات دیئے ہیں جنھوں نے بعض رواۃ بخاری پر طعن کیا ہے، بخاری کی سندوں میں بعض اسماء مکرر سہ کر رآتے ہیں صورتًا وہ ایک معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ دو راوی ہیں اور دونوں کا تلفظ بھی ایک نہیں ہے مثلًا وہ کہتے ہیں حصین کلے بضم الحاء وفتح الصاد المهملتين الا ابا حصين عثمان بن عاصم فبالفتح وكسر الصاد والا ابا ساسان حصين، فبالضم وضاد معجمة

ایک فصل میں محدثین کی مخصوص اصطلاحات کا ذکر، ہر ایک کا مفہوم اور اس کی وضاحت اور پھر تعلیقات بخاری اور ان روایتوں کا ذکر کیا ہے جو بغیر سند کے لکھی گئی ہیں آخری فصل میں مصنف ومحشی نے اپنا سلسلہ سند لکھا ہے، آپ کے سلسلہ سند دو ہیں ایک سند میں ان کے استاذ شیخ وجیہ الدین صدیقی ہیں اور وہ مولانا عبد الحیؒ کے شاگرد ہیں، انھوں نے شاہ عبدالقادر دہلوی سے اور انھوں نے اپنے بھائیؒ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے اور انھوں نے اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حدیث پڑھی ہے۔

دوسری سند اس سے مختصر ہے، انھوں نے بخاری کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں حضرت شاہ اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان دنوں پڑھا ہے جب آپ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے اور ان سے سند اجازت حاصل کی تھی انھوں نے اپنے نانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی سے اور انھوں نے اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حدیث پڑھی اور اجازت حاصل کی،

تحریر حواشی میں آپ نے بخاری کی متعدد شروح کو پیش نظر رکھا ہے جہاں بھی لکھا ہے ہر ایک کے آخر میں اس کتاب کا حوالہ دیدیا گیا ہے جہاں سے یہ اخذ کیا گیا ہے، اس کی علامات و رموز مقرر ہیں جن کی وضاحت مقدمہ میں کر دی گئی ہے، یہ حاشیہ بہت ہی جامع ہے تفصیلی بحثوں کی تلخیص کر کے کم سے کم الفاظ میں بیان ہے، مطالعہ بخاری کے وقت قاری کے سامنے جو اشکالات آتے ہیں یہ حواشی اجمالی طور پر ان کو بڑی حد تک دور کر دیتے ہیں، مزید تفصیلات جاننے کے لئے اس کتاب

کا حوالہ دیدیا گیا ہے جہاں سے یہ بحث لی گئی ہے، قاری حوالے کی کتاب دیکھ کر مزید تشفی حاصل کرسکتا ہے۔

ایک دوسرا حاشیہ بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے جو فن اسماء الرجال سے تعلق رکھتا ہے، محشی سند میں آئے ہوئے تمام راویوں کی تعیین کردیتے ہیں اور بتادیتے ہیں کہ یہ راوی کون ہے؟ حدیث کی سند میں راوی کی شخصیت کا متعین ہونا انتہائی ضروری ہے، مجھے اپنی کتاب المعجم لرجال البخاری کی ترتیب اور فہرست سازی میں اس حاشیہ سے بہت مدد ملی ہے، جہاں حاشیہ کاتبوں کی ستم ظریفی سے مشتبہ ہوگیا ہے اس کو دوسری کتابوں کی مدد سے دور کیا گیا، مگر ایسا کم ہی ہوا۔

ایضاح البخاری

افادات، فخر المحدثین مولانا سید فخر الدین احمدؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔
مرتب، مولانا ریاست علی صاحب بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند۔
زبان اردو، ناشر مکتبہ مجلس قاسم المعارف دیوبند سال اشاعت ۱۳۸۶ھ

حضرت مولانا سید فخر الدین احمد نور اللہ مرقدہ نے کچھ کم و بیش پچاس سال شاہی مراد آباد اور دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کا درس دیا ہے، بخاری کی تمام مشہور شروح حدیث پر آپ کی تفصیلی نگاہ تھی، قدرت نے حافظہ بھی زبردست دیا تھا اس لئے بخاری شریف کی ایک ایک روایت، ایک ایک ترجمۃ الباب اور ان سے متعلق تمام تفصیلی بحثیں جو متقدمین نے لکھی ہیں وہ حافظہ میں ہمہ وقت مستحضر رہتی تھیں، حدیث کے کسی ٹکڑے اور جزء پر اتفاقاً بھی گفتگو نکل آتی تھی تو اس سے متعلق تمام تفصیلات ترتیب سے اس طرح پیش کردیتے تھے جیسے صحیح بخاری کے حافظ ہوں اور کیا مجال کہ روایت کے مفہوم کا کوئی پہلو نظر انداز ہوجائے، درس حدیث کے اہتمام و احترام کا عالم یہ تھا کہ ابتداء درس میں جس پہلو پر بیٹھتے تھے تین تین چار چار گھنٹے تک اسی پہلو پر تقریر جاری رکھتے تھے

اور پہلو نہیں بدلتے تھے شاید اسے علم حدیث کی شان اور احترام کے خلاف تصور فرماتے تھے طالب علم نے حدیث پڑھی اور آپ پوری بحث مرتب طور پر اتنی جامع مانع بیان فرما دیتے تھے کہ نہ تو اس میں کسی طرح کی کمی ہوتی تھی نہ زوائد اور غیر ضروری باتیں، روایت سے اگر کسی مسئلہ اور مسلک پر اعتراض وارد ہو سکتا تھا تو اس اعتراض کو دوہرائے بغیر تقریر ایسی فرماتے کہ وہ اعتراض از خود رفع ہو جاتا تھا سامع اور طلبہ کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ کسی اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے، اس لئے جو طلبہ مطالعہ کر کے درس میں حاضر نہیں ہوتے تھے حاشیہ پر ان کی نگاہ ہوتی اور اس میں اعتراض کا ذکر ہوتا تو پہلے سے تیار رہتے کہ یہ سوال درس میں کیا جائیگا حدیث کی تشریح و توضیح کے بعد اگر طالب علم نے حاشیہ کے اعتراض کو دوہرا کر جواب چاہا تو اکثر فرماتے، آپ نے میری تقریر غور سے نہیں سنی، ورنہ یہ اعتراض نہیں کرتے، میں نے اپنی تقریر میں فلاں بات یا فلاں جملہ اسی اعتراض کے جواب میں کہا تھا، کیا اس کے بعد بھی آپ کا اعتراض باقی رہ جاتا ہے، طالب علم اپنی غفلت پر شرمندہ ہو کر رہ جاتا تھا، ابتدا ر سال میں دو چار بار ایسے واقعے ہو جاتے تھے لیکن کبھی بھی مستقل الگ سے اعتراض کی تقریر اور اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں محسوس فرماتے، اور ہر بار اپنی جامع تقریر کا حوالہ دیدیتے جس سے اعتراض از خود دفع ہو جاتا تھا، اس کے بعد طلبہ کی ہمت جواب دیجاتی تھی مولانا موصوف کی تقریر بخاری ایسی جامع مانع ہوتی تھی۔

درس بخاری میں ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت سب سے اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے لیکن جن لوگوں کو حضرت موصوف کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ بتائیں گے کہ چند جملوں میں اس طرح مطابقت کو ثابت فرماتے تھے جیسے یہ کوئی اہم مسئلہ ہی نہیں ہے اور ترجمۃ الباب سے روایت کی مطابقت تو واضح ہے، حالانکہ یہی بحث دوسروں کے یہاں معرکہ کارزار بن جاتی تھی۔ کچھ اس طرح کی قدرت تامہ آپ کو درس بخاری پر حاصل تھی پھر ایسی تقریر کو قلمبند کر کے شائع

کردیا جائے تو کتنا بڑا علمی کارنامہ ہوگا، اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مولانا موصوف کی یہ تقریر درحقیقت متقدمین کی شروح بخاری فتح الباری، عمدۃ القاری اور قسطلانی وغیرہ کی اہم ترین بحثوں کا خلاصہ ہے مختلف فیہ مسائل میں روایت بخاری کے ساتھ دوسری کتب حدیث کی روایتوں کا ذکر آنا ناگزیر ہے فخر المحدثین ان کتابوں سے ان روایتوں کو پیش کر کے مسئلہ کو منقح اور صاف کر دیتے ہیں اصول و قواعد علم حدیث کی رو سے روایت کی صحت و ضعف پر پوری وسعت نگاہ سے روشنی ڈالتے ہیں اس لئے اگر ایضاح البخاری کو بخاری شریف کی اردو زبان میں شرح سے تعبیر کیا جائے تو یہ اس کی سب سے بہتر لفظوں میں تعبیر ہے

مرتب نے بتایا ہے کہ یہ درسی تقریر تقریباً تین ہزار صفحات میں آئیگی، جس کو وہ قسطوار طبع کرا رہے ہیں اس کی دو ماہی قسطیں شائع ہوتی جا رہی ہیں، کبھی کبھی اس میں لمبا وقفہ بھی ہو جاتا ہے غالباً ایسا سرمایہ کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے

میرے سامنے اس کی اس وقت تک کل تیرہ قسطیں آچکی ہیں، بقیہ قسطوں کی اشاعت کا علم ابتک راقم الحروف کو نہیں ہوسکا ہے اس طرح اس کے مجموعی صفحات ساڑھے بارہ سو سے زیادہ ہو جاتے ہیں، اور بحث ابتک کتاب الطہارت سے آگے نہیں پڑھ سکی ہے یہ اندازہ صحیح ہے کہ اس کے مجموعی صفحات... ۳ ہزار سے کم نہیں ہوں گے پہلی جلد میں مرتب کا مقدمہ ہے جس میں مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ کے مختصر حالات اور امام بخاری کی مختصر سوانح حیات شامل ہے۔

الابواب والتراجم

مصنف، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اسیر مالٹا شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند۔

زبان اردو، سائز، صفحات ۵۲ ناشر کتب خانہ امدادیہ دیوبند،
بخاری شریف کے ترجمۃ الباب سے متعلق ہندوستان میں غالباً سب سے پہلی

کتاب شیخ الہند کی ہی کتاب ہے اس کے بعد اس موضوع پر کئی کتابیں مفصل اور جامع لکھی گئیں۔

الابواب والتراجم ایک مختصر سا رسالہ ہے جو اسارت مالٹا کے زمانہ میں قلمبند کیا جا رہا تھا کہ آپ کی رہائی عمل میں آئی، ہندوستان واپسی کے بعد حیات مستعار کے چند ہی ماہ باقی تھے قومی و ملی کاموں کی مصروفیتوں میں یہ مختصر مدت بھی ختم ہو گئی اور اس مسودہ پر دوبارہ نظر ڈالنے کی فرصت نہیں مل سکی اور بخاری شریف کے مختصر سے ابواب پر گفتگو ختم ہو گئی۔

بخاری کے ترجمۃ الباب سے روایتوں کی مطابقت پر درس میں کافی زور دیا جاتا ہے کیونکہ بہت سے مواقع پر بظاہر حدیث اور ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا ہے اس لئے خصوصیت سے اس پہلو پر بڑی دیدہ ریزی اور ژرف بینی کی ضرورت ہوتی ہے حضرت شیخ الہند نے دارالعلوم میں عرصہ دراز تک درس بخاری دیا ہے اس لئے آپ نے اس پہلو پر غائرانہ نظر ڈالی ہے آپ نے چاہا کہ اختصار کے ساتھ پوری جامع صحیح کے ابواب سے روایتوں کی مطابقت کو واضح کر دیا جائے اسی ارادہ سے یہ کتاب مرتب فرما رہے تھے لیکن عالم الغیب کا کچھ دوسرا ہی فیصلہ تھا۔

ابتدا کتاب میں آپ نے ترجمۃ الباب سے روایتوں کی مطابقت کے سلسلہ میں پندرہ اصول بیان فرمائے ہیں انھیں اصولوں میں سے کسی اصول کے مطابق روایتوں کو ترجمۃ الباب سے مطابقت بیان کی جا سکتی ہے، اس کے بعد کیف بدء الوحی سے کلام شروع کرتے ہیں اور کتاب العلم کے باب من اجاب السائل باکثر مما سألہ کا عنوان ہی تحریر فرمایا تھا کہ قلم ہاتھ سے رکھ دینا پڑا قضا و قدر کا فیصلہ نافذ ہو چکا تھا آپ ہندوستان تشریف لائے اور راہی ملک بقا ہو گئے۔

کتاب اردو میں ہے لیکن کتاب کے آخر میں تین صفحے عربی زبان میں ہیں اس میں وہی باتیں ہیں جو آپ نے اردو میں تحریر فرمائی تھیں، ممکن ہے آپ نے یہ کتاب عربی زبان میں لکھنے کا ارادہ فرمایا ہو مگر ہندوستان میں اشاعت کے خیال سے

ارادہ بدل دیا ہو اور پھر اردو میں کام شروع کر دیا ہو۔

الابواب والتراجم للبخاری

مصنف، مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی استاذ تفسیر و حدیث دارالعلوم دیوبند بخاری کا ترجمۃ الباب اہل علم اور درس و تدریس کے حلقوں میں دقت نظر، باریک بینی اور دقیقہ رسی کے لحاظ سے مشہور ہے بخاری جو ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت جو روایت لے آتے ہیں بہ ظاہر دونوں میں کوئی مطابقت نظر نہیں آتی لیکن اساتذۂ حدیث جو درس بخاری کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں وہ اپنی وسعت مطالعہ اور شروح بخاری کی مدد سے اس مشکل کو حل کرتے ہیں، چونکہ ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت بہت سی علمی بحثوں کو متحمل ہوتی ہے۔ اس لئے بسا اوقات افہام و تفہیم میں دشواری پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ متعدد اساتذہ حدیث نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، علماء دیوبند میں سب سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا لیکن افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کتاب نا تمام رہ گئی اس کے بعد کئی شیوخ حدیث نے اپنی اپنی کتابیں اس موضوع پر اہل علم کے سامنے پیش کیں۔

مولانا ادریس صاحب کاندہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ کتاب تدریس حدیث کے دوران قلمبند فرمائی اس کے کئی حصے ہیں ان میں بخاری شریف کی دونوں جلدوں کے ابواب و تراجم کو زیر بحث لایا گیا ہے چونکہ یہ کتاب اردو میں ہے اور مولانا موصوف عربی کی طرح اردو تصنیف و تالیف کا بہترین ذوق رکھتے ہیں اس لئے اس دقیق بحث کو اردو میں سہل سے سہل تر بنا دیا ہے، میرے علم میں اس کی ابتک دو جلدیں چھپ چکی ہیں پہلی جلد ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے، اور کتاب الطہارۃ تک کے تمام ابواب آ گئے ہیں دوسری جلد کا آغاز کتاب الصلوۃ سے ہوتا ہے معلوم نہیں بقیہ جلدیں طبع ہوئیں یا نہیں، اصل مسودہ پاکستان میں ہے

حاشیہ: جلدوں کا سائز ۲۰×۳۰ ہے۔

درس بخاری

افادات، علامہ شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
مرتب، مولانا عبد الوحید صاحب صدیقی استاذ مدرسہ اسلامیہ فتحپور
زبان اُردو، سائز متوسط، مطبع فائن آفسیٹ ورکس الہ آباد، ناشر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سال اشاعت ۱۴۱۰ھ علامہ شبیر احمد عثمانی نے علامہ کشمیری کی وفات کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ۱۳۵۲ھ سے بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا تھا یہ تقریر اسی سال کے درس کی تقریر ہے جسے مولانا عبد الوحید صدیقی نے بڑے اہتمام سے نوٹ کیا ہے، مزید یہ کہ اس ضبط شدہ تقریر پر علامہ عثمانی کی نظر ثانی ہو چکی ہے اس لئے یہ ایک قابل اطمینان بخاری کی شرح ہوگئی، خود علامہ عثمانی نے مولانا صدیقی سے یہ ضبط شدہ تقریر عاریتاً لے کر اس کی ایک اور نقل تیار کرائی جو بعد میں علامہ عثمانی کے ورثہ کے قبضہ میں رہی اور اصل کاتب کے حوالے کر دیگئی، یہ ضبط شدہ تقریر ایک عرصہ تک سرد خانہ میں پڑی رہی اور ۴۸ سال بعد طباعت کی نوبت آئی اور درس بخاری کے نام سے اس کی پہلی جلد چند سال پہلے ملک میں پہلی مرتب کا اندازہ تھا کہ پوری تقریر چار جلدوں میں آئیگی،

کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ حتی الامکان علامہ عثمانی کے الفاظ قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب پڑھنے کے وقت تقریر کا لب ولہجہ اور انداز بیان صاف محسوس ہوتا ہے، مرتب نے عبارت آرائی کی کوشش نہیں کی ہے، یہی اس جلد کی خصوصیت ہے اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کا باعث ہے، علامہ عثمانی انتہائی ذہین وفطین تھے اور مطالعہ بھی بہت وسیع تھا اس لئے ان کا درس بخاری بڑا محققانہ اور عالمانہ ہوتا تھا اس کی جھلک اس کتاب میں ہر جگہ آپ کو نظر آئیگی

کتاب کی ابتدا میں تقریر قلمبند کرنے کی پوری تفصیل دی گئی ہے اور مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان کے پیش لفظ سے اس تقریر کے مستند ہونے کی بھی تائید

ہو گئی ہے، مزید احتیاط کے لئے پورا مسودہ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی خدمت میں پیش کر کے نظر ثانی کرائی گئی ہے، اس طرح احادیث بخاری کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں یہ کتاب درجہ استناد کو پہونچ گئی ہے۔

ابتداء میں علامہ عثمانی کے مختصر حالات زندگی اور ان کی تصانیف کی فہرست دی گئی ہے، اصل کتاب سے پہلے امام بخاری کی مختصر سوانح حیات بھی شامل کر دی گئی ہے جو صفحہ بیس پر ختم ہوتی ہے اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے اور محدثین کے اصطلاحی الفاظ کے مفہوم و مراد کی وضاحت کر دی گئی ہے اور شروح بخاری سے طلبہ کو روشناس کرایا گیا ہے پھر وحی کے معنی و مفہوم اور وحی سے متعلق بہت سی عالمانہ بحثیں بھی اس موقع پر پیش کر دی گئی ہیں اور پوری شرح و بسط سے کیف کان بدء الوحی پر تقریر کی گئی ہے، درس بخاری کی بہت سی بحثیں انتہائی عالمانہ اور محققانہ ہیں اور بحث سے متعلق اتنا مواد اکٹھا کر دیا گیا ہے کہ درجنوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی اتنی معلومات کا حاصل کرنا دشوار ہے، علامہ عثمانی کی وسعت علم کا اندازہ کتاب الایمان کی بحثوں کو پڑھ کر ہی ہوتا ہے، چونکہ آپ کو علم کلام سے طبعی مناسبت تھی اس لئے علم کلام کے تمام دقیق مسائل کو پیش کرتے ہوئے ایمان کی بحث کو طلبہ کے ذہن میں اتارنے کی کوشش کی گئی ہے یہ بحث کتاب کے ۳۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے وحی اور وحی سے متعلق بحث کرتے ہوئے درجنوں معرکۃ الآرا بحثیں ادنیٰ مناسبت سے آتی چلی گئیں اور ہر بحث پر اتنا مبسوط اور سیر حاصل کلام کیا گیا کہ تشنگی باقی نہیں رہ جاتی ہے، یہ پوری بحث تقریباً ایک سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

اس طرح جب بھی کوئی بحث طلب روایت آتی ہے تو علم کا سمندر موج زن ہو جاتا ہے اور معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ طلبہ کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے، کتاب کی پہلی جلد کتاب العلم پر ختم ہوتی ہے تو ۴۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کی بقیہ جلدیں ابتک میری نگاہ سے نہیں گذری ہیں اندازہ ہے کہ ابھی تین جلدیں اور آئیں گی ممکن ہے تا دم تحریر اس کی مزید جلدیں آ گئی ہوں۔

تجرید بخاری

مرتب، مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی، ناشر کتب خانہ الٰہی بخش لاہور، سال اشاعت ۱۳۴۲ھ، زبان، اردو، سائز ۳۰×۲۰

بہت سے علماء نے تجرید بخاری کے موضوع پر کام کیا ہے ان میں سب سے مشہور علامہ مبارک زبیدی کی تجرید بخاری ہے جس میں سندوں کو چھوڑ دیا گیا ہے اور مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے اور ابواب فقہیہ کے طرز پر عنوانات قائم کر کے جمع کیا گیا ہے، چونکہ صحیح بخاری کی تمام حدیثیں صحیح اور حجت ہیں اسلئے بلا سند ان حدیثوں کو مرتب کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی اسی لئے تجرید بخاری پر کام کرنے والوں نے صرف مستند متصل روایتوں ہی کو لیا ہے اور معلق روایتوں کو اپنی کتابوں میں نہیں لیا ہے۔

اسی طرح کا ایک کام مولانا محمد حیات سنبھلی نے بھی انجام دیا ہے جن دنوں تدریسی سلسلہ میں وہ میرٹھ میں اقامت گزیں تھے، کتاب کے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں راویان حدیث کے مختصر حالات حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے گئے ہیں، پھر امام بخاری کے حالات ان کے اساتذہ اور شیوخ حدیث کا ذکر کیا گیا ہے، اسی مقدمہ میں صحیح بخاری کی تاریخ، احادیث کی تعداد اور ہر باب میں کتنے صحابہ کی کس قدر روایات ہیں ان کی تفصیل دی ہے، یہ سب کام اردو میں کیا گیا ہے۔

کتاب دو جلدوں میں مکمل ہوئی ہے جلد اول کے صفحات ۳۹۲ ہیں اور جلد ثانی کے ۴۳۲ ہیں۔ اس کے علاوہ ۷۵ صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے مجموعی صفحات ۹۰۰ ہیں کتاب کا سائز ۳۰×۲۰ ہے کتاب ۱۳۴۲ھ میں کتب خانہ الٰہی بخش لاہور سے شائع ہوئی

*****

الخیر الجاری علیٰ صحیح البخاری

مصنف، مولانا خیر محمد صاحب مظفر گڈھی مہاجر مکی (مخطوطہ) زبان عربی

مولانا خیر محمد صاحب حضرت شیخ الہند کے تلامذہ میں سے تھے۔ ان کی یہ کتاب بخاری شریف کے ابتدائی پندرہ پاروں کی عربی زبان میں شرح ہے، مصنف نے برسہا برس کے مطالعہ کے بعد بڑی دیدہ ریزی اور عرق ریزی سے یہ شرح مرتب فرمائی ہے، یہ شرح متاخرین کے انداز شرح سے ہٹ کر محض فقہی اعتراضات وجوابات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کا انداز محدثانہ ہے۔

یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے، اس کا مخطوطہ موصوف کے صاحبزادے مولانا محمد مکی کے پاس مکہ مکرمہ میں محفوظ ہے۔

تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری

مصنف، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم دیوبند

کتاب ابتداءً بخاری کے ابواب وتراجم اور اس کے معلقات ومشکلات کی توضیح و تشریح کے خیال سے بطور تعلیق وتحشیہ سپرد قلم کی گئی تھی، خاص طور سے علم کلام کی دقیق علمی بحثوں اور مختلف فیہ مسائل میں دلائل عقلیہ ونقلیہ پر زیادہ زور قلم صرف کیا گیا، لیکن یہ حاشیہ بتدریج اپنی تفصیلات، توضیحات وتشریحات اور مختلف مباحث کی وجہ سے کتابی شکل اختیار کرتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کی ضخامت ہزاروں صفحات سے متجاوز ہو گئی اور تب کتاب پایۂ تکمیل کو پہونچی۔

کتاب کی جلد اول ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور جلد ثانی کے ۲۲۰ صفحات ہیں ان دونوں جلدوں میں کتاب العلم سے لیکر باب المرأۃ تطرح عن المصلی تک کی توضیح وتشریح آگئی ہے، کتاب رمضان ۱۳۵۰ھ میں مکمل ہو چکی تھی اور اس پر نظر ثانی شعبان ۱۳۷۶ھ میں ہو چکی تھی لیکن ابتک اس کی دو جلدیں ہمارے سامنے

سکیں اس کا پورا مسودہ پاکستان میں ہے ۳۰ سال کے طویل عرصہ میں اس کی کتنی جلدیں شائع ہوئیں اس کا علم ابتک راقم الحروف کو نہیں ہو سکا، امید ہے کہ اس کی بقیہ جلدیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہونگی۔

تقریر بخاری

(بخاری شریف کی درسی تقریر)

افادات۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
مرتب۔ مولانا کفیل احمد صاحب کیرانوی فاضل دیوبند۔
زبان اردو، متوسط سائز، ضخامت ۲۰۰ سال اشاعت ۱۹۵۶ء، ناشر مکتبہ اسلامیہ دیوبند

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا اس سے قبل تین سال سلہٹ ضلع آسام میں، ایک سال کلکتہ میں اور اس سے پہلے سترہ اٹھارہ سال کے قریب حرم محترم مدینہ منورہ میں درس حدیث دے چکے تھے، شیخ الاسلام کے زمانہ میں طلبہ کا ازدحام اتنا بڑھا کہ اس کے پہلے کی تاریخ میں طلبہ کا رجوع اتنا کبھی نہیں ہوا، پھر ان طلبہ میں وہ علماء بھی شامل ہو گئے جو اپنے اپنے مقامات پر بذات خود سالہا سال درس حدیث دے چکے تھے، ایسے علماء بھی شیخ الاسلام کے درس میں شامل ہونے لگے یعنی بیک وقت طلبہ اور علماء و مدرسین سب کو آپ درس دیتے تھے، اور ہر شریک درس تدقیقات وتحقیقات علمی میں رطب اللسان ہو کر درسگاہ سے نکلتا تھا۔

شیخ الاسلام ائمہ اربعہ کے مباحث فقہیہ پر مکمل عبور رکھتے تھے کیونکہ حرم نبوی کے درس میں شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی طلبہ سب کو بیک وقت پڑھاتے تھے، اس لئے حنفی مسلک کی ترجیح اسی وقت دلنشیں ہو سکتی تھی جب تک غیر حنفی طلبہ کو دلائل و براہین سے مطمئن نہ کر دیا جائے ورنہ ہر چہار طرف سے اعتراضات کی بوچھار ہوگی، اور درس غیر مفید ہو کر رہ جاتا، دارالعلوم دیوبند کے درس میں بھی آپ کا

یہ انداز درس قائم رہا جیسا کہ اس کتاب کے ہر صفحہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

درس حدیث میں جہاں فن حدیث اور علوم حدیث کی تفصیل طلب بحثیں آتی ہیں، اسی طرح استنباط مسائل اور استخراج نتائج اور دلائل شرعیہ کا منبع اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے اور جبتک ان پر عبور کامل نہو اور معارض حدیثوں اور روایتوں پر پوری نگاہ نہ ہو اور ہر ایک کا محمل و مصداق پوری بصیرت سے متعین نہ کر دیا جائے کوئی درس حدیث صحیح معنیٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا، حضرت شیخ الاسلام کا درس بخاری و ترمذی ان تمام خصوصیات کا جامع ہوتا تھا۔

شیخ الاسلام کے تلامذہ میں اس تقریر کے مرتب بھی شامل تھے، انھوں نے دوران درس یہ تقریر قلمبند کی اور اپنے والد محترم مولانا عبدالجلیل صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند سے اس کی تصحیح کرائی اور کوشش کی کہ حضرت شیخ الاسلام کی نظر بھی اس مسودہ پر پڑ جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا یہ حضرت شیخ الاسلام کی دنیاوی زندگی کا آخری سال تھا، شیخ الاسلام کے حادثہ وفات کے بعد یہ تقریر شائع کی گئی، ضبط کرنے میں یہ کوشش کی گئی ہے، کہ حتی الامکان شیخ الاسلام کے افادات کو سمیٹ لیا جائے لیکن تقریر کا قلمبند کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے، ممکن ہے کہیں کہیں لغزش قلم سے کوئی ایسی بات آگئی ہو جو نہیں آنی چاہیے تو معذور سمجھنا چاہیے۔

ہمارے مدارس بالخصوص دارالعلوم دیوبند میں درس بخاری و ترمذی کی جو خصوصیات ہیں، اس تقریر میں وہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں، اور ان تمام پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے جو شیخ الہند اور علامہ کشمیری کے زمانے سے چلی آرہی ہے، پہلی جلد ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اور کتاب الایمان پر تمام ہوتی ہے دوسری جلدوں کی اشاعت کا علم ابتک راقم الحروف کو نہیں ہو سکا ہے۔

النور الساری علی صحیح البخاری، افادات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند،

مرتب مولانا خیر محمد صاحب مظفر گڈھی مقیم مکہ، طباعت ٹائپ، زبان عربی سال اشاعت

سنہ ۱۳۹۴ھ اس کتاب کے مرتب مولانا خیر محمد صاحب مہاجر مکی اپنے علم و فضل، استقامت و استقلال میں سلف صالحین کی یادگار تھے، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب اور مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور وغیرہ کے ہمدرس تھے، اپنے علاقے میں مفتاح العلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اس میں ہندوستان افغانستان اور ایران کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے، ہر سال دورۂ حدیث میں تقریباً ۲۰۰ طلبہ شریک ہوتے تھے، عرصہ دراز تک آپ نے صحاح ستہ کی کتابیں پڑھائیں سنہ ۱۳۵۰ میں آپ نے ہجرت فرمائی اور مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے سنہ ۱۳۶۵ سے ۱۳۷۶ھ تک آپ نے دارالعلوم صولتیہ حرم مکہ میں درس دیئے اور سنہ ۱۳۹۴ میں انتقال فرمایا اور بیت اللہ کی پرانوار فضا میں ان کی روح پرواز کر گئی اور مکہ کی مقدس سرزمین میں آسودہ خواب ہیں آپ مظاہر علوم سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند کے درس بخاری میں شرکت فرمائی، اور شیخ الہند کی درسی تقریر کو نوٹ کیا وطن لوٹنے کے بعد اس پر نظر ثانی کی اور مشہور عالم شیخ نعمان محمد تاشقندی نے اس کی تصحیح کی سنہ ۱۳۸۲ھ میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ٹائپ میں شائع ہوا تھا اس کے مجموعی صفحات ۴۷۰ ہیں۔

فضل الباری۔ شرح اردو بخاری

افادات، علامہ شبیر احمد عثمانی سابق صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
ناشر، مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحب کراچی (پاکستان)

فضل الباری کے نام سے بخاری شریف کی ایک اردو شرح پاکستان سے شائع ہونی شروع ہوئی ہے جو علامہ شبیر احمد عثمانی کے نام سے منسوب ہے اور یہ دعوی کیا گیا ہے کہ علامہ عثمانی نے خود یہ اُردو شرح تحریر فرمائی ہے، لیکن اس شرح کا اصل مسودہ دیکھ کر اہل علم نے یہ یقین کر لیا ہے کہ یہ علامہ عثمانی کے درس بخاری کی تقریر ہے جو کسی ذہین طالب علم نے قلمبند کی ہے، اس مسودہ پر جگہ جگہ پر علامہ عثمانی نے اپنے قلم سے کچھ اضافے بھی کیا ہے، اس اضافہ کو دیکھ کر ان لوگوں نے جو علامہ عثمانی کے خط کو پہچانتے ہیں

انھوں نے یہ یقین کرلیا کہ یہ انھیں کے قلم سے ہے اور بقیہ تحریر کسی دوسرے شخص کی ہے علامہ نے اس پر نظر ثانی کی ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔

کتاب کے مقدمہ میں بتایا گیا ہے کہ ناشر نے یہ مسودہ علامہ عثمانی کے ورثا سے بقیمت حاصل کیا ہے اور علامہ عثمانی نے بخاری کی اُردو شرح لکھنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا اس لئے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے ارادہ کو عملی شکل دے دی ہو، اس لئے ناشر کو گمان غالب ہے کہ یہ حضرت علامہ عثمانی کی خود نوشت بخاری کی اُردو شرح ہے

اصل واقعہ یہ ہے کہ پاکستان میں شائع ہونے والی یہ اُردو شرح علامہ عثمانی کے ایک شاگرد مولانا عبدالوحید فتحپوری نے جو فتح پور کے ایک مدرسہ میں شیخ الحدیث میں ۱۳۵۲ھ میں ڈابھیل میں علامہ عثمانی کے درس بخاری میں شریک ہوکر قلمبند کی ہے مولانا موصوف کا بیان ہے علامہ عثمانی نے میری ضبط کردہ تقریر کو طلب کیا کہ میں کسی طالب علم سے اس کی نقل کراکے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ یہ ضبط شدہ تقریر علامہ کو انھوں نے دیدی اور علامہ عثمانی نے کسی طالب سے نقل کراکے پھر اصل مسودہ مولانا فتح پوری کو واپس فرمادیا جس کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل نے درس بخاری کے نام سے ۱۳۸۱ھ میں شائع کردیا ہے علامہ عثمانی نے اسی تقریر کی نقل پر اپنے قلم سے اصلاح فرمائی ہے اور وہی نقل شدہ کاپی علامہ عثمانی کے ورثہ کے پاس تھی جس کو ناشر نے بہ قیمت حاصل کرکے شائع کیا ہے۔

یہ تمام تفصیل ہم کو مولانا محمد منظور نعمانی کے اس پیش لفظ سے معلوم ہوئی ہے جو انھوں نے درس بخاری پر لکھا ہے، اس لئے مستند ہے، پاکستان کے ناشر اور تقریر قلمبند کرنے والے دونوں حضرات سے مولانا نعمانی کی براہ راست گفتگو ہوئی ہے اس لئے صحیح واقعہ یہی ہے، اگر پاکستان کے ناشر اسے علامہ عثمانی کے درس بخاری کی وضاحت کردیتے تو زیادہ بہتر تھا، کیوں کہ تصنیف اور درسی تقریر میں بہت فرق ہوتا ہے، اور کتاب کی اصل قدر و قیمت میں بھی اس سے فرق پڑتا ہے، یہ فرق خود واضح ہوجائیگا، جب فتح الملہم اور اس اردو شرح بخاری دونوں کو سامنے رکھا جائیگا

اس تفصیل سے میرا مقصد یہ ہے کہ فضل الباری کو درس بخاری کی تقریر کی حیثیت سے پڑھا جائے مستقل تصنیف کی حیثیت نہیں، اسکی پہلی جلد بڑے خوب صورت انداز میں شائع ہوئی ہے بقیہ جلدوں کی اشاعت کا ہنوز علم نہیں ہے۔

امداد الباری

مؤلف۔ مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد۔ زبان اُردو۔ سائز متوسط، شائع کردہ مکتبہ حرم مراد آباد، ناشر مولوی حبیب الرحمن اعظمی

امداد الباری کی ابتک دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں، دوسری جلد کے آخر میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ تیسری جلد کی کتابت ہو رہی ہے اور عنقریب شائع ہو جائیگی، کتابت نہایت حسین وجمیل، بہترین کتابت فوٹو آفسیٹ کی طباعت، ٹائٹل نہایت قیمتی سہ رنگا بلاک جلد سنہری ڈائی سے آراستہ وپیراستہ غرضیکہ موجودہ دور کی ترقی یافتہ کتابت وطباعت کی تمام خوبیاں اس میں موجود ہیں۔

اس کی پہلی جلد جو کچھ کم وبیش پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اس جلد میں مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب اور حدیث کے رؤس ثمانیہ پر تفصیلی بحثیں ہیں، حدیث رسول کی اہمیت وضرورت، شریعت میں اس کا مقام ومرتبہ، حدیث پر اعتراضات اور اس کو مجموعہ خرافات کہنے والے منکرین حدیث کے جوابات اسی درمیان ابوالاعلیٰ مودودی کا ذکر آگیا ہے تو ان کی تفسیر تفہیم القرآن کی خامیاں، غلطیاں اور ان کی تفسیر بالرائے کے نمونے اور پوری تفسیر کا جائزہ اور تنقید، مودودی جماعت کے افکار و خیالات، دستور العمل اور نقطہ نگاہ، طریقہ کار کا مکمل جائزہ اور تنقید اور مسلمات شریعت سے ان کے انحراف پر مفصل کلام کیا گیا ہے، پھر ائمہ اربعہ کا ذکر آگیا ہے تو ہر ایک کے تفصیلی حالات، کارنامے اور انھیں کے ساتھ امام محمد اور امام ابو یوسف کے سوانح حیات اور امام ابوحنیفہ پر دوسروں کے اعتراضات کی تفصیل پھر ان کے جوابات! اس کے بعد صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور موطا امام مالک

موطا امام محمد کی خصوصیات اور تمام مصنفین کے مفصل حالات اور کمالات کو ذکر کیا گیا ہے
اس طرح چھ مستقل موضوع پر ایک ایک مستقل رسالہ ہے جو امداد الباری کے نام سے
پیش کیا گیا ہے۔

دوسری جلد میں حدیث کے اقسام، ہر ایک کی تعریف، ہر ایک کی مثالیں، بعض فرقوں
کے اس سلسلہ میں خیالات و مزعومات، موضوع حدیثوں کے نمونے، اسی درمیان تیجہ چالیسواں اور
برسی وغیرہ مروجہ بدعات کا ذکر اور اسکی تردید و مذمت، پھر جرح و تعدیل کی بحثیں، صحابی
کی تعریف، تابعی، تبع تابعی، مخضرمین کا تعارف و تعریف، پھر صحیحین میں اسماء کرہ کی
فہرست جرح و تعدیل کی کتابوں کا تعارف و تبصرہ، ائمہ جرح و تعدیل میں درجہ بندی
اس سلسلہ میں اعلاء السنن تدریب الراوی، اور الرفع والتکمیل سے لمبے لمبے اقتباسات
پھر ان تمام صحابہ کی فہرست جن کی روایتیں بخاری میں آئی ہیں، ہر ایک کی تعداد روایات
بخاری شریف کی مجموعی مسند اور موصول روایتیں اور معلقات کی تعداد، پھر اصح الاسانید
کا ذکر، رباعیات بخاری کا ترجمہ کتاب کے ۲۴ صفحات انھیں مختلف مباحث سے پر ہیں، اس
کے بعد بخاری شریف کے شرح کے آغاز کی تیاری ہوئی ہے، اور بسم اللہ کی با سے گفتگو
کا آغاز کیا جاتا ہے۔ پھر بسم اللہ کے فضائل و فوائد، حکمتیں، لفظ با کے معانی، فوائد متعلقہ
بار قسمیہ میں متعدد اقوال، پھر لفظ اللہ پر گفتگو آتی ہے، یہ مفرد ہے یا مرکبہ مشتق
ہے یا غیر مشتق، علم ہے یا صفت، پھر اسم اعظم، اس کے دعا، تعویذ کے فضائل و مناقب
کی ایک لمبی بحث، اس کے آداب، اس کے فوائد اور بہت سی ادعیہ، ماثورہ پھر اسی
گفتگو میں عہد الست کا ذکر آجاتا ہے، اور اس کے دلائل لکھے جاتے ہیں، وجود باری اور
وحدانیت پر بحث ہوتی ہے، پھر سلوک و تصوف کے بہت سے اسرار و غوامض کا ایک لامتناہی
سلسلہ چل پڑتا ہے، پھر ربوبیت باری اور اس کے دلائل، یورپین مصنفین کے بیانات
ان کی کتابوں کے اقتباسات دیئے جاتے ہیں، پھر سورۂ اخلاص کا ذکر آجاتا ہے، اور
اس سے پانچ باطل فرقوں کی تردید کی جاتی ہے، پھر بت پرستی کی تاریخ بیان ہونے لگتی
ہے، اسی میں ہندوستان کے ویدانت اور یونان کی صنم پرستی کا ذکر چھڑ جاتا ہے۔

میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا واقعہ آجاتا ہے اور اس پر مفصل گفتگو شروع ہو جاتی ہے، اسکندریہ اور یونان کا سفر کرتے ہوئے رہوار قلم بدھ مذہب کی طرف مڑ جاتا ہے پھر وہاں سے ایران کے سبزہ زاروں کا رخ کرتا ہے اور مجوسیوں کا بیان شروع ہو جاتا ہے پھر رہوار قلم کا رخ دوبارہ ہندوستان کی طرف مڑتا ہے اور ویدک دھرم کو روندتا ہوا یہودیوں اور نصرانیوں کے مذاہب کی مزاج پرسی کرتا ہے، توریت وانجیل کے محرف ہونے کے دلائل فراہم کئے جاتے ہیں ان تمام دراز تر وادیوں سے گذرتے ہوئے رہوار فکر کیف کان بدء الوحی کی منزل پر پہنچتا ہے، اور لفظ بدء اور وحی کی وسعتوں اور پہنائیوں میں کھو جاتا ہے اور ترجمۃ الباب کا مفہوم تشفی بخش طور ابھی متعین نہیں ہوتا ہے کہ کتاب کی یہ دوسری جلد بھی تمام ہو جاتی ہے اور کتاب کے ۵۱۹ صفحات سیاہ ہو جاتے ہیں بخاری کی شرح اب بھی نہیں شروع ہوئی ہے، دو جلدوں کے ایک ہزار صفحات پڑھ جانے کے بعد بھی صحیح بخاری کی شرح سے متعلق ایک حرف بھی قاری کو نصیب نہیں ہوگا، اگر اسی انداز پر یہ شرح لکھی گئی تو اس کے لئے کئی ہزار صفحات کی ضرورت ہوگی۔

کتاب کی ان دونوں جلدوں میں بہت کچھ ہے لیکن نہیں ہے تو وہ بخاری کی شرح جو اس کتاب کا سرنامہ ہے، اگر ان مباحث کو ذکر کرنا ہی تھا تو ان کو علحدہ علحدہ رسالوں میں مستقل کتاب کی شکل میں پیش کر دیا جاتا، یہ ساری بحثیں بڑی قیمتی ہیں لیکن ہر بات کا اپنا محل وموقعہ ہوتا ہے، مولانا موصوف جنھوں نے پوری زندگی درس حدیث میں صرف فرمائی ہے بخاری کے سلسلہ میں اپنے وسیع علم ومطالعہ سے اہل علم کو مستفید ہونے کا موقعہ فرماتے تو یہ ایک بڑا کام ہو جاتا۔

اب تک کتاب کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اشاعت کا سلسلہ جاری ہے مجھے امید ہیکہ اس کی دوسری جلدیں بھی شائع ہو چکی ہونگی۔

ازالۃ القساس عن وجہ قال بعض الناس

مصنف، مولانا مجیب الرحمٰن استاذ حدیث جامعہ توکلیہ سرینگہ سلہٹ فاضل دیوبند

زبان اُردو، سائز ۳۰×۲۰ ضخامت ۴۸ صفحات، ناشر خلیل الرحمٰن خان ہاٹ ہزاری چاٹگام
امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو بیس مقامات پر قال بعض الناس کہکر بعض ائمہ کے اقوال کے ضعف کو بتایا ہے، کہیں کہیں ان کے الفاظ سخت ہو گئے ہیں، عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ امام بخاری کا بعض الناس کے لفظ سے امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے اگرچہ کلی طور پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے لیکن بیشتر مقامات پر اگر ان کی مراد امام ابوحنیفہ کی ذات ہے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔

اسی لیے بہت سے علماء احناف نے قال بعض الناس کے ذریعہ اٹھائے گئے سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور امام صاحب کے مسلک کی وضاحت کی ہے، مولانا مجیب الرحمٰن صاحب جو خود حدیث کے استاذ ہیں۔ انھوں نے بھی ایک کوشش کی ہے، انھوں نے یہ رسالہ اُردو میں لکھا ہے جو ان کی مادری زبان نہیں ہے اس لیے اکثر مقامات میں مفہوم کی ادائگی میں الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے اور بات ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی مگر تشفی بخش نہیں ہوئی جبکہ اس سے مختصر لفظوں میں بیان کیا جاسکتا تھا اور جواب کی وضاحت کی جاسکتی تھی، یہ صحیح ہے کہ انھوں نے احناف کے مسلک کو سمجھا ہے اور اس کی وکالت کی کوشش بھی کی ہے لیکن زبان پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے خامیاں رہ گئی ہیں، ضرورت تھی کہ اہل زبان سے اس کی تصحیح کرالی جاتی اور جواب کو مختصر کر دیا جاتا۔

انعام الباری فی شرح اشعار البخاری

مصنف، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری فاضل مظاہر علوم سہارن پور۔
اس رسالے کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ جو شعر صحیح بخاری میں پہلی جگہ آیا ہے اس کو علی الترتیب اسی جگہ رکھا گیا ہے اور اس کے علاوہ بعد میں جن جگہوں پر آیا ہے ان مواقع کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے کتاب میں صرف شعر کی تشریح ہی کو مقصد نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اشعار سے متعلق جو واقعات، روایات حدیث اور شروح حدیث میں ملیں ان کو بھی تفصیل کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے، یہ مجموعہ اشعار بخاری کی شرح ہی نہیں بلکہ چند غزوات

کی تفصیلات، عبرت آموز واقعات اور رفع شکوک و شبہات اور بہت سی اہم معلومات کا خزانہ ہے۔

مولانا موصوف کی یہ تالیف مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام کی ہے اس میں تقریباً نوے اشعار کا ترجمہ اور تشریح کی گئی ہے کتاب کے صفحات ۳۶ ہیں اور سائز ۲۲×۱۸ ہے۔

المعجم الرجال البخاری

مرتب، اسیر ادروی استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس۔

عربی، مخطوط، محفوظ کتب خانہ جامعہ اسلامیہ بنارس۔

بخاری شریف پر ہر دور میں مختلف حیثیتوں سے کام ہوتا رہا ہے، اس کی معرکۃ الآرا شرحیں لکھی گئیں، کسی نے اطراف بخاری پر کتاب لکھی، کسی نے تکررات اور سندوں کو حذف کرکے تجرید بخاری پر کام کیا، کسی نے اس کے اردو ترجمے کئے، کسی نے اسکی روایتوں کی نشاندہی کے لئے فہرست سازی کی ہے، کسی نے اس کے راویوں کے حالات لکھے ہیں

المعجم رجال البخاری بالکل دوسری نوعیت کا کام ہے اس کتاب میں ہر راوی کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس راوی کا نام بخاری کی کن کن روایتوں میں آیا ہے اور کتنی بار آیا ہے بقید کتاب و باب اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔

کتاب میں راویوں کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں، طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ راوی کا نام جلی قلم سے لکھ کر اس کے سامنے لکھدیا گیا کہ پوری کتاب میں اس راوی کا نام اتنی بار آیا ہے پھر اس کے نیچے ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ تین سطروں میں نسب سے کوئی امتیازی خصوصیت اور سال وفات بتادیا گیا ہے، پھر کتاب کا نام لکھ کر (یعنی کتاب العلم کتاب الایمان وغیرہ) بتایا گیا کہ اس میں اتنی بار راوی کا نام آیا ہے پھر باب کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ان بابوں میں اس راوی کا نام آیا ہے، اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ راوی کا نام سند متصل میں ہے یا تعلیقات میں ہے، علامت اور مقرر کردہ رموز کے ذریعہ اسکی نشاندہی کردی گئی ہے۔

صحیح بخاری میں جتنے راویوں کے نام آتے ہیں وہ سب کے سب امام بخاری کی شرائط اور معیار کے نہیں ہیں، جو راوی بخاری کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو اس کا نام صرف ان روایتوں میں آئیگا جن کو امام بخاری تعلیقاً ذکر کرتے ہیں، سند متصل میں کبھی اس راوی کا نام نہیں آئیگا، ہر جگہ تعلیقاً ہی میں اس کا ذکر آئے گا، مثلاً ابن اسحاق کا نام صحیح بخاری میں پچاسوں جگہ آیا ہے لیکن کہیں بھی سند متصل میں نہیں آیا ہے، جہاں بھی اس راوی کا نام آیا ہے وہ روایت بخاری میں تعلیقاً آئی ہے اس سے یہ اندازہ کرلیا جاتا ہے کہ یہ نام بخاری کے نزدیک اس درجہ کے راویوں کے برابر نہیں جنکے نام سند متصل میں آتے ہیں۔

۱۹۸۴ء میں کتاب کی تسوید سے فراغت ہوئی، کتاب ابھی تک مسودہ کی شکل میں ہے اور جامعہ اسلامیہ بنارس کے کتب خانے میں محفوظ ہے یہ مسودہ فلسکیپ سائز کے ۱۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ ۲۵ سطری اور دو کالمی ہے۔

فتح الملہم

مصنف، علامہ شبیر احمد عثمانی سابق مہتمم دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (متوفی دسمبر ۱۹۴۹ء)۔

زبان عربی، خط نسخ، سائز کلاں دوسرا ایڈیشن متوسط، سال اشاعت اول ۱۳۵۷ھ فتح الملہم، علامہ نووی کی شرح کے بعد مسلم شریف کی سب سے اہم اور مہتم بالشان شرح ہے اس کے مطالعہ سے علامہ شبیر احمد عثمانی کے فضل و کمال، وسعت علم و مطالعہ علم حدیث و اصول حدیث پر غائرانہ نگاہ اور مجتہدانہ شان کا پتہ چلتا ہے، اس کے مباحث کو پڑھتے ہوئے قدماء کے کمال علم و فضل کی جھلک ملتی ہے

روایت کے مفہوم و مراد، محل و مصداق اور معنی کی وسعت اور پھیلاؤ کو پوری بصیرت و اعتماد کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، کتاب الایمان کی بحث شروع ہوتے ہی ذات باری، صفات باری، افعال ربانی کے دقائق و غوامض اور اسرار و رموز کا انکشاف و تحقیق اتنی دقیقہ رسی اور

باریک بینی سے کرتے ہیں، اور اس بلند مقام تک پہونچ جاتے ہیں جہاں تک عام اہل علم کے ذہن کی رسائی بڑی مشکل سے ہوتی ہے، لطف یہ کہ پوری شرح علمار متقدمین کی تفصیل اور توضیح وتشریح سے سرمو متجاوز نہیں ہے، افہام وتفہیم اور توضیح وتشریح حدیث میں دقیق مسائل کو نظائر وامثال اور تجربات ومشاہدات سے کام لے کر اتنا سہل الحصول بنا دیتے ہیں کہ قاری اسے آسان ترین اور سہل الحصول سمجھنے لگتا ہے، احادیث احکام پر گفتگو کرتے ہوئے ائمہ مجتہدین کے مذہب ومسلک نقل کرتے ہوئے اس امام ومجتہد کی بنیادی اور معتمد علیہ کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں، فقہ کی دوسری کتابوں میں مذکور اقوال سے تعرض نہیں کرتے اور نہ ان پر اکتفا کرتے ہیں جب تک کہ ائمہ مجتہدین کی بنیادی اور اہم ترین کتابوں میں وہ حوالے نہ دریافت کرلیں۔

عام طور پر احناف دوسرے مسلکوں کے رد میں رطب ویابس سے بھی کام لیتے ہیں یا کم از کم دوسرے ائمہ مجتہدین کے اہم ترین دلائل کو سرسری اور بے وزن بنا کر پیش کرتے ہیں علامہ عثمانی یہاں بھی انصاف واحتیاط کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، مسلک احناف کی ترجیح تسلی بخش دلائل وبراہین سے ثابت کرتے ہیں، دوسرے مذہب ومسلک کے دلائل کو بھی پورے زور بیان سے تحریر کرتے ہیں اور پھر اس کے ایک ایک نکتہ کا طمانیت بخش جواب دیتے ہیں۔

کتاب الزہد والرقاق کی بحثوں میں صوفیار کرام وعارفین عظام کے اسرار ونکات کو فتوحات شیخ اکبر اور حجۃ اللہ البالغہ جیسی مستند کتابوں سے نقل کرتے ہیں پھر اس کی وسعت اور پھیلاؤ سے قاری کو روشناس کراتے ہیں، حدیث کی روح اور حقیقت کو پانے کی امکانی جدوجہد فرماتے ہیں، چونکہ علامہ عثمانی علم کلام سے غایت شغف رکھتے تھے اس لئے اگر کوئی ایسی روایت آتی ہے جس پر موجودہ دور کے نام نہاد ترقی پسند یا مستشرقین سے مرعوب اور جدید علوم یورپ سے متاثر لوگوں کو شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، یا اعتراضات کر سکتے ہیں تو ان کے ایسے دلائل اور تجربات ومشاہدات سے ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں کہ دل مطمئن ہو جاتا ہے اور معترضین کے حوصلے

پست ہو جاتے ہیں۔

مسلم کی کسی حدیث کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں اگر اس روایت کی تائید دوسری روایتوں سے ہوتی ہے تو احادیث کے مختلف مجموعوں سے ان تمام روایتوں کو اس روایت کے ذیل میں پیش کردیتے ہیں، اس طرح بہت سی روایتوں پر بیک وقت نگاہ پڑ جاتی ہے، تضاد و تعارض کے موقعہ پر تطبیق و توفیق روایات پر پورا زور قلم صرف کرتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہیں تو دونوں متضاد روایتوں کے ایسے محل و مصداق پیش کرتے ہیں کہ تضاد از خود رفع ہو جاتا ہے۔

اصول حدیث سے جہاں کلام کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ضمنیاً اصول حدیث کی بنیادی کتابوں سے حوالے نقل کرتے ہیں۔ اگر راوی کے تراجم کا مسئلہ در پیش ہوا تو راوی کی زندگی کے اہم واقعات اور علماء جرح و تعدیل کے اقوال جرح و تعدیل اور جانب حق کی ترجیح ثابت کرتے ہیں اور غیر معروف رُواۃ کی تحقیق کر کے صحیح صورت حال پیش کرتے ہیں اور بقدر ضرورت جرح و تعدیل، اسنادی مباحث میں بعض مقامات پر جو اشکال یا خلجان پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرتے ہیں، الفاظ غریبہ کے مفہوم و معنی کو مستند لغات قرآن و حدیث سے متعین کرتے ہیں اگر تشریح کے سلسلہ میں دوسرے علوم و فنون کی بحث آگئی تو اس فن کی بنیادی کتابوں سے اقوال نقل کر کے سیر حاصل کرتے ہیں اور پھر اس فن کی کتابوں کی طرف کی ضرورت باقی نہیں جاتی ہے

غرض فتح الملہم اپنی تفصیلات کے ساتھ ایک بے مثال شرح ہے کاش یہ اسی انداز اور اسی قلم سے پایۂ تکمیل کو پہونچ جاتی مگر قضاء و قدر کو شاید منظور نہ تھا، علامہ عثمانی سیاسی حالات کے طوفان میں گھر رہ گئے۔ وقت اور حالات نے ان کے ہاتھ سے قلم چھین لیا اور یہ شرح نامکمل رہ گئی، اس کا تکملہ مولانا محمد تقی عثمانی شیخ الحدیث دار العلوم کراچی کے قلم سے تکملہ فتح الملہم کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں ہمارے یہاں آگیا ہے، اسکا ناشر دار العلوم کراچی کا شعبہ تصنیف و تالیف ہے۔

کتاب کے شروع میں اصول حدیث پر ایک مبسوط مقدمہ ہے جو بذات خود اہم ترین اور قابل قدر کارنامہ ہے۔ جو کتاب کے ۱۰۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اس میں تقریباً ان تمام اصول حدیث پر کافی بحث کر دی گئی ہے جن کی مباحث حدیث اور اس شرح کے مطالعہ

کے وقت ضرورت پیش آسکتی ہے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن بڑے سائز کی دو جلدوں میں بجاندہ پریس جالندھر سے سنہ ۱۳۵۰ھ میں شائع کیا گیا تھا اس کا دوسرا ایڈیشن ادارہ شرکت علمیہ دیوبند نے سابق ایڈیشن کا فوٹو لے کر شائع کیا ہے یہ متعدد جزوں میں ہے تیسرا جزء جو اس وقت مرے سامنے ہے اس پر کتاب النکاح ختم ہوتی ہے جس کا آخری باب جواز الغیلہ ہے جزء ثالث کے آخر میں عبادت ہے، تم بفضل اللہ وعونہ الجزء الثالث من کتاب فتح الملہم ویلیہ الجزء الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ، اولہ کتاب الرضاع۔ ، ہندوستان میں شرح نووی کے ساتھ جو مسلم شریف شائع ہوتی ہے اس کی دو جلدوں میں سے پہلی جلد کی بھی مکمل شرح نہیں ہے بلکہ ایک مختصر حصہ اس جلد کا بھی باقی رہ گیا ہے دوسرے اجزا کی اشاعت کا علم تادم تحریر راقم الحروف کو نہیں ہو سکا ہے۔

الحل المُفہم

افادات، محدث جلیل مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (سنہ ۱۳۲۳ھ)
جامع، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی۔ متوفی سنہ ۱۳۳۴ھ
ترتیب و تعلیق،، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث۔

زبان عربی، دو جلدوں میں، رسم الخط عربی ٹائپ، سال اشاعت سنہ ۱۳۹۳ھ

مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی علامہ گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہے تھے، آپ نے حضرت گنگوہی کے درس حدیث میں شریک ہو کر صحاح ستہ کی تمام تقریریں قلمبند کی تھیں، پھر اس کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے اپنے پاس محفوظ رکھ لیا تھا، انھیں تقریروں میں سے ایک تقریر مسلم شریف کے درس کی بھی تھی، جب اس تقریر کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو اس کی ترتیب و تعلیق کا کام مدینہ منورہ میں مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کی نگرانی میں شروع ہوا۔

انھیں دنوں حضرت گنگوہی کے ایک اور شاگرد مولانا محمد حسن پشاوری مکی بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، انھوں نے بھی حدیث حضرت گنگوہی سے پڑھی تھی اور درس مسلم کی تقریر فارسی زبان میں نوٹ کی تھی، اب دونوں تقریروں کو سامنے رکھ کر تعلیق کا کام شروع ہوا، کتاب کی ترتیب یہ رکھی گئی کہ صفحہ کی پیشانی پر مسلم شریف مطبوعہ مصر اور مطبوعہ ہندوستان کا حوالہ بقید صفحہ وسطر دیا گیا اور اس کے نیچے حضرت گنگوہی کے افادات کو قولہ سے ذکر کر کے لاتن دیدی گئی اس کے نیچے مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولانا محمد حسن پشاوری کی مرتب کردہ تقروں کی تلخیص پیش کی گئی ہے، اس طرح دو جلدوں میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہونچا، اس کو مکتبہ خلیلیہ سہارنپور نے طبع کرایا ہے، پہلی جلد کتاب الاعتکاف اور صفحہ ۳۴۵ پر ختم ہوتی ہے اور دوسری جلد کتاب الحج سے شروع ہو کر ۲۹۵ پر تمام ہوتی ہے، سال اشاعت ۱۳۹۰ھ ہے۔

الکوکب الدرّی (شرح ترمذی شریف)

افادات، محدث جلیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح

جامع، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی۔

تحشیہ، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث (مدینہ منورہ)

زبان عربی، رسم الخط فارسی، ناشر مکتبہ یحیویہ سہارنپور، مطبوعہ بجنور آفسیٹ پریس دہلی

الکوکب الدری" حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی درس ترمذی کی تقریر ہے جسے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے درس میں شریک ہو کر قلمبند کیا ہے تقریر تو اردو میں ہوتی تھی لیکن موصوف نے اسے عربی میں نوٹ کیا تھا، مولانا موصوف کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے تقریر کے متعلقات پر مفصل حاشیہ لکھ کر طبع کرایا، ترتیب یہ ہے نصف صفحہ پر اصل تقریر ہے اور اس کے نیچے نصف حصہ میں تعلیقات ہیں۔

حضرت گنگوہی کا درس حدیث اپنے دور میں امتیازی شان رکھتا تھا بعد کے دور کے تمام اکابر شیوخ حدیث حضرت گنگوہی ہی کے درس حدیث سے مستفید ہوئے ہیں اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے، حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے بعد محدثانہ طرز پر درس حدیث صرف حضرت گنگوہی کے یہاں ہوتا تھا اور تقریر جامع مانع ہوتی تھی، تقریر تو مختصر ہوتی تھی لیکن حدیث کے جملہ پہلوؤں پر فن حدیث اور اصول حدیث کی حیثیت سے کلام کرتے تھے۔ الکوکب الدری سے علم حدیث میں حضرت گنگوہی کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ تمام مسائل جن پر ہندوستان میں دورۂ حدیث میں مفصل اور کئی کئی دن تقریریں ہوتی ہیں وہ حضرت گنگوہی کے یہاں بہت مختصر ہیں، لیکن بقامت کہتر بہ قیمت بہتر کی بہترین مثال ہے، مثلاً آمین بالجہر اور آمین بالخفض کا ایک مسئلہ ہے، بعد کے شیوخ حدیث نے اس پر ترمذی کے درس میں بڑی تفصیلی بحثیں کی ہیں، لیکن حضرت گنگوہی نے چند جملوں میں اس کا فیصلہ کر دیا ہے، یہ فیصلہ ان تمام روایات کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے جو اس سلسلہ میں کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت گنگوہی مدّ بہا صوتہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ حیرتناک بات یہ ہے کہ اس روایت کے راوی سفیان نے اپنی دوسری روایت میں خفض بہا صوتہ کی تصریح کی ہے جب ایک راوی کی دو روایتوں میں بظاہر تعارض پیدا ہو گیا تو ان روایتوں کو ایسے معنی پر محمول کرنا چاہیے کہ تعارض دفع ہو جائے اور جس راوی نے مد بہا صوتہ کا مفہوم رفع بہا صوتہ وجہر بہا بیان کیا ہے وہ قطعی نہیں کیوں کہ مد خفض اور رفع دونوں میں ممکن ہے، پھر جہر بہا صوتہ کی تشریح کیسے ہو سکتی ہے، ترمذی نے زاد فیہ علقمہ بن وائل خفض بہا صوتہ انما ھو مد بہا صوتہ لکھ کر یہ اعتراض کیا ہے کہ علقمہ بن وائل کی روایت میں مد بہا صوتہ کی تفسیر خفض بہا صوتہ سے ہے اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اسی سند سے اس جملہ کی تصریح موجود ہے اس لئے شیبہ کی غلطی کہنا کسی طرح درست نہیں، ابن ہمام نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے،

کہ ترمذی نے علل کبیر میں یہ تصریح کی ہے کہ علقمہ کی اپنے باپ وائل سے ملاقات نہیں ہے کیوں کہ علقمہ اپنے باپ کی وفات کے چھ مہینے بعد پیدا ہوئے۔

حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں، یہ غلطی یا تو خود ترمذی سے ہوئی ہے یا ابن ہمام سے اس لئے کہ امام ترمذی نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود میں تصریح کی ہے کہ علقمہ کو اپنے باپ سے سماع حاصل ہے، علقمہ کے والد کی وفات کے بعد علقمہ کے چھوٹے بھائی عبدالجبار کی پیدائش ہوئی ہے علقمہ کی نہیں، اگر ابن ہمام کی بات صحیح ہوتی تو امام مسلم اپنی صحیح میں یہ کیسے کہتے عن علقمہ قال سمعت وائلاً، اسی طرح قزوینی اور نسائی نے علقمہ کی وائل سے روایت کو حدثنا کے لفظ سے بیان کیا ہے

اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے قول فیصل کے طور پر فرمایا کہ آمین بالجہر اور بالخفض دونوں روایتیں صحیح ہیں، اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ ایک دوسرے پر اعتراض کرے اور کسی ایک صورت کو دوسرے پر ترجیح دے، ترجیح کے دلائل ہمارے پاس دوسرے ہیں ایک دلیل خود کثرت طرق ہے اور قرآن کی بعض تصریحات ہیں پھر اسکی تفصیل بیان کی ہے

احناف و شوافع کے درمیان ایک بڑا اختلاف قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر ہے اسکو بھی حضرت گنگوہی نے محدثانہ و محققانہ کلام کر کے مسئلہ کی اصل نوعیت کو ثابت کیا ہے اور چند جملوں میں احناف کے مسلک کو مدلل کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب والی روایت میں اس کے آخری جزء کو ترک کر دیا گیا ہے اور اس جملہ کے ترک کو راویوں کا سہو کہکر بچنے کی کوشش کی ہے کیوں کہ وہ ان کے مسلک کے خلاف پڑتا ہے اصل روایت کے الفاظ ہیں لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب فصاعداً او سورۃ او زیادۃ، صحیح مسلم، ابوداؤد اور صحیح ابن حبان میں یہ الفاظ موجود ہیں، اور خود امام ترمذی نے باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ و تحلیلھا میں روایت ذکر کی ہے لاصلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا اس طرح ترمذی میں اس روایت کی زیادتی کو تسلیم کیا گیا ہے، کیونکہ ثقہ کا اضافہ معتبر ہوتا ہے تو پھر یہ بات اپنی جگہ ثابت ہوگی کہ سورۂ فاتحہ اور کسی سورہ دونوں کا پڑھنا برابر ہو گیا کہ کسی نے سورہ فاتحہ یا اور کوئی سورہ نہیں

پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہوا یہی بات کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن اگر کسی نے ایک آیت بھی پڑھ لی تو نماز ہو جانی چاہیے جبکہ روایات صحیحہ اس کی نفی کرتی ہیں، اس لئے دونوں کا مفہوم ایسا ہونا چاہیے کہ حدیث اور قرآن دونوں کا مصداق و محل درست رہے۔

ہمارے نزدیک اس کا صحیح مصداق و محل یہی ہے کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے مراد نفی کمال ہے نفی ذات نہیں یعنی نماز تو ہو جائیگی لیکن کامل نماز نہیں ہوگی اس مفہوم کے لئے قرینہ بھی ہے کیوں کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن والی آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور نبوت کے چند ہی مہینوں کے بعد نازل ہوئی ہے اور عام ضروریات دین کی طرح اس کی شہرت ہو گئی اور عام لوگوں کو مسئلہ کی صورت حال معلوم ہو گئی کہ قرآن کا جو بھی حصہ پڑھ لیا جائیگا نماز ہو جائیگی، اسی اعتماد پر آپ نے فرمایا لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یعنی وہ لا استعمال فرمایا جو نفی ذات کے لئے ہوتا ہے مگر اس کے خلاف قرینہ ہو تو نفی ذات مراد نہیں ہوتی۔

لا سے مراد نفی کمال ہے دوسری روایتوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ایک روایت میں الفاظ ہیں لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج یا ایک روایت میں ہے فھی غیر تمام ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں فساد بالنقصان ہے فساد بالبطلان نہیں،

پھر حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ یہ عجیب اور حیرتناک بات ہے کہ امام بخاری اس زیادتی کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ راوی معمر سے سہو ہو گیا ہے، معمر کی ثقاہت، جلالت شان اور علو مرتبت کے پیش نظر ان کی طرف سہو کی نسبت کرنا ایک حیرتناک امر ہے، ان کی دلیل ہے کہ معمر کی روایت کا کوئی متابع نہیں ہے جس میں فصاعدًا کا لفظ ہو حالانکہ ابن عیینہ کی روایت میں خود یہ لفظ موجود ہے، اسی طرح صالح اوزاعی اور عبدالرحمٰن بن اسحاق ان تمام کی روایتیں زہری سے ہیں اور ان میں یہ لفظ موجود ہے پھر کیسے امام بخاری یہ کہتے ہیں کہ معمر کا کوئی متابع نہیں ہے۔

حضرت گنگوہی مزید فرماتے ہیں امشہور شارح امام نووی آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن کو سورہ فاتحہ پر محمول کرتے ہیں تو دربھی حیرت کی بات ہے قرآن کے عام لفظ کو نووی نے کس دلیل سے خاص بنادیا ما تیسر سے سورہ فاتحہ مراد لے لیا جبکہ اس سے بھی چھوٹی چھوٹی سورتیں موجود ہیں، اگر اتنی بڑی سورہ کے پڑھنے پر تیسر کا اطلاق کیا جائے تو تیسر کہاں ہوا تیسر تو اس سے کہیں چھوٹی سورتوں میں پایا جاتا ہے آپ کا آخری جملہ ہے هل هذا الا تعصب ظاهر۔

غرضیکہ حضرت گنگوہی کے درس حدیث میں محدثانہ شان ہے اور انداز تقریر سے پہلے دور کے محدثین کی شان درس کا اندازہ ہوتا ہے، انداز بیان مناظرانہ نہیں محدثانہ اور محققانہ ہے فن حدیث اور اصول حدیث کے دائرے سے وہ باہر نہیں جاتے، الکوکب الدری کی دونوں جلدیں اسی طرح کی محدثانہ بحثوں سے پُر ہیں۔

کتاب دو جلدوں میں ہے پہلی جلد ۴۴۴ صفحات پر تمام ہوتی ہے اس کا آخری باب التختم فی الخنصر لاغیر ہے دوسری جلد ابواب الاطعمہ سے شروع ہو کر خاتمہ تک کے مباحث پر مشتمل ہے اس کے صفحات ۳۶۴ ہیں، مجموعی صفحات ۸۰۸ ہیں۔

العرف الشذی

مرتب - مولانا چراغ فاضل دیوبند کوره دھکڑ صوبہ گجرات

زبان عربی، جلد ایک، متوسط سائز، سال تصنیف ۱۳۴۵ھ رسم الخط فارسی ۲۵ سطری مطبع رحیمیہ دیوبند۔

العرف الشذی، جامع ترمذی پر حواشی و تعلیقات کی حیثیت رکھتی ہے، مرتب فاضل دیوبند علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد اور حدیث کی کتابیں آپ سے پڑھی ہیں، ترمذی کے درس میں تقریر کے نوٹ لیتے تھے اور انہیں کو مرتب کر کے پیش کر دیا ہے۔

اہم مسائل پر تفصیلی بحثیں، ائمہ مجتہدین کے یہاں روایتوں کے اختلاف میں جمع

جمع و تطبیق، ناسخ و منسوخ، راویوں پر جرح و تعدیل کی حیثیت سے کلام، علامہ کشمیری کے درس کی خصوصیت تھی، مگر اس کتاب میں اختصار کا یہ عالم ہے کہ پوری ترمذی شریف کے حواشی و تعلیقات صرف ایک جلد میں آ گئے ہیں جبکہ ترمذی ان کتابوں میں سے ہے جن پر دارالعلوم دیوبند میں بہت زور دیا جاتا تھا، اور روایتوں پر مفصل بحثیں کی جاتی تھیں ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی دن تک سلسلہ تقریر جاری رہتا تھا، ایسی صورت میں اگر استاذ حدیث کی مکمل تقریر نقل کی جاتی تو ہزاروں صفحات میں سما سکتی تھی، مرتب نے اپنی صوابدید کے مطابق جن موقعوں کو قابل تشریح سمجھا ان پر نمبر لگا کر اپنی قلمبند تقریر سے معلومات لے کر کتاب میں درج کر دیا ہے، مگر واضح رہے کہ یہ حواشی اس عظیم المرتبت شخصیت کے افادات میں سے ہیں جن کے علم و فضل کا ایک دنیا کو اعتراف ہے اس لئے ان میں وزن ہے اور فن حدیث کی حیثیت سے مسائل پر علمی بحثیں بھی، بعض اہم مسائل پر یہ حاشئے کافی ہیں، اور حضرت علامہ نے اس موقعہ پر جو کچھ فرمایا تھا اس کے ایک بڑے حصے کو نقل کیا گیا ہے مثلاً ترمذی کے باب المطلقات ثلثاً لا نفقۃ ولا سکنیٰ میں ائمہ اربعہ میں بہت سے امور میں اختلاف ہے اسی سلسلہ میں فاطمہ بنت قیس کی روایت آتی ہے، حضرت عمرؓ کا بیان آتا ہے یہ مسئلہ طویل مباحث کا حامل ہو گیا ہے، پھر اس کے حل میں کئی طرح کی پیچیدگی پیدا ہوئی ترمذی کی روایت، صحیح بخاری کی روایت اور آیت قرآنی کی وضاحت کے پیش نظر ان میں مطابقت اور واقعہ کی صحیح صورت حال میں سخت اختلافات ہیں العرف الشذی میں ان بحثوں کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے اسی طرح دوسرے کئی اہم مسائل کے موقعہ پر تفصیل سے کام لیا گیا ہے لیکن پوری کتاب میں کہیں کہیں اس طرح کی لمبی بحثیں ہیں ورنہ ہر جگہ اختصار ہی سے کام لیا گیا ہے، اسی لئے اس کی حیثیت حواشی کی ہی ہے، کتاب ایک جلد میں ہے اور اس کے صفحات ۳۸۸ ہیں۔

☆☆☆☆☆

معارف مدنیہ

افادات، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
مرتب، مولانا طاہر حسن امروہوی استاذ جامعہ اسلامیہ امروہہ ضلع مرادآباد
زبان اردو، سائز متوسط، اشاعت قسطوار، ناشر معارف مدنیہ امروہہ ضلع مرادآباد

معارف مدنیہ مولانا حسین احمد مدنی کے درس ترمذی کی تقریر کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے لیکن مرتب نے افادات مدنی کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے اساتذۂ حدیث کی تحقیقات کو بھی اس میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے لیکن دلیل راہ حضرت مدنی ہی کی تقریر ترمذی ہے مولانا مدنی کے درس ترمذی کو احاطۂ دارالعلوم میں ایک خصوصیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حرم نبوی میں ایک عرصہ تک درس حدیث دیا ہے جہاں ہر مسلک کے طلبہ ہوتے تھے ان میں شافعی المسلک بھی تھے اور حنفی بھی، امام مالک کی فقہ پر عمل کرنے والے بھی تھے اور حنبلی بھی، ہر مسلک کے ذہین طلبہ اپنے اپنے مسلک اور اس کے دلائل سے واقف ہوتے تھے اور آپ درس میں امام ابوحنیفہ کے مسلک کو ترجیح دیتے تھے، اب اگر طلبہ کو دلائل سے مطمئن نہیں کیا جاتا ہے تو حرم نبوی میں درس حدیث کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اسلئے آپ نے ائمہ اربعہ کی فقہ کا گہرا مطالعہ فرمایا تھا اور ان کی اُمہات کتب پر آپ کی پوری نظر تھی، ہر امام کی مستدل حدیث اور ان کے دلائل سے واقف تھے اور آپ ان دلائل کا تشفی بخش جواب دیتے تھے اور دلائل کی روشنی میں حنفی مسلک کی ترجیح ثابت کرتے تھے کہ پھر طلبہ کے لیے اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی یہی انداز درس آپ نے دارالعلوم دیوبند میں بھی جاری رکھا اسی وجہ سے درس ترمذی کی اہمیت دارالعلوم دیوبند میں بہت بڑھ گئی۔

مرتب نے طرز تحریر یہ رکھا ہے کہ ابواب کا عنوان قائم کر کے حدیث نقل کرتے ہیں اور ترجمہ کرنے کے بعد حضرت مدنی نے اس روایت کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے

اس کو جامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں لیکن اختصار میں بھی یہ بات ملحوظ رکھی ہے کہ روایت کی تشریح میں جتنی باتیں استاذ نے بیان کی ہیں وہ تمام کی تمام آجائیں اور کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے، کتاب قسطوار شائع ہورہی ہے ابتک اس کے بارہ اجزا شائع ہو چکے ہیں جن کے صفحات بارہ سو سے زائد ہیں پہلا جزء کتاب الطہارۃ سے شروع ہوتا ہے اور باب البول یصیب الارض پر تمام ہوتا ہے یہ جزء ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے، دوسرا جزء کتاب الصلوۃ سے شروع ہوتا ہے لیکن اس کا ابواب ترمذی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ نماز پر مستقل ایک رسالہ ہے جس میں مسجد، امام، جماعت اور متعلقات نماز کے عنوانات قائم کرکے اظہار خیال کیا گیا ہے اس کے صفحات ۱۲۰ ہیں، تیسرا جزء باب ماجاء فی مواقیت الصلوۃ سے شروع ہوتا ہے اور باب ماجاء فی الصلوۃ قبل المغرب پر ختم ہوتا ہے یہ جزء صرف ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے چوتھا جزء باب فی من ادرک رکعۃ من العصر سے شروع ہو کر باب ماجاء فی تحریمہا الصلوۃ وتحلیلہا پر تمام ہوتا ہے اس کے ۱۲۰ صفحات ہیں، معارف مدنیہ کے ابتک شائع شدہ تمام اجزا کچھ کم وبیش سو سوا سو صفحات کے ہیں اب تک اس کے بارہ اجزا شائع ہو چکے ہیں، یہ معارف کتنی جلدوں میں آئیں گے ابھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔

معارف السنن

مصنف، محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری تلمیذ خاص علامہ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
زبان عربی، ۶ جلدوں میں، متوسط سائز، ناشر مجلس علمی ڈابھیل ضلع سورت۔
طابع الحجاز پرنٹنگ سینٹر کراچی، پاکستان، عربی ٹائپ سال اشاعت ۱۳۸۳ھ
معارف السنن، صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ترمذی کی مکمل اور جامع شرح ہے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ شرح استاذ محترم حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات کی روشنی میں لکھی گئی ہے، ہر مصنف کی علمی نشوونما اساتذہ کی علمی صحبتوں ہی میں ہوتی ہے لیکن اتنا ہی کافی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے جبتک کہ استاذ کی پیدا کردہ

صلاحیت کو دلیل راہ بنا کر اپنے مطالعہ کو وسیع نہ بنالے اور اپنی فطری ذہانت وصلاحیت سے کام نہ لے۔

مولانا بنوری بھی اپنے دور کے ان مخصوص علماء میں تھے جن کا علم حدیث کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی علمی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ اور موضوع صرف علم حدیث تھا قدرت نے ذہن رسا دیا تھا، ذہانت وفطانت، فہم وفراست اور حافظہ انتہائی قوی دیا تھا اس لئے انھوں نے علم حدیث کا بہت ہی تفصیلی مطالعہ کیا تھا اور درجہ کمال حاصل کرلیا تھا، اب یہ ان کی سعادت مندی اور عظمت، اخلاق کی سربلندی اور شرافت نفس ہے کہ انھوں نے اپنی علمی کاوشوں کو محض اپنے استاذ محترم کے علمی احسانات میں شمار کیا ہے۔

شرح کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مصنف کی نگاہ علم حدیث، اصول حدیث پر بہت ہی وسیع اور گہری ہے، ائمہ مجتہدین کی فقہ پر ان کی دور رس نگاہ ہے، اختلافی مسائل اور اس کی جزوی بحثوں پر بڑی ہی دقیقہ رس نگاہ رکھتے ہیں۔

سنن ترمذی کی شرح میں بالخصوص ہر مکتبۂ فکر کی فقہ کا وسیع مطالعہ انتہائی ضروری ہے اور ہر امام کے مسلک کی بنیادی کتابوں پر مصنف کی نگاہ گہری ہو ورنہ سنن ترمذی کی تعلیم وتدریس کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا، مولانا بنوری کی یہ کتاب ان تمام شرائط کے پائے جانے کا ہمیں یقین دلاتی ہے۔

مصنف نے یہ شرح اس طرح مرتب کی ہے کہ صفحہ کی پیشانی پر سنن ترمذی کی عبارت ہے اور خط کھینچ کر قولہ، الکھدیلہ ہے اور علامہ کشمیری کے افادات کو پیش کیا ہے اور پھر اقول یا قال الراقم لکھ کر اپنی رائے کو مفصل لکھتے ہیں، اور ہر مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہیں اہم ترین مباحث میں ہر جگہ متقدمین کی کتابوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں، حدیث کی توضیح وتشریح میں عصر حاضر کے مشاہیر علماء میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے افادات کا ذکر بہت سے مقامات پر کرتے ہیں، مختلف فیہ مسائل میں ہمیشہ تفصیل سے کام لیتے ہیں کیوں کہ شرح کی ترتیب

کے وقت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کی مشہور کتاب تحفۃ الاحوذی سامنے موجود تھی غیر مقلدین کے حلقے میں ان کے زور بیان کا بڑا شہرہ ہے اس لئے بطور خاص تحفۃ الاحوذی کے حوالے دے کر اعتراضات کا دفعیہ اور مسلک احناف کو مدلل و مبرہن کرتے ہیں۔

فقہی مباحث کے علاوہ ضمنی مباحث کو بھی سرسری طور پر نہیں لکھا گیا ہے بلکہ پوری تحقیق کے بعد اظہار خیال کیا گیا ہے۔ مثلاً ترمذی میں ایک جملہ کے ذیل میں کتابت حدیث کی بحث آگئی ہے تو تدوین حدیث کی تاریخ بیان کر دی ہے، عہد نبوی میں کتابت حدیث، صحابہ کرام کا حدیثوں کو لکھنا، اور متعدد صحابہ کرام کے مجموعہائے حدیث کے وجود پر مضبوط دلائل فراہم کر دیئے ہیں۔

پوری کتاب چھ جلدوں میں ہے، پہلی جلد کتاب الطہارۃ کے باب ماجاء فی البول یصیب الارض پر ختم ہوتی ہے، اس کے صفحات ۵۰۰ ہیں، دوسری جلد ابواب الصلوۃ سے شروع ہوتی ہے اور باب رفع الیدین عند الرکوع پر ختم ہوتی ہے یہ آخری بحث تقریباً پچاس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، یہ جلد ۵۱۰ صفحات پر مشتمل ہے تیسری جلد باب ماجاء فی وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع سے شروع ہو کر باب ماجاء فی الرجل یسلم فی الرکعتین من الظہر والعصر پر تمام ہوتی ہے اس جلد کے ۴۴۵ صفحات ہیں چوتھی جلد باب ماجاء فی الصلوۃ فی النعال سے شروع ہوتی ہے اور باب ماجاء فی صلوۃ الاستسقاء پر ختم ہوتی ہے اس کے صفحات ۵۰۰ ہیں، اور پانچویں جلد باب فی صلوۃ الکسوف سے شروع ہوتی ہے اور باب ما جاء فی فضل من فطر صائماً پر ختم ہوتی ہے یہ جلد ۵۵۸ صفحات پر مشتمل ہے، چھٹی جلد ابواب الحج سے شروع ہوتی ہے اور ۴۹۶ صفحات پر تمام ہوتی ہے کتاب کے مجموعی صفحات ۳۰۲۹ ہیں۔

الطیب الشذی

مصنف، مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ دہلی۔

زبان عربی، بڑا سائز، عربی ٹائپ، مطبع الخیریۃ المصریۃ، سال اشاعت سنہ ۱۳۴۴ھ
کتاب کے شروع میں مولانا اشرف علی تھانوی علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی اس شرح پر تقریظیں ہیں، تقریظ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے سامنے اس شرح کا اتنا ہی حصہ تھا جو پہلی جلد کے نام سے بڑے سائز کے ۲۷ سطری صفحہ پر باریک عربی ٹائپ میں چھاپا گیا ہے، کتاب کے کل صفحات ۲۴۴ ہیں، کتاب کے شروع میں مقدمہ ہے جس میں کتابت حدیث کی ابتدا، امام ترمذی کے حالات شرائط ائمہ حدیث، اقسام حدیث، اخبار و حدیث کا فرق، اصطلاحات محدثین اور علم کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ جلد باب فی الرجل یقرأ القرآن علیٰ کل حال پر تمام ہوتی ہے۔

مصنف نے سند کے راویوں پر مفصل کلام کیا ہے اور رواۃ کی جرح و تعدیل پر خصوصیت سے توجہ کی گئی ہے حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کی پوری تحقیق کی گئی ہے الفاظ غریبہ کے معنی و مفہوم کو بتایا گیا ہے اور جملوں کے اعراب اور نحوی حیثیت سے توجیہ کی گئی ہے ائمہ اربعہ کے مذاہب کو پیش کر کے　　ایک کی ترجیح کو مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے اگر اس مسئلہ خاص کی دوسری روایتوں سے تائید ہوتی ہے تو ان روایتوں کو بھی پیش کر دیا گیا ہے، انداز تحریر عالمانہ اور محققانہ ہے
معلوم نہیں یہ شرح مکمل ہوئی یا نہیں میرے سامنے اس کی صرف ایک جلد ہے اس کی دوسری جلد کتاب الصلوۃ سے شروع ہوگی، وہ بجائے ٹائپ کے لیتھو پر طبع کرائی جا رہی ہے مگر ابتک اس کی طباعت کا علم نہیں ہو سکا ہے، مزید جلدوں کے بارے میں کوئی مستند اطلاع نہیں ہے

التقریر الترمذی

مصنف، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند
زبان عربی، بڑا سائز، عربی نستعلیق، صفحہ ۲۶ سطری، شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ

دیوبند (متوفی ۱۹۲۰ء)

کتاب بڑے سائز کے پچاس صفحات پر مشتمل ہے، اس کی حیثیت ترمذی شریف پر حاشیہ کی ہے، حضرت شیخ الہند کے افادات سے انتخاب کر کے بعض بعض مسئلوں پر مختصر رائے کو پیش کیا گیا ہے، بعض روایتوں کے تضاد اور الفاظ غریبہ کی تشریحات اور کہیں کہیں فقہی مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے، اختصار کا حال یہ ہے کہ پوری ترمذی شریف کا حاشیہ صرف پچاس صفحات میں آگیا ہے مثلاً رفع الیدین عند الرکوع پر حاشیہ ہے امام مالک کے یہاں ارسال، سوائے افتتاح صلوۃ کے کہیں رفع نہیں امام شافعی کا مستدل ابن عمر کی روایت ہے وہ رکوع اور قیام کے وقت رفع کے قائل ہیں امام اعظم کے نزدیک لا رفع الا فی الافتتاح رفع نہ رکوع و قیام کے بعد ہے نہ بین السجدتین ہے ابن عمر کی روایت کے سلسلہ میں کہا گیا کہ رفع یدین ابتدا اسلام میں مشروع تھا بعد میں منسوخ ہو گیا، صرف افتتاح صلوۃ میں باقی رہا، امام شافعی کی دلیل کے جواب میں کہا گیا کہ جب ابتدا اسلام میں رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین تھا تو کیا وجہ ہے کہ رکوع اور قیام میں تو رفع یدین کو اختیار کیا اور دوسری جگہ چھوڑ دیا اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے، شوافع کہتے ہیں کہ ہم ابن عمر کی حدیث پر عمل کرتے ہیں کیوں کہ اس کی سند بہت قوی ہے تو سوال یہ ہے کہ ابن عمر کی روایت تو یہ بھی ہے اور صحیح روایت ہے کہ حضور قعدہ اولیٰ سے قیام کے بعد بھی رفع کرتے تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع عند کل خفض و رفع وعلی کل انتقال، پھر کیا وجہ ہے کہ امام شافعی نے تمام حدیثوں کو ترک کر دیا اور سوائے رکوع اور قیام کے ہر جگہ رفع یدین کو ترک کر دیا ان کو ہر جگہ رفع کرنا چاہیے تھا، امام شافعی جو جواب دیں گے وہی جواب ہمارا رکوع اور قیام کے وقت رفع یدین کے ترک کر دینے کا ہے، اس کے علاوہ ابن عمر سے مجاہد کی روایت ہے انہ لم یرفع سوی الافتتاح امام طحاوی کا بیان ہے کل من راوی عنہ حدیث رفع الیدین فقد نقل عنہ روایۃ عدم الرفع ایضاً،

امام اعظم کے قول کی تائید میں مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود کا طرز عمل ہے فانہ لم یرفع یدیہ سوی الافتتاح الیٰ ان مات اگر ابن مسعود کے نزدیک رفع یدین جائز ہوتا تو زندگی میں دو ایک بار یا چند بار ضرور کرتے، ابن مسعود فقیہ و مجتہد تھے اور بعض لوگوں نے علم و اجتہاد میں ابن مسعود کو حضرت شیخین پر جزوی فضیلت بھی دی ہے اور احکام پر عمل کرنے میں ان کی احتیاط مشہور ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ رفع یدین ترک کر دیتے، اگر اس کے منسوخ ہونے کا ان کو قطعی یقین نہ ہوتا تو یقیناً وہ رفع یدین کرتے مگر ایسا نہیں ہوا، ابن عمر کی روایت سے زیادہ سے زیادہ رفع یدین کا جواز ثابت ہوتا ہے ابن مسعود کی احتیاط کا یہ نتیجہ تھا کہ جب حضورؐ نے رفع یدین کیا تو انھوں نے بھی کیا اور جب حضورؐ نے ترک کر دیا تو انھوں نے بھی ترک کر دیا اور ابن عمر نے بھی ترک کر دیا، ان کی روایت ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلنا و ترک فترکنا، اسی زیادت سے رفع یدین کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ بطور مثال میں نے ایک ایسی بحث کو پیش کیا جو طویل ترین بحث مانی جاتی ہے مگر اختصار کا یہ عالم ہے کہ چند سطروں میں سارے پہلوؤں پر آپ نے روشنی ڈالی، اور مسئلہ کو واضح کر دیا۔

غرضیکہ انتہائی اختصار کے ساتھ مختلف فیہ مسائل کو مدلل طور پر حل کر دینے کا حضرت شیخ الہند کو ملکہ تھا، اسی لئے آپ کی تقریر مختصر ہوتے ہوئے بھی جامع اور مانع ہوتی تھی "لاتشد الرحال الا الیٰ ثلثۃ مساجد" پر جو حاشیہ ہے صورت مسئلہ واضح کرنے بعد فرماتے ہیں، "والذی عندی ان یمنع شد الرحال الیٰ القبور فی زماننا ھذا فان فیہ تضییع الدین وترویج البدعۃ فان الجھال یقولون زیارۃ مزار خواجہ معین الدین الچشتی الاجمیری مرۃ تعدل حجین فی الثواب وغیرھا معاذ اللہ"

مفرد الفاظ کی بھی توضیح و تشریح، معنی و مفہوم پر روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً ایک لفظ حباری ہے اس پر حاشیہ ہے حباری بالفارسیۃ تغدر و بالھندیۃ کی مانند وھو علیٰ قسمین صغیر وکبیر اما الکبیر فاسمہ تغدر واما الصغیر فاسمہ تغدری۔

ان شاذوں سے اس حاشیہ کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے غرضیکہ التقریر الترمذی ترمذی شریف پر ایک مختصر حاشیہ ہے اور یہ حاشیہ حضرت شیخ الہند کے افادات سے لیا گیا ہے۔ کسی نے یہ تقریر دوران درس قلمبند کی ہے اور اس کے ضروری اجزا کو اپنی صوابدید کے مطابق ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے، اس میں فن حدیث کی تفصیلی بحثیں جو حدیث کی شروحات میں ملتی ہے، وہ نہیں ہیں، مگر جتنا کچھ ہے بہت اہم اور پورے مسئلہ پر پوری بصیرت سے غور کر کے کیا گیا ہے اس لئے اس میں وزن بھی ہے اور افادیت بھی

تقریر ترمذی شریف

افادات مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
مرتب ۔ مولانا سعید الرحمٰن صاحب۔
زبان اُردو۔ ناشر جامعہ اسلامیہ راولپنڈی (پاکستان)

مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری مظاہر علوم سہارنپور میں صدر الاساتذہ اور استاذ حدیث تھے، علم حدیث پر ان کی بہت گہری نگاہ تھی، ترمذی شریف کا درس آپ کا خاص شہرت رکھتا تھا اس لئے ذکی و ذہین طلبہ آپ کی درسی تقریر کو قلمبند کرتے تھے اس طرح بہت سے تلامذہ کے پاس آپ کی درسی تقریریں محفوظ تھیں مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے متعدد تلامذہ سے ان کی امالی کو مستعار لیکر ترتیب و سلیقہ سے ساری بحثوں کو مربوط اور زبان و بیان کو درست کر کے ان کا ایک مجموعہ تیار کر دیا، اسی مجموعہ کو جامعہ اسلامیہ راولپنڈی نے شائع کیا ہے اس میں ترمذی شریف کے دقیق فنی مباحث، احادیث سے مستنبط ہونے والے مسائل کا فقہی تحقیق و تدقیق، توضیح و تشریح، اور مسلک احناف کی تائید و ترجیح سب کچھ آگئی ہے۔ اسکی کتنی جلدیں شائع ہوئیں ابھی تک راقم الحروف کو کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے کچھ کہنا دشوار ہے،

٭٭٭

شمائل ترمذی (مترجم)

مصنف، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور۔
زبان اُردو، ناشر مکتبہ یحیویہ سہارنپور، دوسرا ایڈیشن مکتبہ دانش دیوبند، سال اشاعت اول ۱۳۴۴ھ۔

یہ امام ترمذی کی مشہور تالیف شمائل ترمذی کی اُردو میں بہترین شرح ہے ساتھ ہی ساتھ حاشیہ پر نادر ونایاب علمی تحقیقات، حل لغات، اور اسماء الرجال کا اضافہ بھی مصنف کے اپنے قلم سے ہے، جن دو حدیثوں میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے ان میں تشفی بخش اسلوب سے تطبیق دی گئی ہے، کہیں کہیں اختلاف مذاہب کا بھی ذکر ہے، مسلک احناف کو بیشتر مواقع پر پوری وضاحت سے لکھا گیا ہے، شمائل میں ضمناً غزوات وسرایا کا بھی تذکرہ آگیا ہے ان کو سہولت کیلئے کسی قدر تفصیل سے بیان کردیا گیا ہے، جا بجا مختلف روایات پر محدثانہ کلام کرکے صحیح صورت حال کو واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن خصائل نبوی کے نام سے شائع کیا گیا تھا، متعدد زبانوں میں خصائل نبوی کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے پہلے ایڈیشن ۱۳۴۴ھ کے بعد ہندوستان و پاکستان کے بہت سے ناشران کتب نے اس کو شائع کیا، انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد میاں صاحب افریقی نے کیا ہے جو المعہد الاسلامی جوہانسبرگ سے شائع ہوا تامل زبان میں بھی یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، مصنف کی نظرثانی اور اضافہ کے ساتھ اسکا ایک ایڈیشن مکتبہ دانش دیوبند نے شمائل ترمذی مترجم کے نام سے شائع کیا ہے، اس ایڈیشن میں کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ روایتوں کو عربی میں لکھ کر بالمقابل اس کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ترجمہ مکمل ہونے کے بعد اس پر فوائد کے نام سے بہت سی اہم اور ضروری باتیں اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث کے قلم سے ہیں جو کتاب کی افادیت میں اضافہ کا باعث ہیں یہ ایڈیشن ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

بذل المجہود

مصنف، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری صدر الاساتذہ مظاہر علوم سہارنپور، متوفی ۱۳۴۶ھ
زبان عربی، ۵ جلدوں میں، سائز کلاں ۲۳ سطری صفحہ، سال اشاعت ۱۳۴۶ھ
ترتیب اس طرح ہے کہ صفحہ کی پیشانی پر احادیث عربی رسم الخط میں اور شرح خط کھینچ کر باریک فارسی رسم الخط میں، مصنف مظاہر علوم میں ایک عرصہ تک شیخ الحدیث بھی رہے اور صدر المدرسین بھی، آخر میں حجاز تشریف لیگئے اور بذل المجہود کی تکمیل کرتے رہے یہاں تک کہ وقت موعود آگیا ۱۳۴۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے نور اللہ مرقدہ۔

بذل المجہود جو صحاح ستہ کی کتاب ابوداؤد کی شرح ہے مصنف کی مشہور اور اہم ترین تصنیف ہے جلد اول جو بڑے سائز کے ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ہے اس کی تسوید ۱۳۳۵ میں ہوئی اور جلد ثانی ۱۳۳۶ میں لکھی گئی اس طرح وقفہ وقفہ کے بعد تیسری اور چوتھی اور پانچویں جلدیں معرض تحریر میں آئیں کیونکہ مظاہر علوم کی انتظامی ذمہ داریوں نے فرصت عنقا کردی تھی۔

اس شرح کی تسوید میں صحاح ستہ کے علاوہ ۵۲ مجموعہائے حدیث اور ان کی شروح پیش نظر ہیں اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کی ۲۰ کتابیں جن میں وہ تمام کتابیں شامل ہیں جو آج ہندوستان میں متداول ہیں سامنے تھیں، فقہ حنفی کی بنیادی کتابوں میں ۱۵ کتابیں اصول حدیث کی ۹ کتابیں، اصول فقہ کی چھ کتابیں غریب الحدیث واللغۃ کی ۱۰ کتابیں سیر و تاریخ کے سلسلہ میں ۹ مشہور و مستند کتابیں اور ان کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی دوسری بہت سی اہم کتابیں آپ کے پیش نظر رہیں، احادیث کی تشریح و توضیح میں زیادہ تر فتح الباری، عمدۃ القاری، ملا علی قاری کی المرقاۃ پر زیادہ اعتماد کیا ہے اور مسائل فقہیہ میں البدائع والصنائع، راویوں پر جرح و تعدیل کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب اور تہذیب التہذیب اور علامہ سمعانی کی کتاب الانساب اور حدیث

کے الفاظ غریبہ کے سلسلہ میں المجمع اور القاموس اور لسان العرب کے ذریعہ ان الفاظ کے مفہوم و معنی کو متعین کیا ہے۔

بذل المجہود سے پہلے ابوداؤد کی دو شرحیں ہندوستان میں لکھی گئیں ان کی پیش کردہ تفصیلات کو قطعاً ہاتھ نہیں لگایا ہے اور نہ متقدمین کے ان اقوال کو لیا ہے جن کو شارحین ابوداؤد نے صرف اس لئے نقل کیا ہے کہ قائل کا شمار متقدمین میں ہے بلکہ ان اقوال کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر اور دوسروں کی تائید سے بہترین کر کے درج کتاب کیا ہے۔

بذل المجہود کی ایسی کچھ اور بھی خصوصیات ہیں جن میں ان کے دوسرے شارحین ابوداؤد ان کے شریک و سہیم نہیں ہیں اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اہم ترین مباحث اکابر قدما کے کلام پر مشتمل ہیں، حدیث کی تشریح اور مفہوم و مراد کی تعیین میں انھیں کے اقوال کو دلیل راہ بنایا ہے، مصنف نے بیشتر مقامات پر اکابر قدما کے نام بھی لئے ہیں، اور کہیں کہیں صرف نظر بھی کر گئے ہیں لیکن انھیں کے اقوال کی روشنی میں حدیث کی تشریح و توضیح کی ہے اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ابوداؤد کے مشکل ترین اقوال کی توضیح و تشریح خود اپنے وسعت مطالعہ اور معلومات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں کیوں کہ متقدمین کے یہاں ان پر کلام پایا ہی نہیں جاتا اس لئے دلائل کی روشنی میں اپنا حاصل مطالعہ پیش کرتے ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ مصنف سندوں میں جس راوی کا نام پہلی بار آیا ہے اسی جگہ اس راوی کے بارے میں پوری تفصیل پیش کر دیتے ہیں، اگر اسی راوی کا نام دوبارہ آتا ہے تو پھر دوبارہ اس پر کلام نہیں کرتے اور تکرار سے احتراز کرتے ہیں لیکن ابوداؤد کے تمام راویوں پر بالاستیعاب کلام کر دیا گیا ہے البتہ تکرار نہیں ہے، چوتھی بات یہ ہے مصنف حدیث کی تشریح کے بعد اگر روایت سے مسائل فقہیہ آتے ہیں تو اکابر احناف کے مسلک کا ذکر کرتے ہیں اگر مذکورہ روایت مسلک حنفی کے مطابق ہے تو مزید گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے اور اگر حدیث بظاہر مسلک احناف کے معارض معلوم ہوتی ہے تو احناف

کا جو مستدل ہے، اس کا ذکر کرتے ہیں، اور پیش نظر حدیث کی وجہ سے جو اعتراض پڑتا ہے
اس کو دفع کرتے ہیں اور حدیث کی ایسی مناسب توجیہ کرتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے
قابل قبول ہو جائے اور بسا اوقات دوسری روایات سے اس کی تائید بھی پیش کر دیتے
ہیں، پانچویں بات یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت کو وضاحت سے بیان
کرتے ہیں اور بالخصوص ان مقامات پر جہاں مناسبت کی تلاش دشوار محسوس ہوتی ہے وہاں
خصوصیت سے مناسبت کی وضاحت کرتے ہیں اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جن مقامات
پر شارحین ابو داؤد کی لغزش قلم ہو گئی ہے یا نظر چوک گئی ہے اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں اور صحیح
مفہوم و مراد کو بیان کر دیتے ہیں اور اس کی وضاحت فرما دیتے ہیں کہ فلاں کتاب میں اس موقعہ
پر جو تفصیل دی گئی ہے وہ غیر واقعی ہے، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بعض اہم
اور دقیق مباحث کا تخیصاً اعادہ بھی کر دیتے ہیں تاکہ قاری کا ذہن تکرار کلام سے کھل جائے
اسی طرح ابو داؤد نے بعض روایتوں کو کہیں کہیں مختصر طور پر ذکر کیا ہے جبکہ دوسرے
محدثین کے یہاں یہ روایتیں طویل ہیں شارح تلاش و جستجو کے بعد پوری روایت کو درج کر دیتے
ہیں تاکہ پوری روایت نظر کے سامنے رہے۔ جن احادیث سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں
وہاں ائمہ اربعہ کے مسلک اور ان کی آرا کو ذکر کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں زیادہ علامہ شوکانی
سے استفادہ کرتے ہیں۔ ابو داؤد میں بہت سی روایتیں مرسل یا تعلیقاً ذکر کی گئی ہیں، شارح نے
ان تمام روایتوں کو موصولاً ذکر کر دیا ہے اور حدیث کی پوری سند لکھ دی ہے۔

بذل المجہود پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اگر اس کو نئی ترتیب میں طبع کر لیا جائے تو کم از کم دس
جلدیں ہوں گی کتاب کی پہلی جلد کتاب الطہارۃ سے شروع ہو کر باب من قال لا یقطع الصلوٰۃ شئی
پر ختم ہوتی ہے جو ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے، دوسری جلد باب تفریع استفتاح الصلوٰۃ
سے شروع ہوتی ہے اور باب الاستعاذۃ پر ختم ہوتی ہے اس کے صفحات ۳۰۴
ہیں، تیسری جلد کتاب الزکوٰۃ سے شروع ہو کر باب فی استولی یوم الزحف پر تمام ہوتی
ہے جو دو جزوں پر مشتمل ہے اور اس کے صفحات ۴۵۴ ہیں، چوتھی جلد باب فی الاسیر
یکرہ علی الکفر سے شروع ہو کر کتاب الاطعمۃ پر تمام ہوتی ہے اس کا آخری باب

مالمین کرتحریمہ ہے یہ جلد ۶، ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، پانچویں جلد کتاب الصب سے شروع ہوتی ہے اور باب فی الرجل یسب الدھر پر ختم ہوتی ہے اور اس کے صفحات ۲۴۴ ہیں کتاب کے مجموعی صفحات ۹۲۴ ہیں۔

انوار المحمود

مصنف ۔ مولانا ابو العتیق عبدالہادی محمد صدیق نجیب آبادی صدر المدرسین جامعہ صدیقیہ دہلی
زبان عربی، دو جلدوں میں، سائز متوسط، رسم الخط فارسی، ۲۰ سطری، سال اشاعت ۱۳۵۰ھ

اکابر علماء دیوبند کے درس حدیث کی تقریروں کو قلمبند کرنے کا سلسلہ علامہ انور شاہ کشمیری کے دور سے کچھ اور تیز ہوگیا اور صحاح ستہ کی مکمل تقریریں کئی سو کی تعداد میں مختلف سالوں میں طلبہ نے قلمبند کیں، ان ضبط شدہ تقریروں میں سے کئی ایک نظرثانی اور مزید تحقیق و تفتیش یا استاذ کی نظرثانی کے بعد طبع بھی ہوئیں، قلمبند کرنے والے ذہین طلبہ جو مستقبل کے استاذ حدیث ہونے والے تھے جب قدرت نے ان کے کندھوں پر درس حدیث کی ذمہ داری ڈالی اور علم حدیث کا از سر نو مطالعہ کرنے کا موقعہ آیا تو ضبط شدہ تقریریں دلیل راہ کے طور پر کام آئیں، درسی تقریریں جامع اور مختصر ہوتی تھیں، جب ان کی اشاعت کا موقعہ آیا اور ان کو کتابی شکل میں مدون کیا گیا تو اس کی ترتیب، طرز تحریر اور حذف و اضافہ کی وجہ سے ایک مستقل تصنیف کی حیثیت اختیار کر گئی اس طرح کی متعدد تقریریں کتابی شکل میں اہل علم کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں۔

انھیں میں یہ کتاب انوار المحمود بھی ہے جو دو جلدوں میں ہے، مصنف کے قول کے مطابق یہ کتاب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند علامہ کشمیری، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے افادات کا مجموعہ ہے، یوں تو یہ درسی تقریریں ہیں لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ احادیث کی وہ شرحیں ہیں جو ہندوستان کے اکابر علماء کی قوت مطالعہ، علم حدیث سے عرصہ دراز تک وابستگی، ژرف بینی اور وسعت علمی کا ایک

شاہکار مرقع ہے۔ مذکورہ بالا علمائے کرام وہ ہیں جنھوں نے پوری زندگی علم حدیث کی خدمت میں گذاری دور جدید کی اصطلاح میں ان کو صحیح معنی میں محدث عصر کہا جاتا تھا ایک ایک مسئلہ پر کتنی روایتیں ہیں؟ کہاں کہاں ہیں؟ ہر روایت کی کیا حیثیت ہے؟ سند اور متن کے لحاظ سے اس کا کیا وزن ہے؟ ان تمام امور میں ان کی معلومات انتہائی وسیع تھیں یہی وجہ تھی کہ ایک ایک مسئلہ پر ایک ایک ہفتہ درس میں مسلسل تقریریں ہوتی تھیں اور تکرار مضمون کا وجود نہیں تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ علم حدیث کا بحر ذخار موج زن ہے اور اس کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں ہے، علم حدیث سے جب ان کی واقفیت اور مطالعہ کا یہ عالم تھا تو ایسی خالص علمی تقریروں کو اگر قلمبند کر لیا جائے تو وہ سطحی اور کم رتبہ کیونکر ہو سکتی ہیں، میرے نزدیک ان امالی کو ان مجموعہائے حدیث کی بہترین شرح کہا جاسکتا ہے۔ اسی لئے میں انوار المحمود کو بھی ابوداؤد شریف کی شروح میں شمار کرتا ہوں اور ایسی تمام امالی کو شروح حدیث میں شمار کیا جانا چاہیے۔

جن باتوں کا خصوصیت سے اس کتاب میں لحاظ رکھا گیا ہے ان میں سے چند باتیں درج ذیل ہیں جس ترجمۃ الباب کے ذیل میں روایت ذکر کی گئی ہے حدیث کو باب سے مطابقت دینے پر پوری توجہ کی گئی۔ اگر اس ذیل میں ائمہ مجتہدین کے مسلکوں کا اختلاف آتا ہے تو بقدر ضرورت ان کے دلائل کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے اور بعض مسلک کو دوسرے مسلک پر ترجیح کے دلائل دیئے گئے ہیں، اگر باب کی مناسبت دوسری ضمنی بحثیں آتی ہیں تو ان کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ بیان مذاہب میں اسی تفصیل پر اکتفا نہیں کیا ہے جو اپنے اساتذہ سے انھوں نے سنا ہے حدیث کی تشریح میں دوسروں کے اقوال کو کم ذکر کیا گیا ہے اور شارحین حدیث کے اقوال کو درج کر کے طول کلام نہیں کیا گیا ہے تیسری بات یہ ہے کہ اپنے اساتذہ سے جن شارحین حدیث کے اقوال سنے ہیں اور ضبط کئے ہیں انھیں کو بیان کیا ہے، اصل ماخذ کی طرف رجوع نہیں کیا گیا ہے اور خود ان اقوال کو شارح مذکور کی کتاب سے براہ راست نہیں نقل کیا گیا ہے، چوتھی بات یہ ہے کہ مصنف کیلئے ابوداؤد کی روایت کے ذیل

میں اگر دوسری روایت کی کتابوں کی روایت کو بیان کرنا ضروری ہوگیا ہے وانھوں نے ان روایتوں کی توضیح وتشریح کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ بہرحال سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنی تلمبند تقریر کے بعد زیادہ تر بحثیں اور توضیح وتشریح حدیث میں بذل المجہود کو پیش نظر رکھا ہے، اکثر بحثیں جو بذل المجہود میں مفصل ہیں اس کتاب میں ان کی تلخیص کرکے پیش کردیا گیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب علمائے دیوبند میں سے چار اکابر شیوخ حدیث کے افادات کا مجموعہ ہے کتاب کے پہلے ایڈیشن میں علامہ انورشاہ کشمیری کا ایک مکتوب ہے جس میں کتاب کے بعض بعض مقامات کو دیکھ کر اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا ہے، اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریظ بھی شامل ہے اور اُسے تعلیق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے اجزا کے دیکھنے کا ذکر ہے اور کتاب سے زیادہ مولف پر اظہار اعتماد کیا ہے اگر ان اکابر میں سے کسی ایک نے بھی بالاستیعاب کتاب کو دیکھ کر اظہار اطمینان کیا ہوتا تو کتاب کی قدر قیمت اور اہمیت میں اضافہ ہو جاتا۔

کتاب کے شروع میں ۷۶ صفحوں پر مشتمل مقدمہ ہے جس میں تدوین حدیث کی مختصر تاریخ مشہور محدثین کا تعارف، مشہور فقہا اور ائمہ مجتہدین کا ذکر کیا گیا ہے، آٹھ صفحوں میں سیرت نبویہ کو پیش کیا گیا ہے۔ پھر ناسخ ومنسوخ کی بحث، دس اس کی قسموں کو شمار کرایا ہے اور حدیث کی قسموں کی تفصیل اور تعریف ہے۔ کتاب کی پہلی جلد مع مقدمہ ۷۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور کتاب الحج کے باب فی مکۃ پر ختم ہوتی ہے دوسری جلد کتاب النکاح سے شروع ہوتی ہے اس کے صفحات ۵۰۷ ہیں کتاب کے مجموعی صفحات ۱۲۲۸ ہیں۔

تعلیقات علیٰ سنن ابی داؤد

تحشیہ، مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی بانی مدرسہ حیات العلوم مرادآباد
ناشر ولی محمد اینڈ سنز تاجران کتب کراچی صفحات ۱۵،

صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف پر مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی کا یہ حاشیہ ہے، تحشیہ میں شروح بخاری و مسلم کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ مرقاۃ الصعود، بذل المجہود، طیبی، مرقاۃ اور لمعات وغیرہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ حدیث کے صحیح مفہوم و مراد کو متعین کیا جائے اور استنباط مسائل میں ان دلائل و براہین کو پیش نظر رکھا گیا ہے جو متقدمین نے لکھے ہیں، تمام مشکل مقامات کو حاشیہ میں پوری وضاحت کے ساتھ حل کیا گیا ہے، کتاب حامل المتن ہے اس کے ناشر پاکستانی مشہور تاجر کتب ولی محمد اینڈ سنز ہیں کتاب ۱۵۱، صفحات پر مشتمل ہے۔

زبدۃ المقصود فی حل قال ابوداؤد

مصنف، مولانا محمد طاہر رحیمی جامعہ رحیمیہ اشاعت القرآن ملتان۔

زبان اُردو، سائز ۲۰×۳۰، ناشر انوار یک ٹریڈرس دیوبند صفحات ۱۰۴

مولانا محمد طاہر صاحب بدو واسطہ علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد ہیں، انھوں نے یہ مختصر سا رسالہ تصنیف کیا ہے، علم حدیث اور درس حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ امام ابوداؤد حدیث لکھنے کے بعد کہیں کہیں روایت کی سند پر قال ابوداؤد کے عنوان سے کلام کرتے ہیں اور مختصر لفظوں میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں یا اس کے دوسرے طریق کے قوی ہونے کو بتاتے ہیں چونکہ ابوداؤد کی یہ مختصر رائے دقیق مباحث کی متحمل ہوتی ہے اور اس پر دلالت کرنے والے الفاظ بہت ہی مختصر ہوتے ہیں اس لئے اس طرف ذہن آسانی سے نہیں جاتا جسکو امام داؤد بتانا چاہتے ہیں اس لئے دورۂ حدیث کے طلبہ میں قال ابوداؤد کا ذکر رہتا ہے۔

مصنف ابتداء کتاب سے قال ابوداؤد کی وضاحت کرتے ہیں اور رسالہ باستیعاب ہر جگہ مختصر لفظوں میں ابوداؤد کا مقصد بتاتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ انھوں نے صحیح ترجمانی کی ہے اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی وضاحت میں خصوصیت سے انھوں نے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی بذل المجہود کو

پیش نظر رکھا ہے اس لئے ان کا رہوار قلم کہیں راہ سے نہیں ہٹا ہے طلبہ اور مدرسین کے مطالعہ میں اس رسالہ سے مدد مل سکتی ہے۔

حاشیہ سنن نسائیؒ

محشی، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی۔

زبان عربی، ناشر مکتبہ رحیمیہ دہلی، سائز ۲۶ تہ ۲۰۔ سال اشاعت ۱۳۵۵ھ۔

عربی مدارس کے دورۂ حدیث کی ایک کتاب سنن نسائی پر مولانا موصوف کا حاشیہ ہے حدیث کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں قدیم محدثین کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے رجال النسائی، اور احوال رواۃ پر اسماء الرجال کی مستند کتابوں سے روشنی ڈالی گئی ہے انداز بیان عالمانہ ومحدثانہ ہے آغاز کتاب سے پہلے آٹھ صفحوں کا ایک مقدمہ بھی ہے اور وہ نسائی کے شروع میں چھپ چکا ہے کتاب پہلی بار مکتبہ رحیمیہ دہلی سے ۱۳۵۵ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی جلد اول کے صفحات ۲۰۰ ہیں اور جلد ثانی کے صفحات ۲۹۲ ہیں۔ سائز ۲۶ تہ ۲۰ ہے۔

اوجز المسالك شرح موطا امام مالك

مصنف، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث متوفی ۱۹۸۲ء

زبان عربی، موطا کا رسم الخط عربی نستعلیق اور شرح کا رسم الخط فارسی صفحہ ۲۶ سطری سال تصنیف ۱۳۴۸ھ۔ ناشر مکتبہ یحیویہ سہارنپور۔

اصل کتاب شروع ہونے سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ ہے جو کتاب کے ۸۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، مقدمہ میں علم حدیث کی تعریف، اس کا موضوع، علم حدیث کی اہمیت وفضیلت، تدوین حدیث کی تاریخ دوسرے باب میں جامع موطا امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح حیات ہے جس میں حالات زندگی کے علاوہ، ان کی عظمت وجلالت شان اور امت میں ان کے مقام ومرتبہ کو بتایا

ہے امام مالک کے شیوخ حدیث، ان کے تلامذہ، انکی دوسری تصانیف کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے، موطا کی خصوصیات، امت میں اس کی مقبولیت اور کتب حدیث میں اس کا درجہ و مقام اور وجہ تسمیہ کو بتایا گیا ہے اس کے بعد امام مالک کا جمع احادیث کا موطا میں جو طرز ہے اس کی وضاحت کی گئی ہے، پھر موطا کے راویوں کے سلسلہ میں گفتگو کی گئی ہے، موطا کے متعدد نسخوں میں جو صحیح ترین نسخہ ہے اور جو مصنف کے پیش نظر ہے اس کی اہمیت و خصوصیت بیان کی گئی ہے، موطا کی روایتوں کی تعداد کا ذکر ہے، اس کے بعد احادیث میں صحیح ترین مجموعہ حدیث میں صحیح بخاری کے ساتھ موطا کا نام لئے جانے کا تذکرہ ہے پھر موطا میں جو مرسل روایتیں اور بلاغات ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔ موطا کی ابتک کتنی شرحیں لکھی گئیں ان کی نشاندہی کی گئی ہے اور قاضی عیاض کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ تقریباً نوے کتابیں موطا امام مالک پر لکھی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ موطا کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس سلسلہ میں پانچویں صدی سے چودہویں صدی تک برابر موطا پر کام ہوتا رہا ہے اور شرحوں اور کتابوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے

مقدمہ کے تیسرے باب میں شارح نے اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں اور اپنے اساتذہ اور مشائخ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور اپنی سند حدیث کا ذکر کیا ہے، اسی سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد و احفاد کا تذکرہ اور پورا شجرہ مرتب کیا گیا ہے، مصنف نے اپنے مقدمہ میں اپنے طرز تصنیف پر بھی روشنی ڈالی ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اوجز المسالک کے بیشتر مباحث اپنے مشائخ اور اساتذہ کے افادات سے لئے ہیں اور میں نے کوشش کی ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کمی بیشی نہ کروں البتہ توجیہ روایات میں اور حدیثوں میں تطبیق کے سلسلہ میں اپنے مطالعہ پر اعتماد کیا ہے، اکثر مقامات پر جن کے افادات لئے ہیں وہاں نام بھی دیئے ہیں، البتہ بذل المجہود اور رفاقی سے چونکہ بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے اس لئے کہیں ان کے نام لئے ہیں اور کہیں نہیں لئے، راویوں پر کلام کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی تصانیف مثلاً تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، تعجیل المنفعہ پر اعتماد کیا ہے، بعض دوسری کتابوں سے اگر استفادہ

کیا گیا ہے تو وہاں اس کتاب کا نام دیدیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ راوی کا جب پہلی بار نام آیا ہے وہیں اس پر شرح وبسط سے کلام کردیا گیا ہے اور دوبارہ نام آنے پر اس کا حوالہ دیدیا گیا ہے اور تکرار سے احتراز کیا گیا ہے۔ موطا میں بہت سی مرسل یا معلق روایتیں ہیں شارح نے کوشش کی ہے کہ اس روایت کو سند متصل سے بیان کردیں چنانچہ دوسرے مجموعہائے حدیث میں تلاش کر کے اس کی پوری سند درج کردی ہے۔ بیان مذاہب میں صرف چار ائمہ مجتہدین کے مسلکوں سے اعتنا کیا ہے دوسرے ائمہ کے مسلکوں سے تعرض نہیں کیا گیا ہے۔

شارح نے اپنے مآخذ ومراجع کی پوری فہرست بھی دیدی ہے تاکہ کوئی شخص اگر مزید تفصیل معلوم کرنا چاہے تو اصل مآخذ کی طرف رجوع کرے۔

چوتھے باب کے آخر میں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی ان کے تلامذہ ان کے مقام ومرتبہ کو بتایا ہے اگرچہ اس تفصیل کی، وجز المسالک میں ضرورت نہیں تھی، مقدمہ کے اخیر میں، اصطلاحات علم حدیث پر مفصل کلام کر کے مقدمہ کو ختم کیا گیا ہے

شرح کا طرز تحریر یہ ہے کہ سب سے پہلے سند پر گفتگو کرتے ہیں اور ہر راوی کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں میں جو تفصیل ملتی ہے یا جرح وتعدیل کے جو الفاظ ہیں ان کو مفصل ذکر کرتے ہیں جب سند پر گفتگو مکمل ہو جاتی ہے تب حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں اگر روایت میں غریب الفاظ ہیں تو اس کے صحیح تلفظ کو بتاتے ہیں اور اس کے لغوی معنی بتا کر حدیث میں اس کے مفہوم کو متعین کرتے ہیں مثلاً ایک روایت میں ایک جملہ ہے فینصرف النساء متلفعات بمروطهن مایعرفن من الغلس لفظ متلفعات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں بفائین فی روایۃ یحیی وجماعۃ وروی بفاء ثم عین وعزاہ عیاض لاکثر رواۃ الموطا والمعنی متقارب، فالتلفف هو الاشتمال فی الثوب والتلفع ان یشمل بالثوب حتی یجلل به جسده واللفاع مایجلل به جسده ثوباً کان اوغیره وقیل الالتفاع لایکون الابتغطیۃ الرأس والتلفف یکون مع التغطیۃ وغیرہ

مصنف نے روایتوں کی تشریح میں بسا اوقات دوسری کتب حدیث میں اس کی تائید روایتوں کی بھی نشاندہی کی ہے اور ان کے حوالے دیئے ہیں چند مسائل وہ ہیں جن پر علماء احناف مفصل کلام کرتے ہیں ان میں رفع یدین، قرأت خلف الامام اور آمین بالجہر وغیرہ کے مسئلے ہیں، علماء دیوبند کی شروح حدیث میں بھی خصوصیت سے ان عنوانات پر تفصیلی بحثیں ملتی ہیں، مصنف نے بھی ان تمام مسائل پر بہت ہی مفصل کلام کیا ہے۔ رفع یدین سے متعلق اوجزالمسالک میں بھی مصنف نے ان تمام روایتوں کا استقصاء کیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہیں اور پھران روایتوں کا بھی مفصل ذکر کیا ہے جن میں ترک رفع یدین کا ذکر ہے آخر بحث میں رفع یدین کے نسخ پر گفتگو کی ہے اور اس کی تائید میں دو جزئیں تو دے دیئے ہیں علامہ شوکانی نے رفع یدین کی روایتوں کے متعلق تواتر کا دعوی کیا ہے اس کو نقل کر کے شارح نے چند جملے بڑے معنی خیز تحریر کئے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

ادعاء التواتر عند اختلافات الرواۃ واختلاف الصحابۃ واختلاف التابعین واختلاف الائمۃ المجتہدین من المضحکات	رفع یدین کے تواتر کا دعوی راویوں کے اختلاف صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین کے اختلافات کے ہوتے ہوئے ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

مذکورہ بالا مخصوص مسائل پر تحقیق کا حق ادا کر دیا گیا ہے حدیث کے مجموعوں میں ان مسائل سے متعلق جس درجہ کی بھی روایت ہے سب کو جمع کر دیا گیا ہے، اور پوری ژرف نگاہی اور باریک بینی سے کام لیکر احادیث کے محمل و مصداق کو متعین کیا گیا ہے، تضادات کو دور کیا گیا ہے، یا جمع و تطبیق کی کوشش کی گئی ہے۔

مثالاً ان چند مسائل کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ پوری شرح میں کہیں بھی سرسری گفتگو نہیں کی گئی ہے بلکہ فن حدیث کا جو تقاضا ہے، روایتوں کی چھان بین کے جو اصول ہیں اور جو معیار اور کسوٹی اصول حدیث کی روشنی میں بتائی گئی ہے ہر جگہ اس سے کام لیا گیا ہے بذل المجہود کی تصنیف میں مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث ایک خصوصی معاون کی حیثیت سے شریک رہے اس لئے وہ تمام بحثیں جو بذل المجہود میں آئی ہیں اس کتاب میں تلخیص

کر کے اس کو پیش کر دیا گیا ہے، میرے خیال میں اب تک موطا کے سلسلے میں اتنا وقیع اور عظیم الشان کارنامہ انجام نہیں دیا گیا ہے۔

اوجز المسالک کے متعدد ایڈیشن شائع ہوتے ہیں پہلا ایڈیشن چھ ضخیم جلدوں میں ہے اور ہندوستان میں طبع ہوا ہے وہی میرے سامنے ہے اس کا ایک ایڈیشن مصر سے ٹائپ میں اس کے بعد ایک ایڈیشن بیروت سے شائع ہوا، مصر اور لبنان کے دونوں ایڈیشن پندرہ ضخیم جلدوں میں ہیں ہندوستانی ایڈیشن کی پہلی جلد مع مقدمہ ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، یہ جلد کتاب الصلوٰۃ کے باب آصلاتان معاً پر ختم ہوتی ہے، دوسری جلد فضل صلوٰۃ الجماعۃ علی صلوٰۃ الفذ سے شروع ہو کر کتاب الجنائز کے باب اسرعوا بجنائزکم پر ختم ہوتی ہے اس کے صفحات ۵۳۶ ہیں تیسری کتاب الصیام سے شروع ہوتی ہے اور کتاب الحج کے باب صیام المتمتع پر تمام ہوتی ہے اس کے صفحات ۵۲۰ ہیں، چوتھی جلد کا آغاز کتاب الجہاد سے ہوتا ہے اور کتاب المدبر کے باب امرأۃ غرت رجلا پر تمام ہوتی ہے اس کے صفحات ۵۰۰ ہیں، پانچویں جلد کی ابتدا کتاب البیوع سے ہے اور کتاب القسامۃ کے باب لاقسامۃ فی العبد پر خاتمہ ہوتا ہے اس کے صفحات ۵۴۵ ہیں چھٹی جلد کتاب الحدود سے شروع ہوتی ہے اور باب ماجاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتی ہے اس کے صفحات ۵۲۰ ہیں، مجموعی صفحات ۳۲۸۵ ہیں۔

حاشیہ موطا امام مالک

محشی، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی۔

موطا امام مالک کا یہ حاشیہ مولانا موصوف نے ہجرت پاکستان کے بعد جب آپ حیدرآباد سندھ میں قیام پذیر تھے مرتب فرمایا تھا، حاشیہ خالص علمی اور تحقیقی ہے، دوسرے مجموعہا حدیث سے مدد لیکر روایات موطا کی توضیح و تشریح اور ضروری تفصیل دی گئی ہے یہ حواشی موطا کی اصل متن کے ساتھ نور محمد اصح المطابع کراچی نے شائع کیا ہے۔

ضخامت ۴۴۴، صفحات اور سائز "متم" ہے، ناشر اصح المطابع کراچی پاکستان۔

امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار

مصنف، مولانا محمد یوسف صاحب کاندہلوی (متوفی ۱۹۶۵ء) ابن مولانا محمد الیاس صاحب کاندہلوی زبان عربی، متن عربی خط میں اور شرح فارسی خط میں، ناشر مکتبہ یحیویہ سہارنپور، سال اشاعت ۱۳۹۲ھ امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی المصری الحنفی کی مشہور کتاب معانی الآثار کی شرح امانی الاحبار کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں ہے۔

مصنف نے اصل کتاب سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے جو فلسکیپ سائز کے ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے جو ۵۰ سطری ہے مقدمہ میں علامہ طحاوی کے نسب و وطن ولادت تحصیل علم اور ان کے دور میں مصر کے اندر علمی جہل اور شافعی مسلک کو ترک کر کے حنفی مسلک اختیار کرنے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا ہے۔ طلب علم میں ان کے اسفار، اس دور کے اہل علم کے علامہ طحاوی کے بارے میں کیا تاثرات تھے ان کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، مقدمہ میں ان کے مشائخ اور ان کے تلامذہ کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کے معاصر علماء کا ذکر کیا گیا ہے۔ فن اسماء الرجال اور جرح تعدیل میں امام طحاوی کے جو کارنامے ہیں ان کی تفصیل دی گئی ہے۔

مقدمہ میں علامہ طحاوی کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان کی کتاب معانی الآثار کی قدر و قیمت کو متعین کیا گیا ہے اور پھر ان سندوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو امام طحاوی تک پہونچتی ہیں، معانی الآثار میں جتنے رواۃ کے نام آئے ہیں ان کو حروف تہجی کے اعتبار سے بالاستیعاب ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ فن جرح و تعدیل کے اعتبار سے ان کی توثیق و تضعیف قاری کے لئے آسان ہو جائے، علامہ طحاوی پر کچھ اہل علم نے اعتراضات کئے ہیں ان کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنی شرح میں خصوصیت کے ساتھ جن پہلوؤں پر کلام کیا ہے اس کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے باب کی ابتدا میں مدار اختلاف کا ذکر کر دیتے ہیں اور باب

سے متعلق بیان مسائل میں جن کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے ان کو بتادیتے ہیں اور اجمالی طور پر مخالفین کے دلائل کو بیان کردیتے ہیں۔

سند میں جب پہلی بار راوی کا نام آئیگا تو فن اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل کے ائمہ کے اقوال نقل کر کے راوی کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا ذکر کردیتے ہیں تاکہ روایت کا وزن معلوم ہو جائے، اس کے بعد وہ متن حدیث کے مفہوم و معنی، اور لغتوں کے حوالے سے الفاظ غریبہ کے معنی متعین کرتے ہیں، اس سلسلہ میں وہ انھیں لغات کو پیش کرتے ہیں جو خاص طور پر قرآن اور احادیث کے الفاظ سے متعلق لکھی گئی ہیں۔

معانی الآثار میں جن لفظوں سے روایت آئی ہے اگر دوسری کتابوں میں اس روایت کے الفاظ میں کمی بیشی ہے تو اس کی وضاحت کردیتے ہیں اور روایت کو منقح کردیتے ہیں، ان اختلافی مسائل کو تفصیل سے پیش کرتے ہیں جو ان احادیث سے مستنبط ہیں جنھیں طحاوی لائے ہیں لیکن انھوں نے ان کی تفصیل نہیں دی ہے اختلافی مسائل کے ذکر کے وقت وہ ہمیشہ ہر فریق کے دلیلوں کو وضاحت سے لکھتے ہیں اور ان آیات واحادیث کا ذکر کرتے ہیں جو دوسرے لوگ اس مسئلہ خاص میں پیش کرتے ہیں۔

باب سے متعلق احادیث کی تخریج میں خاص طور پر یہ امر بھی ملحوظ رکھتے ہیں کہ سند کے جتنے طرق ہیں سب کو جمع کردیں اور اسی کے ساتھ روایت کے صحت وسقم اور ضعف کی وضاحت کردیتے ہیں اگر راوی کی طرف سے ضعف ہے تو اس کی بھی وضاحت کردیتے ہیں جس مسئلہ خاص کے متعلق طحاوی نے حدیث پیش کی ہے اس میں مختلف کتابوں کی مدد سے احکام فقہیہ کی پوری تحقیق کرتے ہیں اور ہر فریق کی کتاب سے اس کے دلائل بیان کرتے ہیں اور ان کے حوالے دیتے ہیں امام طحاوی نے جن مسئلوں کو مختصر طور پر بیان کیا ہے مصنف اس کو پوری بسط اور تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور جب فریق مخالف کے تمام دلائل کو ذکر کرلیتے ہیں تو اس کے بعد احناف کے دلائل پیش کرتے ہیں اور احناف کی کتابوں کے حوالے دیتے ہیں، اور وجہ ترجیح کو مدلل طور پر پیش کرتے ہیں، مخالفین کے بہت سے اعتراضات کے جوابات جن کو علامہ طحاوی نے ذکر نہیں

کیا ہے خود مصنف اپنی وسعت معلومات اور مطالعہ کی مدد سے دیتے ہیں اور اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

احادیث کی تشریح میں متاخرین کے اقوال پر متقدمین کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں اور حدیث پر کلام کرتے ہوئے ان کے پیش نظر متقدمین کی رائیوں کی اہمیت زیادہ ہے اس لئے دلائل احناف کے سلسلہ میں اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہیں اور اگر بالفرض متقدمین کی آراد ستیاب نہ ہوسکیں تو متاخرین کے اقوال کو مستدل بناتے ہیں لیکن دلائل کی روشنی میں،

آثار پر طحاوی نے جو کلام کیا ہے مصنف اسکو مفصل کہنے کے بجائے اس کی تلخیص کرتے ہیں لیکن سارے مواد کو اس تلخیص میں سمیٹ لیتے ہیں، اور ان کے کلام کی تائید میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کرتے ہیں اور اگر کسی نے اس کلام پر اعتراض کیا ہے تو اس کا مدلل رد بھی کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

امام طحاوی نے بہت سے موقوف آثار کی تخریج کی ہے، مصنف اس کی مرفوع تخریج کرتے ہیں اور اس کی صحت وضعف پر کلام کرتے ہیں اگر امام طحاوی کے نقطہ نگاہ پر کسی نے اعتراض کیا ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی تائید میں دلائل پیش کرتے ہیں۔

امانی الاحبار اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے معانی الآثار پر بہت سی لکھی جانے والی کتابوں میں ایک خاص امتیاز رکھتی ہے، اور یہی افادیت میں بے مثال ہے،

کتاب کی پہلی جلد کتاب الطہارۃ سے شروع ہوتی ہے اور وضو کے بیان پر ختم ہوتی ہے دوسری جلد المسح علی الخفین سے شروع ہو کر صلوۃ العصر ھل تعجل او تؤخر پر تمام ہوتی ہے تیسری جلد رفع یدین سے شروع ہوتی ہے اور باب الامام یقول سمع اللہ لمن حمدہ پر ختم ہوتی ہے چوتھی جلد میں باب الرکعتین بعد العصر کی شرح طحاوی شریف کے ۱۱۰ صفحہ تک پہنچ پائے تھے کہ قدرت کی طرف سے پیام اجل آپہونچا اور شرح مکمل نہ ہوسکی چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۴۵۶ ہیں سائز

۲۷ ہجری ہے، افسوس کہ یہ شرح پایہ تکمیل کو نہ پہونچ سکی اہل علم کے لئے اور طلبہ کے لئے اس کی افادیت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیوں کہ مشکل الفاظ کا حل، رُواۃ کی تحقیق وتفتیش، انظار طحاوی کی تسلی بخش وضاحت وتفصیل اور احناف کی طرف سے دفاع اور ان کے دلائل سب کچھ اس شرح میں موجود ہے۔

الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی

زبان اُردو وعربی۔ صفحات ۲۱۹، ناشر موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان،

افادات۔ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث، مولانا عبد اللطیف صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب، مفتی قاری سعید احمد صاحب، ساتذہ مظاہر علوم سہارن پور امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ کی کتاب معانی الآثار جس کو مختصر لفظوں میں طحاوی کہا جاتا ہے وہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے امام طحاوی نے اختلافی مسائل میں محاکمہ کے لئے اپنی سند سے وہ احادیث جمع کی ہیں جو ائمہ مجتہدین کی مستدلات ہیں، پھر سند ومتن پر عقلی اور نقلی پہلوؤں سے ایسی محققانہ بحث کی ہے کہ مسلک راجح از خود روشن ہوگیا ہے اور احناف کے مسلک کا احادیث نبوی کی روح کے عین مطابق ہونا واضح ہوجاتا ہے، یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے، اس کتاب میں بعض دقیق مسائل ہیں جن کے سمجھنے کے لئے دقیق رس اور باریک بیں نگاہ ہونی چاہئے اور اس کے لئے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے ان اشکالات کو اکابر اہل علم ہی حاصل کر سکتے ہیں، اسی ضرورت کے پیش نظر مظاہر علوم کے صدر المدرس مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری نے طحاوی سے ان مشکل مقامات کو منتخب کر کے مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور مولانا اسعد اللہ صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب اساتذہ مظاہر علوم کی خدمتوں میں ارسال فرمایا، ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنے مطالعہ کی

بنیاد پر ان کے جوابات دیئے ہیں یہ جوابات اردو میں بھی ہیں اور عربی میں بھی جوابات محققانہ اور پوری بصیرت علمی کے ساتھ دیئے گئے ہیں، جو لوگ طحاوی کا درس دیتے ہیں ان کے لئے یہ دلیل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ کتاب آفسیٹ پر عمدہ چھپی ہے اور ۲۱۹ صفحات پر مشتمل ہے سائز ۲۲×۱۸ ہے۔

تبہیج الراوی بتخریج احادیث الطحاوی

مصنف، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری فاضل مظاہر علوم سہارنپور۔

امام طحاوی کے مخصوص انداز تصنیف سے یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ یہ احادیث کی منشا ومراد کے مطابق ہے یا نہیں، اور بہت آسانی سے کوئی امام طحاوی کی توضیحات سے انکار کر سکتا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ ان تمام احادیث کی بالاستیعاب تخریج کرکے مستند کتابوں کے حوالے درج کر دیئے جائیں، مصنف نے اس اہم کام کی طرف توجہ فرمائی اور یہ کتاب مرتب فرمادی، موصوف نے صحاح ستہ، موطا امام مالک، مجمع الزوائد، جمع الفوائد، کنز العمال اور موارد الظمآن وغیرہ کے حوالوں سے احادیث طحاوی کی تخریج کی ہے اور ہر حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے مفصل حوالے بقید کتاب وصفحہ ومطبع درج کر دیئے ہیں، اساتذۂ حدیث بالخصوص درس طحاوی کے وقت یہ کتاب رہنما ثابت ہوگی۔

مجانی الاثمار من شرح معانی الآثار

مصنف، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری۔

زبان عربی، سائز کلاں، ناشر مکتبہ قاسم العلوم کراچی۔

یہ امام طحاوی کی مشہور کتاب معانی الآثار کی شرح ہے، اس شرح میں خصوصیت کے ساتھ لغات کی تحقیق، غریب اور مشکل الفاظ کی اور مفہوم ومراد کی تعیین، احادیث کی توضیح وتشریح اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کتاب میں انظار طحاوی کی

سہل ترین وضاحت کی گئی ہے اور بدلائل مسلک احناف کی ترجیح پر توجہ دی گئی ہے
ان کے علاوہ حنفی مسلک کے جو دلائل امام طحاوی نے چھوڑ دیئے ہیں انھیں تلاش وتفحص کے بعد پوری تحقیق کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے، رواۃ کی جرح وتعدیل کو اس فن کی مستند کتابوں سے نقل کر دیا گیا ہے،

پیش نظر ایڈیشن میں بالاستیعاب متن کو نقل کیا گیا ہے، مطابع کی لاپرواہیوں سے متن کے اندر بہ کثرت اغلاط دخیل ہو گئی تھیں مصنف نے اس جانب بھی توجہ کی دوسری کتب حدیث کو پیش نظر رکھ کر تصحیح متن کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کئی جلدوں میں ہے اسے مکتبہ قاسم العلوم کراچی شائع کر رہا ہے اس کی پہلی جلد کے صفحات ۲۸۲ ہیں اور کتاب الطہارۃ پر ختم ہوتی ہے اس کی دوسری جلدیں بھی طبع ہو چکی ہیں لیکن ابتک راقم الحروف کو دستیاب نہیں ہو سکی ہیں اس لئے تفصیل سے معذوری ہے

مصباح الطحاوی

افادات، مولانا اسعد اللہ صاحب استاذ حدیث مظاہر علوم سہارن پور۔
مرتب، مولانا محمد یعقوب قاسمی، مولانا اسلام الحق مظاہری، زبان اردو، سائز ۲۰×۳۰
مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم بحیثیت استاذ حدیث طحاوی شریف کا درس دیتے تھے، چونکہ قدرت نے آپ کو ذہن وقاد اور حافظ قوی دیا تھا اس لئے طحاوی کے درس میں آپ کا محققانہ انداز بیان طلبہ کو بہت متاثر کرتا تھا اس لئے دو سعادت مند شاگردوں نے دوران درس مولانا موصوف کی درسی تقریر کو قلمبند کیا یہی درسی تقریر اردو میں ترتیب دیکر زبان وبیان کی تصحیح کے بعد مصباح الطحاوی کے نام سے شائع کی گئی ہے،

کتاب کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جو ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، مقدمہ میں طحاوی شریف اور امام طحاوی اور فن حدیث سے متعلق مفید بحثیں آگئی ہیں،

کتاب قسطوار شائع کی جارہی ہے اس کا سائز ۳۰×۲۰ ہے اس کی پہلی قسط ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اور کتاب الحج کے درسی افادات اس قسط میں آگئے ہیں دوسری قسطوں کا تادم تحریر کوئی علم حاصل نہ ہوسکا ممکن ہے اسکی دوسری قسطیں بھی شائع ہوگئی ہوں۔

تصحیح الاغلاط الکتابیۃ الواقعۃ فی النسخ الطحاویۃ

مصحح۔ مولانا حکیم محمد ایوب صاحب سہارنپوری، مظاہری متوفی ۱۴۰۳ھ

دورۂ حدیث کی کتابوں میں عام طور سے طحاوی شریف بھی شامل ہوتی ہے اور اپنے مخصوص انداز تصنیف کی وجہ سے ایک اہم ترین کتاب تسلیم کی جاتی ہے اس لئے اس کے بار بار ایڈیشن شائع ہوتے رہے ہیں اور تجارتی منافع کے پیش نظر اس کی طباعت ہوتی رہی اور ناشرین نے متن کی صحت کی طرف سے بے نیازی کا اظہار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی غلطیاں درانداز ہوگئیں اور یہ غلطیاں اتنی اہم تھیں کہ روایت کا مفہوم کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے، بعض مقامات پر عبارت مہمل ہوگئی اور اساتذہ اس کے حل میں عاجز اور درماندہ رہ جاتے تھے اس لئے دوران درس اس حصہ کو ترک کرنا پڑتا تھا چونکہ مولانا محمد ایوب صاحب کو ابتدا ہی سے طحاوی سے قلبی تعلق تھا اس لئے انھوں نے طحاوی سے متعلق کئی کتابیں لکھیں۔ انھیں میں سے یہ کتاب بھی ہے، موصوف نے اس کی تصحیح پر اپنا بہت سا وقت لگایا، آپ نے غائر مطالعہ کے بعد طحاوی شریف میں تقریباً ۱۸۰۰ اٹھارہ سو غلطیاں دریافت کیں اور ان کی تصحیح کی، کتاب کی ترتیب یہ رکھی گئی کہ ہر صفحہ پر پانچ خانے بنائے گئے پہلے خانے میں باب دوسرے میں صفحہ اور سطر طحاوی شریف تیسرے خانے میں غلطی اور چوتھے خانے میں صحیح الفاظ لکھے گئے ہیں۔ پانچویں خانے میں اس تصحیح کے شواہد کی طرف اشارے ہیں۔ کتاب دو حصوں میں ہے مجموعی صفحات ۱۶۸ ہیں اور سائز ۲۶×۲۰ ہے اہل علم نے بڑی مسرت سے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

* * * * * * * *

حاشیہ طحاوی

محشی، مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب مظاہری سہارنپوری۔
مدارس عربیہ میں طحاوی کے درس پر توجہ دی جاتی ہے۔ اور انظار طحاوی کی بحثوں کا اکثر ذکر رہتا ہے اور طلبہ اپنی مجلسوں میں اور اہل علم اپنے حلقوں میں نظر طحاوی پر تبادلہ خیال کرتے رہتے ہیں، کیوں کہ اس میں اختصار کے باوجود مفہوم وسیع ہے۔

حکیم صاحب موصوف نے طحاوی کا حاشیہ لکھ کر انہیں دشواریوں کو دور کرنے کی کوشش فرمائی ہے کتاب میں رُواۃ طحاوی کی تحقیق وتعیین، اور اغلاط طحاوی کی تصحیح پر پورا زور قلم صرف کیا گیا ہے رجال طحاوی کے سلسلہ میں بہت ہی مبصرانہ کلام کیا گیا ہے۔

یہ حاشیہ ہندوستان میں اب تک طبع نہیں ہو سکا ہے لیکن آج سے سات آٹھ سال پہلے سنا گیا تھا کہ پاکستان کا کوئی ناشر طحاوی کے اصل متن کے ساتھ اس حاشیہ کو شائع کر رہا ہے اگر یہ اطلاع صحیح تھی تو یقین ہے کہ پاکستان میں طحاوی اس حاشیہ کے ساتھ دستیاب ہوگی۔

التعلیق الصبیح

مصنف، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند (متوفی ۱۳۹۴ھ)
زبان عربی، پانچ ضخیم جلدوں میں، سال اشاعت ۱۳۵۴ھ، مطبوعہ دمشق۔
ناشر، مجلس اشاعت اسلام حیدرآباد دکن، مجموعی صفحات ۲۳۰۰، سائز ۲۰×۳۰
مولانا محمد ادریس کاندھلوی حضرت شیخ الہند کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں فراغت کے بعد ایک سال مدرسہ امینیہ دہلی میں استاذ رہے پھر دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہو کر آئے حیدرآباد دکن میں بھی آٹھ نو سال گذارے، دوبارہ دارالعلوم دیوبند آئے تو یہیں اقامت گزیں ہو گئے پھر ۱۹۴۹ء میں پاکستان چلے گئے اور جامعہ عباسیہ بھاولپور میں

شیخ الجامعہ بنائے گئے پھر وہاں سے مستعفی ہوکر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث ہوکر آئے اور تادم اخیر یہیں رہے اور ۲۸ جولائی ۱۹۷۱ء کو بعد نماز فجر انتقال فرمایا اور شادماں کالونی اچھرہ لاہور کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

مولانا موصوف نے التعلیق الصبیح اپنے تدریسی دور میں تصنیف کی تھی۔ چونکہ مشکوٰۃ ہمارے تمام مدارس دینیہ کے نصاب میں داخل ہے اور عام مدارس میں طلبہ کو سب سے پہلے حدیث کی یہی کتاب پڑھائی جاتی ہے اس لئے اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، اور تا ہنوز اس کا سلسلہ جاری ہے۔

اس شرح کی چند خصوصیات یہ ہیں، مصنف نے احادیث کی تشریح مختصر لفظوں میں جامع بلیغ اور دلنشیں انداز سے کی ہے، جس سے طالبان حدیث کو حدیث کے مفہوم و مراد کو سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہ جاتی، حدیث کے نکات ولطائف اس کے اسرار وغوامض کی آسان زبان میں وضاحت کر دیتے ہیں، روایت میں اگر غریب الفاظ آگئے ہیں تو معنی ومفہوم کو طیبی وغیرہ کے حوالے سے بتاتے ہیں اگر حدیث کے مفہوم و مراد کی تعیین میں اختلافات ہیں تو مختلف شارحین حدیث کی توضیحات و تشریحات سے ان اختلافات کو نقل کرکے ان کے درمیان تطبیق دیتے ہیں یا ان میں سے کسی ایک قول کی ترجیح کو ثابت کرتے ہیں اور نقل اقوال میں پابندی کے ساتھ کتابوں کے حوالے دیتے ہیں اس لئے جب بات پوری ہوجاتی ہے تو آخر میں اس کتاب کا حوالہ تحریر فرما دیتے ہیں تاکہ اگر قاری ضرورت محسوس کرے تو اصل مآخذ و مراجع کی طرف رجوع کرکے مزید تشریح معلوم کرکے تشفی حاصل کرے۔

بعض اہم ترین مسائل پر مفصل کلام کرتے ہیں، مثلاً ایمان بالقدر کے مسئلہ پر بڑی عالمانہ بحث کی ہے، یہ بحث حوالجات سے بھری ہوئی ہے، ایمان بالقدر کا مفہوم اور حقیقت پھر اس کی تفصیلات، معتزلہ کے اعتراضات اور اس کے مدلل جو بات دیئے ہیں اور جو شکوک وشبہات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں حدیث کی تشریح کے بعد ختم ہو جاتے ہیں یہ بحث علم کلام کی اہم ترین ہے اور حق یہ ہے کہ مصنف نے اسکا حق ادا کر دیا ہے

مسلکوں کے اختلاف میں ہر ایک کے مسلک اور ان کے دلائل کی طرف اشارہ کرکے احناف کے دلائل دیتے ہیں اور اس کی ترجیح کو جامع مانع الفاظ میں مختصر طور پر ثابت کرتے ہیں کتاب درس وتدریس کے لئے موزوں ترین کتاب ہے، بالعموم تفصیلی مباحث سے احتراز کیا گیا ہے، بعض ایسے مسائل جن پر علماء دارالعلوم دیوبند بہت زور دیتے ہیں اور درس میں کئی کئی دنوں تقریر کرتے ہیں اور اپنی شروح میں سینکڑوں صفحے اس پر تحریر کئے ہیں التعلیق الصبیح میں ان بحثوں کو سمیٹ کر مختصر الفاظ میں پوری بحث کو سمجھانے کی کوشش کی گئی اور کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا ہے۔

کتاب کی چار جلدیں دمشق میں طبع ہوئی ہیں اور آخری اور پانچویں جلد پاکستان میں طباعت کا انداز یہ ہے کہ صفحہ کے اوپری حصہ میں متن اور خط کھینچ کر اس کے نیچے اسکی شرح ہے، آخر کتاب میں علماء دمشق کی اس کتاب کے بارے میں وقیع رائیں طبع کردی گئی ہیں، ہندوستان میں یہ شرح عام ہے اور مدارس عربیہ میں اساتذہ حدیث اس سے بالعموم استفادہ کرتے ہیں پانچوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۳۰۸۰ ہیں۔

تنظیم الاشتات

مصنف، مولانا ابوالحسن صاحب استاذ حدیث دارالعلوم عین الاسلام ہاٹ ہزاری، چاٹگام (فاضل دیوبند)

زبان اردو، سائز متوسط، چار حصوں میں، ناشر، اصلاحی کتب خانہ دیوبند۔

یہ کتاب حدیث کی مشہور درسی کتاب مشکوۃ شریف کے مشکل اور دقیق مقامات کی تسہیل وتشریح کے مقصد سے لکھی گئی ہے، بالخصوص وہ روایتیں جو ائمہ اربعہ کے نزدیک احکام کے سلسلہ میں مستدل ہیں، ان روایتوں کی توضیح وتشریح میں دیدہ ریزی کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کی ابتداء میں ۲۶ صفحات پر مشتمل مقدمہ جس میں حدیث کی تعریف اس کے اقسام، صحاح ستہ کی خصوصیات، اصطلاحات حدیث وغیرہ پر اجمالی اور سرسری گفتگو کی

گئی ہے، صفحہ ۲ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ مصنف نے ہر جگہ اختصار کو مدنظر رکھا ہے مگر اس کے باوجود کہیں کہیں غیر ضروری تفصیل آگئی ہے مثلاً کتاب الایمان میں صرف لفظ ایمان پر گفتگو آٹھ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے اس کے لغوی معنی سے لیکر اصطلاحی معنی اور اس میں آٹھ اقوال کی تفصیل پھر اس کے بالمقابل لفظ کفر کا معنی اور اس کی اقسام، پھر ایمان کی تعریف میں مختلف فرقوں کے خیالات اور ان کی رائیں، اس سلسلہ میں تقریباً ایک درجن مذاہب کا ذکر، پھر اجزا ایمان کی بحث، ایمان میں کمی بیشی ہونے نہ ہونے کی لمبی بحث پھر خاص طور پر مرجیہ کا مسلک، امام ابوحنیفہ کی رائے، اشکالات و جوابات میں کلامی مباحث کا سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا ہے۔ جبکہ اس کتاب میں ان تفصیلات کی ضرورت نہیں تھی مگر ایسی تفصیل کم ہی مقامات میں ہے، بیشتر مقامات میں اختصار ہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

کتاب کو مشکوٰۃ کی شرح تو نہیں کہا جا سکتا البتہ اس کے مشکل مقامات کو سہل اور قریب الفہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے، اس لئے بالاستیعاب ہر حدیث پر گفتگو نہیں کی گئی ہے، احادیث کے الفاظ گنجینۂ معانی ہیں اعطیت جوامع الکلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طغرائے امتیاز اور خصوصیت ہے، حدیث کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں معنویت کا سمندر پنہاں ہے، ان کے مفہوم و معانی کا متعین کرنا، اس کی وسعت اور پہنائیوں کو سمجھنا نکتہ رس اور دقیقہ بیں علماء و محدثین کا ہی کام ہے جو علم حدیث اور اس کی گہرائیوں پہنائیوں سے شناسا ہیں، اس لئے طلبہ علوم اسلامیہ کو الفاظ حدیث کے مفہوم و مراد کے سلسلہ میں جس طرح کی دشواریاں آسکتی ہیں انکو حتی الامکان دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے ہر حدیث کے تحت اختلافات ائمہ اربعہ، ہر ایک کے دلائل اور وجوہ ترجیح کو ذکر کر دیا گیا ہے چونکہ یہ کتاب طلبہ کی مشکلات کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے اسلئے طرز تحریر مدرسانہ ہے، اور انداز بیان درسی تقریروں جیسا ہے اور افہام و تفہیم کا سادہ طریقے سے کوشش کی گئی ہے۔

کتاب چار حصوں میں ہے پہلے حصہ میں آغاز سے مشکوٰۃ کے باب الاذان تک کی بحث آجاتی ہے اس کے ۳۰۴ صفحات ہیں، دوسری جلد فضل الاذان سے شروع ہو کر

باب الریاح پر ختم ہوتی ہے اور ۳۰۲ صفحات پر مشتمل ہے تیسری حصہ کا آغاز کتاب الجنائز سے ہوتا ہے اور کتاب الایمان والنذور پر اس کا خاتمہ ہے اس حصے کے صفحات ۳۵۹ ہیں، چوتھی جلد کتاب القصاص سے شروع ہو کر مشکوۃ شریف کی آخری حدیث پر ختم ہوتی ہے اس جلد کے ۲۱۷ صفحات ہیں، چاروں حصوں کے مجموعی صفحات ۱۲۰۸ ہیں، میرے سامنے کتاب کا جو نسخہ ہے کتابت وطباعت کے لحاظ سے بہت معمولی ہے۔

معارف المشکوۃ

مرتب، مولانا عبدالرؤف صاحب عالی دارالعلوم دیوبند۔
زبان اُردو، سائز ۲۰×۳۰، اشاعت قسطوار۔

مولانا عالی نے دارالعلوم دیوبند میں مختلف فرائض انجام دیے ہیں اور مختلف ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے اور ایک عرصہ تک دارالعلوم سے وابستہ رہے، شعروشاعری سے بھی دلچسپی تھی اخبارات ورسائل میں مضامین بھی لکھتے رہے معارف المشکوۃ آپ کا ایک علمی کام ہے مشکوۃ مدارس اسلامیہ میں حدیث کی سب سے پہلی کتاب کے طور پر عرصہ سے پڑھائی جاتی ہے، اس کی بہت سی شرحیں عربی اور اُردو میں بھی لکھی گئیں، اُن میں شروح میں ایک ضخیم اور قابل اعتماد شرح مظاہر حق بھی ہے جو قدیم اُردو میں ہے، اور عام طور سے طلبہ کے مطالعہ میں رہتی ہے، مظاہر حق کا انداز تحریر اُردو کے قدیم اور ابتدائی دور کے اہل قلم جیسا ہے، زبان وبیان، اور طرز اظہار میں اُردو زبان میں، انقلابی تبدیلیاں ہو چکی ہیں، اب یہ زبان ہر طرح کے علمی مباحث کے لئے موزوں ترین زبان بن چکی ہے، الفاظ ومحاورات کا پھیلاؤ، زبان کی وسعت ہر قسم کے مضامین کو بیان کرنے کیلئے اس کے پاس الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور پچھلی ایک صدی کے اندر ہر موضوع پر اس زبان میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اسی لئے ضرورت تھی کہ مظاہر حق کو ترقی یافتہ اور دور جدید کی اُردو میں منتقل کیا جائے۔

مصنف نے اسی جذبے سے اس شرح کو نئی ترتیب وتسہیل اور جدید

مطالب کا اضافہ کر کے اُردو کا موزون ترین لباس پہنانے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ بھی جاری کر دیا گیا ہے۔

جدید ترتیب میں مشکوٰۃ شریف کا متن مع حرکات لکھا گیا ہے، ترجمہ و تشریح سلیس اور صاف و شستہ اُردو میں ہے اور عام فہم ہے اصل کتاب سے پہلے آپ نے ۶-۵ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں مقام رسالت، ضرورت حدیث ابتدا، عہد حدیث، عہد نبوی میں احادیث کا ذخیرہ، ضبط حدیث میں صحابہ کا درجہ، خلافت راشدہ میں حدیث کے مجموعے جیسے اہم اور ضروری مباحث پر قابل اطمینان مواد جمع کر دیا گیا ہے جن کا شرح سے پہلے جاننا ضروری ہے۔

راویان حدیث کے مختصر حالات، روایات مشکوٰۃ کی تخریج و تحقیق پر بھی توجہ کی گئی ہے اور تلاش و جستجو کے بعد ہر حدیث کے بارے میں نشاندہی کر دی گئی ہے کہ یہ حدیث کس کتاب کے کس باب میں ہے اور اس کی پوری سند کیا ہے، اس طرح مشکوٰۃ کی حدیثوں کے ماٰخذ کی قطعی نشاندہی اور صحیح صورت حال کا علم ہو جاتا ہے اور سند کی وجہ روایت کا وزن معلوم ہو جاتا ہے۔

یہ ضخیم شرح سنہ ۱۹۶۰ء سے قسط وار شائع ہوتی رہی ہے کتاب کا سائز ۲۰×۳۰ اور ہر قسط کے صفحات کچھ کم و بیش ایک سو ہوتے ہیں، اندازہ ہے کہ ڈھائی ہزار صفحات میں اسکی تکمیل ہو گی تادم تحریر کتاب مکمل ہو گئی ہو گی۔

تشریحات

مرتب۔ مولانا اسلام الحق صاحب سہارنپوری فاضل مظاہر علوم سہارنپور۔
زبان اُردو، اشاعت قسطوار۔

یہ کتاب بھی مظاہر حق کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے لیکن اس کی تشریحات کے ساتھ ساتھ مرتب نے اپنے استاذ مولانا امیر احمد صاحب استاذ حدیث مظاہر علوم کی درسی تقریر کو بھی اس میں سمونے کی کوشش کی ہے، مرتب کا بیان ہے کہ اس

کتاب کی ترتیب کے وقت بیس سے زائد عربی کی شروح پیش نظر ہیں کتاب قسط وار شائع ہو رہی ہے اس کی چار قسطیں نظر سے گذر چکی ہیں بقیہ قسطوں کی اشاعت کا علم نہیں ،

قلائد الازہار

مصنف ، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۳۹۶ھ
زبان عربی ، سائز کلاں ، ناشر کتب خانہ نعمانیہ دیوبند ، مطبع آزاد پریس دیوبند ،
کتاب الآثار امام اعظم ابو حنیفہؒ کی کتاب کا نام ہے ، جس کی روایت ان کے شاگرد امام محمدؒ نے امام صاحب سے کی ہے ، صحابہ کرام کے دور کے بعد متصلاً جو سب سے پہلی کتاب موجودہ طرز پر لکھی گئی وہ یہی کتاب ہے اس کے بعد اسی طرز پر امام دارالہجرۃ امام مالکؒ کی موطا دنیا کے سامنے آئی ۔

کتاب الآثار نایاب تھی ، ہندوستان میں اس کا ایک نسخہ مطبع انوار محمدی لکھنو کا شائع کردہ تھا ، اسی کو پیش نظر رکھ کر تحقیق و تصحیح کی گئی ہے اگر متعدد نسخے مختلف مطابع کے ہوتے تو تصحیح و تعلیق اتنی دقت طلب نہ ہوتی ، مگر اس کے باوجود وسعت مطالعہ کی بنیاد پر ناقابل فہم اور گنجلک مقامات کی وضاحت ، ان کی تصحیح اور تضادات کی تطبیق و تفصیل کی گئی ہے چونکہ امام صاحب سے اس کتاب کی روایت کرنے والے امام محمدؒ امام ابو یوسف ، امام زفر ، امام حسن بن زیاد ، حماد ابن ابی حنیفہ اور حفص ابن غیاثؒ اور بہت سے لوگ ہیں اس لئے نسخوں کے اختلاف سے کہیں کہیں الفاظ میں کمی بیشی ہے ، تصحیح میں اختلاف نسخ کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے ۔

مفتی صاحب نے اپنی شرح شروع کرنے سے پہلے ایک مقدمہ فلسکیپ سائز کے ۷۵ صفحات پر مشتمل تحریر کیا ہے ، ہر صفحہ میں باریک لکھی ہوئی ۴۶ سطریں ہیں اگر اس کو موجودہ طباعت بیروت کے انداز پر طبع کیا جائے تو سوا سو صفحوں سے زائد ہوگا یہ مقدمہ انتہائی قیمتی اور بیش قیمت معلومات پر مشتمل ہے اس میں امام ابو حنیفہ کے

علمی مقام ومرتبہ اور امام بخاری کی تعریض وغیرہ کا محققانہ ذکر کیا گیا ہے اور تعریض کا مکمل ومدلل جواب دیا گیا ہے امام صاحب کی مستند سوانح حیات کو بھی اس میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ مقدمہ میں امام اعظم کے شاگرد امام محمد کے حالات اور ان کے مقام ومرتبہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور ان کی تصانیف کا بہت دقیع انداز میں تعارف کرایا گیا ہے۔

کتاب الآثار فقہی ابواب پر مشتمل ہے جیسے کتاب الطہارۃ کتاب الصلوٰۃ وغیرہ اور آخری کتاب کتاب المواریث ہے اور اسی پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔ مفتی صاحب کا طرز تحریر یہ ہے کہ سب سے پہلے سند میں جتنے راوی ہیں اسماء الرجال کی کتابوں سے ان کی حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔ پھر اثر کے مفہوم ومراد کو بیان کرتے ہیں، اگر دوسری روایتوں سے تعارض پیدا ہوتا ہے تو اس کو دلائل کی روشنی میں دور کرتے ہیں، ائمہ کے اختلافات کو ذکر کرتے ہوئے امام اعظم کے مسلک کی ترجیح کو بدلائل ثابت کرتے ہیں، صرف رفع یدین کے مسئلہ پر فلسکیپ سائز کے ۴۱ صفحات تحریر کئے ہیں جو میرے اندازے کے مطابق ٹائپ میں دو سو صفحوں کی کتاب بن سکتی ہے شرح کی پہلی جلد اسی مسئلہ پر ختم ہو جاتی ہے جو بڑے سائز کے ۲۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد قرأۃ خلف الامام کی بحث سے شروع ہوتی ہے یہ پوری بحث بڑے سائز کے ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے جو مستقل ایک رسالہ کی ضخامت ہے مذکورہ بالا دونوں مسئلوں پر اتنے زیادہ دلائل فراہم کر دیئے ہیں کہ ان پر مزید اضافہ کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے یہ دوسری جلد بھی بڑے سائز کے ۲۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد باب تخفیف الصلوٰۃ سے شروع ہوتی ہے اور باب القرأۃ فی الحمام والجنب پر ختم ہوتی ہے یہ جلد ۶۲ صفحات پر تمام ہوتی ہے تیسری جلد متوسط سائز میں ٹائپ کے حروف میں شائع کی گئی ہے جس کے صفحات ۲۶ سطری ہیں۔ یہ جلد بھی حضرت مفتی صاحب کے علم بے پایاں پر دلالت کرتی ہے۔ بیک وقت متعدد حدیث کے مجموعوں کا بقید جلد و صفحہ حوالہ دیتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ کے وقت اس سے متعلق تمام روایتیں

ذہن میں مستحضر ہیں، یا مظان متعین ہیں اسی لئے بڑی پابندی سے حوالوں کی قطعی نشان دہی فرماتے ہیں اگر مسئلہ سے متعلق کچھ ایسی بحثیں آتی ہیں جن کا تعلق دوسرے علوم وفنون سے ہے تو اس فن کی اہم ترین کتاب سے اقتباسات دیتے ہیں مثلاً صلوٰۃ الکسوف میں فلکیات پر گفتگو آجاتی ہیں تو تحریر فرماتے ہیں کہ خسوف قمر چاند پر زمین کا سایہ پڑنے سے ہوتا ہے کیونکہ چاند کی روشنی سورج سے مستعار ہے اس لئے سورج جب آڑ میں ہوجاتا ہے تو چاند تاریک ہوجاتا ہے، استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ۶۵۸۰ دنوں میں جو اٹھارہ سال گیارہ دن ہوتے ہیں ستر بار گہن ہوگا اس میں سے ۲۹ چاند کا اور ۴۱ سورج کا، مزید لکھتے ہیں کہ سورج کا پورا گہن محدود مقامات پر نظر آئیگا اور ۱۶۵ میل سے زیادہ دوری تک نظر آئیگا اور پانچ یا چھ منٹ سے زیادہ دیر تک نہیں ہوگا، مفتی صاحب نے بتایا ہے کہ یہ معلومات میں نے ڈاکٹر ہرون کی بسائط علم الفلک کے صفحہ ۱۲، اور ۱۳۱ سے لئے ہیں، اور دائرۃ المعارف الفرنسویۃ الکبریٰ کی جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۶ سے اقتباسات لئے ہیں اور دائرہ المعارف لاروس کی جلد ۴ صفحہ ۳۴ سے پھر اس بحث کو بڑی تفصیل سے پیش کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خسوف وکسوف کے مسئلہ پر توضیحات پیش کی ہیں، صلوٰۃ الکسوف کے سلسلہ میں اس بحث کا لانا ضروری تھا اس لئے یہ تفصیل دی گئی آپ مصنف کی وسعت مطالعہ کا اسی سے اندازہ کرسکتے ہیں،

اعلاء السنن

مولف، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی استاذ ڈھاکہ یونیورسیٹی، متوفی ۱۳۹۴ھ

عربی، ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی، سال اشاعت ۱۳۸۶ھ، عربی ٹائپ میں،

یہ کتاب ۱۳۴۱ھ میں ہندوستان میں بطور پر چھاپی گئی تھی، چالیس سال بعد کراچی سے خوب صورت عربی ٹائپ میں شائع کی گئی ہے، ہندوستان کے مطبوعہ نسخہ میں ایک مبسوط مقدمہ تھا جس کا عنوان انہار السکن تھا وہ مقدمہ اس ایڈیشن میں نہیں ہے کیونکہ اس مقدمہ کو عالم اسلام کی مشہور عالم ومحدث ابوغدہ عبد الفتاح استاذ کلیۃ الشریعہ ریاض نے

تحقیق و تعلیق کے بعد علحدہ کتابی شکل میں قواعد علوم الحدیث کے نام سے دمشق سے شائع کر دیا ہے اور کتاب کی افادیت میں چار چاند لگا کر موجودہ دور کے ترقی یافتہ معیار پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے یہ اصول حدیث پر ایک جامع کتاب ہے اور ابو عبداللہ حاکم نیساپوری اور دوسری علوم حدیث کی کتابوں کے درجہ کی کتاب ہے یہ مقدمہ ہندوستان میں "انہاء السکن الی من یطالع اعلاء السنن" کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں شائع کیا گیا تھا، اب اس کے نام اور اس کی شکل وصورت میں تغیر کر کے دور جدید کے انداز پر شائع کر کے جہاں اس کی افادیت میں اضافہ ہوا وہیں اسکی افادیت میں ایک مستقل کتاب ہونے کی وجہ سے اضافہ ہوا، درحقیقت یہ مقدمہ اسی قدر وقیمت کے لائق تھا ہی۔

اعلاء السنن اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے، یہ کتاب احادیث احکام کا مجموعہ ہے۔ تحریر کا باعث یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ کو عام طور سے اصحاب الرائے میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ بے بنیاد الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کو صرف، احادیث یاد تھیں اور احناف حدیثوں پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، یہ اتنا بڑا الزام ہے کہ اس سے حنفی مسلک کی ساری عمارت متزلزل ہو جاتی ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے،

امام ابوحنیفہ جیسا حدیث کا لفظی تحقیق ہوئی ہے، امت نے بہت کم پیدا کیے ہے

حدیث، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال کا مجموعہ ہے، انھیں دونوں چیزوں سے احکام شریعت مستنبط ہوتے ہیں، جو لوگ نفسیات انسانی پر گہری نگاہ نہیں رکھتے ہیں وہ اقوال کو ان لفظوں کے لغوی معنی ومفہوم تک محدود رکھتے ہیں اور جو لوگ ذہین، دقیقہ رس، باریک بین، انسانی لب ولہجہ کے مزاج شناس اور موقع ومحل کے لحاظ سے لفظ و بیان کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے مفہوم ومراد میں تغیرات سے واقف ہوتے ہیں انکی نگاہ ان باتوں کی گہرائیوں پر ہوتی ہے اور درحقیقت قائل کی منشاء ومراد بھی وہی ہوتی ہے جس کی ترجمانی لب ولہجہ اور انداز گفتگو کرتا ہے، امام ابوحنیفہ وہی باریک بین نگاہ رکھتے تھے، اس لئے وہ اقوال رسول کی ان گہرائیوں تک جانے کوشش کرتے ہیں جو درحقیقت منشاء رسول ہے

احکام شریعت اور مسئلہ الفاظ نہیں بلکہ منشاء رسول سے مستنبط ہوتا ہے، بطور مثال ایک واقعہ پر غور فرمائیں، ایک صحابی آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے صحابی نے حضورؐ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اس کے بعد خدمت میں حاضر ہوتے اور مجلس میں بیٹھ گئے تو حضور نے ان سے فرمایا قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ، اٹھو پھر نماز پڑھو آپ نے نماز نہیں پڑھی وہ تین بار نماز دہراتے رہے اور ہر بار آپ نے یہی فرمایا کہ پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، جب صحابی نے فرمایا کہ میں نے نماز ہر بار پڑھی، مجھے وہ خرابی نظر نہیں آئی جس کی وجہ سے میری نماز نہیں ہوتی تب آپ نے فرمایا کہ نماز تعدیل ارکان سے پڑھنی چاہیے۔

اب اگر کوئی شخص صرف قم فصل فانک لم تصل۔ کے الفاظ ہی پر اپنے خیال کو مرکوز رکھیگا تو وہ منشاء رسول کو کیسے سمجھے گا جبکہ وہ شخص خود حضورؐ اور کئی صحابہ کی موجودگی میں نماز ادا کر رہا ہے اور اس کو بار بار دہرا رہا ہے اس کے باوجود صاف کہا جا رہا ہے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، ذہین اور نکتہ رس افراد فوراً سمجھ جائیں گے کہ نماز آنکھوں کے سامنے پڑھی جا رہی ہے پھر بھی اس سے انکار کے پیچھے کوئی دوسری حقیقت ہے اور نماز کی ادائیگی کی کوئی اہم شرط پوری نہیں ہو رہی ہے اس لئے نماز نماز نہیں تھی چنانچہ بعد میں حضور نے اس کی وضاحت فرمائی۔

احناف کے مخصوص مسائل منشاء رسول کے پانے اور سمجھنے کی بھرپور کوشش کے نتیجہ میں ہیں، اسی لئے وہ دوسرے ائمہ مجتہدین کی تصریحات کے خلاف ہیں، ان تمام مسائل میں حدیث کی باریک بینی اور غائرانہ مطالعہ کار فرما ہے، امام ابو حنیفہ حدیث کے مفہوم و مراد کو جس گہرائی سے اخذ کرتے ہیں دوسری نگاہیں وہاں کم پہونچتی ہیں اور الفاظ کے ظواہر پر ہی الجھ کر رہ جاتی ہیں جیسے امام بخاری کا ترجمۃ الباب ہے کہ جو لوگ سطحی نگاہ رکھتے ہیں حدیث اور ترجمۃ الباب میں کوئی مناسبت نہیں پاتے حالانکہ امام بخاری کی ساری فقہ انھیں تراجم ابواب میں مستور ہے، اپنی پیش کردہ حدیث سے جو مسئلہ مستنبط کرتے ہیں ترجمۃ الباب اسی کا وضاحت کرتا ہے، اگر کوئی نادان امام بخاری پر

اعتراض کرنے لگے امام بخاری حدیث نہیں سمجھتے وہ عنوان کچھ قائم کرتے ہیں اور حدیث ایسی ذکر کرتے ہیں جس کا عنوان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا ہے تو اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ اس کو دیوانہ کہا جائے، امام ابو حنیفہ پر بھی اعتراض کرنے والوں کی ٹھیک وہی حیثیت ہے۔

اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان تمام احادیث کو جمع کر دیا جائے جو احناف کا مستدل ہیں اور ان روایتوں پر اصول حدیث کے اعتبار سے کلام کر کے ان روایتوں کی قدر و قیمت کو متعین کر دیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے الزام کا سد باب ہو جائے۔ اسی نقطۂ نگاہ سے اعلاء السنن کا وجود عمل میں آیا، اس میں احناف کے تمام مخصوص مسائل کی مستدل حدیثوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ روایت کس کتاب میں کہاں ہے؟ اس کی سند کے ایک ایک راوی کے حالات اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے اس کے مقام و مرتبہ اس کے ثقہ و ضعیف ہونے کو مستند کتابوں سے پیش کیا گیا ہے پھر روایت کا خود وزن کیا ہے، صحیح ہے یا ضعیف ہے، حسن ہے یا غریب؟ غرضیکہ حدیث کو ہر حیثیت سے جانچا اور پرکھا گیا ہے اور پھر اس سے مسئلہ کا استنباط کیا گیا اور دوسری روایتوں سے جو اعتراض پڑتا ہے اس کا فن حدیث ہی کی حیثیت سے جواب بھی دیا گیا، اس طرح احادیث کے مشہور و غیر مشہور مجموعہائے حدیث سے روایتیں لے کر اس کتاب میں جمع کر دی گئی ہیں اور کہیں گفتگو سرسری طور پر نہیں کی گئی ہے، ہر ہر مسئلہ کی سند احادیث سے پیش کر دی گئی ہے، یہ کتاب اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے عبد الفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کے متعلق صحیح لکھا ہے،

من افضل بل افضل ما الف فیما فی ھٰذا	چودھویں صدی میں احناف کے نقطۂ نگاہ سے
القرن الرابع عشر واوسعہ جمعاً من	سب سے افضل اور سب سے بہترین کتاب
وجہۃ نظر السادۃ الحنفیۃ کتاب اعلاء السنن	اعلاء السنن ہے۔

اس کا پہلا ایڈیشن ہندوستان میں لیتھو پر ۱۳۴۲ھ میں شائع کیا گیا تھا، دوسرا ایڈیشن بعد میں کراچی سے ٹائپ میں شائع کیا گیا جو اس وقت میرے سامنے ہے یہ کتاب اٹھا

پر مشتمل ہے اور اس کے صفحات ۷۳۶ ہیں، اس کی بقیہ جلدیں نہ ہندوستان میں طبع ہو ئیں اور نہ پاکستان میں، اب پچھلے دنوں پاکستان کے ایک ناشر نے مکمل کتاب شائع کردی ہے جو دور جدید کے ترقی یافتہ عربی ٹائپ میں ہے پوری کتاب ۲۱ جلدوں میں آئی ہے ابتدائی تین جلدیں مقدمہ کی ہیں اس کے ۱۸ جلدیں اصل کتاب کی ہیں اس کے کچھ نسخے ہندوستان میں بعض اداروں نے منگائے ہیں جس میں سے ایک کتب خانہ جامعہ اسلامیہ بنارس بھی ہے جو اس وقت مرے سامنے ہے۔

مشکوۃ الآثار

مرتب، مولانا سید محمد میاں صاحب سابق استاذ حدیث شاہی مراد آباد و شیخ الحدیث مدرسہ مینیہ دھلی، متوفی ۱۳۹۵ھ

عربی، ایک جلد، ضخامت ۱۵۲، مطبع اعلیٰ پریس دہلی، ناشر شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم دیوبند، مشکوۃ الآثار صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ایمانیات، اخلاق وغیرہ کے عنوانات کے تحت واضح اور روشن خط میں مع اعراب شائع کیا گیا ہے، حاشیہ میں ان کتابوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے جن سے یہ روایتیں لی گئی ہیں۔

یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل کرنے کے خیال سے مرتب کی گئی تھی، اس کا داعیہ اس لئے پیدا ہوا کہ ہمارے دینی مدارس کی آخری منزل حدیث و قرآن کی فہم صحیح ہوتی ہے مگر دس سالہ نصاب تعلیم میں حدیث کی کوئی کتاب شامل نہیں ہے دورۂ حدیث سے ایک سال قبل صرف مشکوۃ پڑھادی جاتی ہے جبکہ متوسطات سے ہی طلبہ کا احادیث سے رابطہ ہو جانا چاہئے اسی خیال سے یہ کتاب مرتب ہوئی تھی کہ درجہ چہارم و پنجم عربی کے طلبہ کے نصاب میں شامل کردی جائیگی، احادیث کا انتخاب بڑی دیدہ ریزی، طلبہ کی ذہنی ساخت اور عمر کو نگاہ میں رکھ کر کیا گیا ہے، آخر میں جوامع الکلم کو بھی جمع کردیا گیا ہے یہ انتخاب صحیح معنی میں نصاب میں داخل کرنیکے لائق ہے

احیاء السنن

جمع و ترتیب، زیرنگرانی مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ،
سائز متوسط، زبان عربی، رسم الخط عربی نستعلیق حاشیہ پر بامحاورہ ترجمہ اردو۔

اس کتاب میں احناف کی مستدل حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے، احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے جیسے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم وغیرہ۔ مقصد یہ تھا کہ مسائل فرعیہ میں احناف کی جو مستدل حدیثیں ہیں ان سب کو ابواب فقہی کے اعتبار سے جمع کر دیا جائے حدیث کی توضیح و تشریح بھی کر دی ہے، کوشش یہ کی گئی ہے کہ مستند حدیثوں ہی کو جمع کیا جائے سند یا متن کے اعتبار سے یا اور کسی وجہ سے اگر روایت میں ضعف ہے یا ناقابل حجت ہے تو اسکو ترک کر دیا گیا ہے، سندوں کی تحقیق اور استنباط مسائل میں فقہاء و محدثین کے اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے صحیح مسلم کے سند زیر حدیث کو نقل کرتے ہیں، متن کے نیچے لائن دیکر حواشی لکھے گئے ہیں۔ ان حواشی میں حدیث کی سند پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں پھر حدیث کے مفہوم و مراد کو متعین کرتے ہیں، پھر اس کے بعد احناف کے مسلک پر اعتراض کرنے والوں کے جوابات تحریر کرتے ہیں، کہیں کہیں کتب فقہ کی عبارت بھی نقل کر دیتے ہیں، ان حواشی کے علاوہ ایک اور حاشیہ ہے اس میں حوالہ کتب مع جلد و باب و صفحہ لکھتے ہیں تاکہ اصل ماخذ کی طرف رجوع آسان ہو جائے۔ بعض احادیث کا موجودہ حاشیہ کے طرز پر حوض سے باہر ترجمہ مع توضیح کر دیا جاتا ہے اس حاشیہ کو اطفاء الفتن کا نام دیا گیا ہے، کتاب اپنی نوعیت اور مقصد کے لحاظ سے منفرد اور کامیاب ہے اس کی پہلی جلد کتاب الطہارۃ پر ختم ہوتی ہے جو ۔۔ صفحات پر مشتمل ہے، بعد میں یہ سلسلہ بند کر کے اعلاء السنن کو مرتب کرایا گیا۔

* * *

جزء حجة الوداع

مصنف، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ۔

زبان عربی، رسم الخط فارسی، متوسط سائز، ۲۴ سطری۔ ناشر، مکتبہ یحیویہ سہارنپور سال اشاعت ۱۳۹۲ ہجری۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع اسلامی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے، اس کا خطبہ اپنے مشمولات کے لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ اس حج میں ایک لاکھ سے زائد انسانوں کا اجتماع تھا، اس لئے بہت سے لوگوں نے حجۃ الوداع کے واقعہ کے اجزا اپنے اپنے موقعہ ومحل پر بیان کیا ہے اس طرح حجۃ الوداع سے متعلق بہت سے روایتیں جمع ہو گئیں۔ کہیں کہیں روایتوں میں بظاہر تضاد سا محسوس ہوتا ہے اس لئے متقدمین نے جزء حجۃ الوداع کے نام سے اس واقعہ کو مستقل رسالوں میں مرتب کیا ہے، لیکن بہت سی روایتوں میں جمع وتطبیق پر جو کام ہوا وہ متاخرین نے اپنے اپنے مسلکوں کی روشنی میں کیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس واقعہ کو مفصل لکھا ہے لیکن وہ حنبلی ہیں اس لئے ان کا مسلک ان کی ترتیب واقعہ میں دخیل ہے۔

اس لئے ضرورت تھی کہ حجۃ الوداع کو روایتوں کی تفصیلی روشنی میں دیکھا جائے اور اس سلسلہ میں صحیح ترین روایتوں کو پیش نظر رکھ کر پورے واقعہ کا جائزہ لیا جائے، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نے ۱۳۹۱ھ میں اس طرف توجہ فرمائی۔ انھوں نے طریقہ کار یہ رکھا کہ صفحہ کی پیشانی پر ابن قیم کی زاد المعاد سے واقعہ کو نقل کیا اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی آپ نے درمیان کلام میں "قلتُ" لکھ کر اپنی رائے ظاہر کر دی جو مستند روایتوں کی روشنی میں ہے۔

طباعت کا طرز یہ ہے کہ زاد المعاد کی ایک سطر یا دو سطریں پیشانی پر لکھی گئیں اور پھر خط کھینچ کر اس کے نیچے عربی زبان میں روایتوں کی روشنی میں واقعہ کے ہر جزء کا تحقیقی جائزہ لیا ہے یا جو چھوڑ دیا گیا تھا اس کا اضافہ کیا ہے اور تفصیل بیان کر دی۔

یہ حج درحقیقت مناسک حج کی تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی تفصیلات سے سینکڑوں فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں، اس لئے شیخ الحدیث صاحب نے واقعہ کے جس حصہ سے جو مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اس میں دوسروں کے مسلک کے ساتھ احناف کے مسلک کو بھی بیان کردیا ہے، مثلاً آپ نے ۴ ذی الحجہ کو وادی ذی طویٰ میں رات گذاری اور صبح کو آپ نے غسل فرمایا، یہ غسل مالکیہ کے نزدیک طواف کے لئے تھا، اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دخول مکہ کیلئے تھا، یہ مستحب ہے اور اس کے ترک کردینے میں کوئی فدیہ نہیں ہے، اسی طرح جب آپ مکہ میں داخل ہوئے، مصنف نے صحیحین کی حدیث سے یہ اضافہ کیا کہ آپ نے فرمایا، بخاری نے اپنی صحیح میں ترجمۃ الباب باندھا ہے الطواف علی وضوء یعنی بخاری نے اس وضو کو طواف کا وضو بتایا حدث اور نجاست سے طہارت امام احمد کے نزدیک صحت طواف کی شرط ہے، امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ طہارت شرط نہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کے لئے ان میں سے کوئی شرط نہیں ہے بعض صحابہ نے واجب اور بعض نے سنت کہا، صاحب اللباب نے واجبات طواف میں طہارت عن الحدث کو شمار کیا ہے، یہ دو چھوٹی چھوٹی مثالیں انداز تصنیف کو سمجھنے کے لئے دی گئی ہیں ورنہ بعض بحثیں بہت طویل الذیل ہیں، ائمہ اربعہ کے مسلکوں میں بہت سے اختلافات ہیں، مصنف نے جس مسئلہ کی ترجیح ثابت کی ہے بہت سی روایتوں سے اس کو مدلل و مبرہن کیا ہے، غرضیکہ حجۃ الوداع کی ابتدا سے مدینہ منورہ واپسی تک کے واقعات کے ایک ایک جزء سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں، مصنف نے کمال تحقیق کا حق وسعت معلومات کی روشنی میں ادا کیا ہے اور مسلک احناف کو ہر جگہ واضح طور پر تسلی بخش دلائل سے ثابت کیا ہے۔

حجۃ الوداع کی بحث صفحہ ۲۰۰ پر ختم ہوتی ہے اور اسی کتاب کا دوسرا جزء عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہوتا ہے، آپ نے جتنے عمرے کئے ہیں ان کو روایات صحیحہ سے بیان کیا ہے، اس موضوع پر بھی دلیل راہ ابن قیم کی زاد المعاد ہی کو بنایا ہے۔

عمرہ کی تعریف، طریقہ، تعداد، کیفیت اور واقعات کی تفصیل کو مستند روایات کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے، دوسری فصل میں عمرۂ حدیبیہ کے واقعہ کو پوری تفصیل سے پیش کیا ہے جو ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے، تیسری فصل میں عمرۃ القضا کو بیان کیا ہے اور چوتھی فصل میں عمرۃ الجعرانہ کی تفصیل ہے، پانچویں فصل میں دوسرے عمروں کا تذکرہ ہے اور آخری فصل پر کتاب تمام ہو جاتی ہے۔ پوری کتاب کے صفحات ۱۲۰ ہیں۔

مسانيد الامام ابي حنيفة

مصنف، شیخ محمد امین الاورکزئی استاد جامعہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی۔

زبان عربی، سائز متوسط، طباعت ٹائپ، ناشر مجلس دعوۃ و تحقیق اسلامی کراچی

مولانا محمد یوسف بنوری تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیری اپنے مدرسہ میں طلباء سے تحقیقی مقالے لکھواتے تھے بالخصوص حدیث اور علوم حدیث پر ان کی زیر نگرانی کئی ایک تحقیقی مقالے لکھے گئے، یہ کتاب بھی انھیں تحقیقی مقالوں میں سے ایک ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات پر مشتمل جو مسانید مرتب کی گئی ہیں ان کی مکمل تفتیش و تحقیق، اور تعارف کا حق ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور آپ کی مرویات کی تعداد وغیرہ پر تحقیقی گفتگو کی گئی ہے۔

یہ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے، پہلی فصل میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، مقام و مرتبہ، ان کی تابعیت کا ثبوت، اسی ضمن میں کوفہ کی علمی مرکزیت، صحابۂ کرام کا یہاں ورود و قیام، اور ان کے علوم کی نشرگاہ ہونے کا ذکر محققانہ انداز میں کیا گیا ہے، اس کے بعد امام اعظم کے شیوخ حدیث کی فہرست، اور ہر ایک کا مختصر تعارف، پھر مکہ، مدینہ، اور بصرہ کے علمی اسفار اور ان مقامات کے محدثین سے استفادہ کی تفصیل، اور مشائخ کی نشاندہی، پھر امام صاحب کے مشاہیر تلامذہ اور ان سے استفادہ کرنے والوں کا ذکر ہے پھر امام صاحب کی مسند کا دوسری مسانید سے تقابل کیا گیا ہے، غرضیکہ ان تمام پردوں کو دلائل کی روشنی میں اٹھایا گیا ہے جو امام صاحب کے فن حدیث میں فضل و کمال پر معاندین و مخالفین کی طرف

سے ڈال دیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں امام صاحب کے نزدیک صحت حدیث کی شرائط اور ان کی کتاب الآثار کا ذکر ہے، اسے فن حدیث میں سب سے پہلا مجموعہ حدیث بتایا گیا پھر یہ تفصیل دی گئی ہے کہ اس کے کتنے نسخے ہیں اور امام صاحب سے کون کون اس کی روایت کرنے والے ہیں، اور بتایا گیا کہ اس کی روایت کرنے والوں میں امام محمد، امام زفر، امام ابو یوسف، امام حسن بن زیاد، حماد بن ابی حنیفہ، حفص بن غیاث النخعی، امام محمد بن خالد الوہبی الامام الحارثی امام طلحۃ العدل امام الحافظ ابن المظفر ابن عدی، ابو نعیم الحافظ، ابو بکر محمد بن عبد الباقی الانصاری، قاضی ابو الحسن الاشنانی، حافظ ابن خسرو و حافظ ابن ابی العوام، ابو العباس بن عقدہ، حافظ ابن المقری شیخ الاسلام الانصاری، حافظ الدور قطنی، حافظ ابن شاہین، ابو علی بکری، حافظ ابن عساکر، حافظ السخاوی، خصکفی، ذہبی الخوارزمی شیخ عیسی المغربی، ابن الشماع، علامہ قونوی، ابو البقاء المکی، شیخ محمد اسماعیل، علامہ زبیدی، عابد السندی، حافظ القاسم، شیخ ادریس البخرامی وغیرہ کا ذکر کیا ہے، یہ تمام مشاہیر مسند ابی حنیفہ کے راوی ہیں، ان کے ناموں سے جو کتابیں ہیں، وہ مرویات ابی حنیفہ پر مشتمل ہیں:

اس کے بعد ان مصادر کی نشان دہی کی گئی ہے جہاں جہاں امام صاحب کی مرویات پائی جاتی ہیں، پھر اس میں مرفوعات، موقوفات، مراسیل اور آثار کی تعداد بتائی گئی ہے پھر ان راویوں کی تعداد بتائی گئی ہے جو صحابی سے آپ نے لی ہیں یا تابعین کرام سے روایات کی ہیں۔

یہ تمام تفصیل مآخذ و مراجع کے مستند حوالوں سے پیش کی گئی ہے اور پوری محنت عرق ریزی اور وسیع مطالعہ کی بنیاد پر اس مقالہ کو مرتب کیا گیا ہے، اپنے موضوع پر یہ ایک تسلی بخش کتاب ہے ابتدا ر کتاب میں مولانا عبد الرشید نعمانیؒ کی مقدمہ پر مختصر رائے ہے، اور کتاب کا بہت سا حصہ مشہور محدث مولانا محمد یوسف صاحب بنوری تلمیذ رشید حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی نگاہ سے بھی گذرا ہے، بلکہ انھیں کی رہنمائی

میں لکھا گیا ہے۔ مصنف مولانا بنوری کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی میں استاذ ہیں، کتاب خوب صورت اور روشن ٹائپ میں چھپی ہے اور پہلی بار ۱۳۹۶ھ میں شائع کی گئی ہے۔ کتاب کے مجموعی صفحات ۱۷۵ ہیں۔

ترجمان السنۃ

مصنف۔ مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی۔ متوفی ۱۹۶۵ء زبان اردو، سائز متوسط۔ چار جلدوں میں، ضخامت ۲۰۹۲ صفحات، ناشر ندوۃ المصنفین دہلی۔ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی فاضل دارالعلوم دیوبند اور علامہ انور شاہ کشمیری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے بدایوں ضلع میرٹھ میں ۱۸۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی سلاکہ علوم اور دارالعلوم دیوبند میں تکمیل کی، دارالعلوم میں درس بھی دیا پھر علامہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے، ۱۹۵۰ء میں آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور پوری زندگی اسی مقدس شہر میں گذار کر اسی پاکیزہ سرزمین میں آسودہ خواب ہوئے سال وفات ۱۹۶۵ء ہے، مشہور تصنیفی ادارہ ندوۃ المصنفین کے خصوصی رکن رہے، ترجمان السنۃ آپ کی تصنیف میں خصوصی اہمیت کی حامل اور اردو میں اپنی نوعیت کی بے مثل کتاب ہے، زبان سلیس، رواں دواں، شگفتہ، ادبی چاشنی لئے ہوئے ہے، ہندو پاک کے اکابر علماء نے اس کتاب کو اپنے موضوع، مباحث، طرز اظہار، انداز بیان کے لحاظ سے شاہکار تسلیم کیا ہے۔

کتاب کی پہلی جلد میں علم حدیث کی تدوین، احادیث کے درجۂ استناد و اعتبار حجیت حدیث اور مشاہیر محدثین و فقہاء امت کے احوال پر محققانہ مقدمہ ہے، کتاب التوحید سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے اور روایت صحیحہ کے التزام کے ساتھ اس مسئلہ پر ہمہ جہتی بحث کی ہے اس جلد کے صفحات ۶۹۲ ہیں، دوسری میں کتاب الایمان، کتاب الاسلام کی پانچ سو احادیث کی توضیح و تشریح کی گئی ہے اس کے صفحات ۵۱۲ ہیں، تیسری جلد میں کتاب الایمان کے بقیہ ابواب کے علاوہ کتاب الانبیاء بھی ہے، اسی میں قضاء و قدر کے اہم حریتہ مباحث۔

بھی دیے گئے ہیں اور ان کو بڑی دیدہ ریزی اور پوری تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اور متشککین کے دل ودماغ کو مطمئن کرنے کی قابل قدر کوشش کی گئی ہے۔ نیز انبیاء کے حالات پر محققانہ کلام کیا گیا ہے، اسرائیلی اور موضوع حدیثوں سے جو بدمنظر تصویر بنتی ہے اس کی بھرپور تردید کی گئی ہے اور ان روایتوں کے جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہونے پر شواہد و دلائل بھی پیش کئے ہیں ان کے مقابلے میں مستند روایات کی روشنی میں جو انبیاء کی حقیقی اور ایمان افروز تصویر بنتی ہے اس کو پیش کیا گیا ہے، یہ دونوں ابواب اُردو میں اپنی نوعیت اور تحقیق وتدقیق کے لحاظ سے اہم ترین ہیں اور اہل علم کیلئے خصوصیت سے قابل مطالعہ ہیں، اسی جلد میں عصمت انبیاء پر تفصیلی گفتگو بھی آگئی ہے جو موجودہ آزاد خیالی اور بے راہروی کی مسموم فضا میں تریاق کی حیثیت رکھتی ہے، اردو میں اس مسئلہ اسی تحقیق کے ساتھ پہلی بار عالمانہ کلام کیا گیا ہے اس جلد کے صفحات ۵۰۰ ہیں۔

چوتھی جلد جس پر اس کتاب کا خاتمہ ہے ضخامت کے اعتبار سے سب سے کم ہے اس کے صفحات ۳۲۵ ہیں، مگر اپنے مباحث کے لحاظ سے اہم ترین ہیں کیونکہ اس جلد میں معجزات نبوی پر گفتگو کی گئی ہے چونکہ یہ مسئلہ دشمنان دین اور نام نہاد ترقی پسند معترضین کا ہدف ہے، اس لئے اس مسئلہ کو مدلل ومبرہن کرنے میں آپ نے پورا زور قلم صرف فرمایا ہے، معجزات کی اصل بحث سے پہلے ایک مفصل مقدمہ ہے جو ۱۳۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں معجزہ کی حقیقت، ضرورت، اہمیت، اقسام، معجزہ اور سحر کا فرق، تواتر معجزات، تعدد معجزات پر عالمانہ ومحدثانہ اور ایک حد تک متکلمانہ کلام کیا گیا ہے، اس کے بعد احادیث صحیحہ میں مذکور تمام معجزات کی تفصیل دی گئی ہے اور روایتوں کی تحقیق وتنقید کی گئی ہے اس طرح یہ جلد معجزات کے مسئلہ پر قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے کتاب ہندوستان کے مشہور تصنیفی واشاعتی ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی نے شائع کیا ہے۔ کتب کتابت وطباعت اور کاغذ کے لحاظ سے معیاری ہے، کتاب کے مجموعی صفحات ۲۰۹۲ دو ہزار بانوے ہیں، اُردو میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔

انتخاب الترغیب والترہیب

مصنف، مولانا عبداللہ صاحب طارق دہلوی مظاہری،
زبان اُردو، متوسط سائز، چار جلدوں میں، ناشر ندوۃ المصنفین دہلی،
مولانا طارق صاحب ضلع میرٹھ کے رہنے والے ہیں، تقسیم ملک کے بعد سے دہلی میں ان کا خاندان منتقل ہو گیا آپ نے یہیں نشوونما پائی اور تعلیم حاصل کی، مظاہر علوم سہارنپور سے سند فراغت حاصل کی، بعض مدارس میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں، تبلیغی جماعت سے بھی وابستہ رہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تصنیف وتالیف میں معاون رہے حوالجات کی تلاش اور مسودوں کی نقل آپ کے ذمہ رہی،

مولانا طارق نے اسی دوران یہ کتاب مرتب فرمائی، کتاب الترغیب والترہیب علامہ زکی الدین عبدالعظیم المنذری متوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے اور مقبول ترین کتاب ہے اس کی مقبولیت اور افادیت کے پیش نظر اس کے ترجمہ اور تشریح کی طرف آپ نے توجہ فرمائی۔

احادیث کا ترجمہ اور ان کی تشریح کمال حزم واحتیاط کے ساتھ شستہ، شگفتہ سلیس اور عام فہم زبان میں کی ہے جس کی وجہ سے کم علم عوام بھی اس سے پورا پورا استفادہ کر سکتے ہیں لیکن اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے اصحاب مدارس اور اہل علم کے لئے بھی قابل مطالعہ ہے کیوں کہ تلخیص، ترجمہ وتشریح ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ صاحب الترغیب والترہیب نے حدیث کے آخر میں جن کا ماخذ کا ذکر کیا ہے لائق مترجم نے ان پر اضافہ کیا ہے اور حواشی میں اس کی تشریح کرتے گئے ہیں۔

مصنف نے ایک اہم کام یہ کیا ہے کہ چونکہ الترغیب والترہیب کثرت سے طبع ہوتی رہی اور کسی نے اصل کتاب اور قدیم نسخہ سے موازنہ کر کے اس کے متن کی تصحیح کا کام انجام نہیں دیا اس پر اس میں چند چند فاحش غلطیاں دخل پا گئیں، مثلاً صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ناموں میں غلطی، راوی کے نام میں التباس یا حوالہ کی غلطی

برابر نقل ہوتی رہی، ناشرین کو اپنے منافع سے غرض تھی اس لئے اس کی تصحیح کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی، مترجم نے کتاب کے متعدد مطبوعہ وغیر مطبوعہ نسخوں سے جن کی مقدمہ میں وضاحت کردی گئی ہے بمقابلہ و معازنہ اور اصل مآخذ و مراجع سے رجوع کر کے ان غلطیوں کی تصحیح کردی ہے،

یہ کتاب دہلی کے مشہور تصنیفی و اشاعتی ادارہ ندوۃ المصنفین نے شائع کی ہے کتاب کا سائز ۲۰×۲۶ ہے جلد اول ۴۲۲ صفحات پر مشتمل ہے، جلد دوم میں حدیث نمبر ۱۵ تک کی توضیح و تشریح ہے، اس کی بقیہ دو جلدیں راقم الحروف کو دستیاب نہیں ہو سکی ہیں مکمل کتاب چار جلدوں میں ہے اور طبع ہو چکی ہیں،

جواہر الحکم

مرتب، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی مصنف تصانیف کثیرہ زبان اُردو، ۲۰×۳۰ ترجمہ، انگریزی، فرانسیسی، گجراتی زبانوں میں،

ذخیرۂ احادیث سے ایک خاص نقطہ نگاہ سے حدیثوں کا انتخاب کرکے اس کتاب کو ترتیب و سلیقہ سے جمع کیا گیا ہے ان احادیث سے یہ بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دینی و دنیاوی فلاح کی کامیابی سنت نبوی پر چلنے ہی سے مل سکتی ہے احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ایسی دلنشیں تشریح کی گئی ہے کہ بات دل میں اتر جاتی ہے، چونکہ زبان شستہ و شگفتہ اُردو ہے اس لئے کتاب میں دلچسپی برقرار رہتی ہے حالات حاضرہ کے روحانی امراض سے مکمل واقفیت کی وجہ سے احادیث کی ایسی تشریحات پیش کی گئی ہیں کہ ان کی روشنی میں ان امراض کا علاج ہو سکتا ہے چونکہ مصنف اس سلسلہ میں خود دل پر سوز کے مالک ہیں اس لئے انداز بیان انتہائی موثر ہے کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے جن کے مجموعی صفحات ۷۰۴ ہیں، کتاب اُردو کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، اور گجراتی زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔

الفوائد السنیۃ فی شرح الاربعین النوویۃ

مصنف، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی۔
زبان اُردو، ڈیمائی سائز ۲۲×۱۸۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۶ء۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مظاہر علوم سہارنپور کے قدیم فضلاء میں تھے، آپ حیات العلوم مراد آباد میں استاذ حدیث تھے، بعد میں بہ نیت ہجرت مدینہ منورہ چلے گئے اور وہیں اقامت گزین ہوگئے۔

اربعین نووی ایک مشہور کتاب ہے، اسی طرز پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، اردو میں چہل حدیث کے عنوان سے بہت سے لوگوں نے احادیث مرتب کیں لیکن علامہ نووی کی اس مختصر کتاب کو جو شہرت و اہمیت حاصل ہوئی دوسری کسی کتاب کو یہ اہمیت نہ حاصل ہوسکی، علامہ نووی کی اس کتاب کی تقریباً ڈیڑھ درجن شرحیں لکھی گئیں یہی اس کتاب کی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل ہے، یہ سب شرحیں عربی زبان میں تھیں، مولانا موصوف نے کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کو اردو زبان میں منتقل کردیا، آپ نے کتاب کا سلیس اور آسان اردو میں ترجمہ کرنے کے بعد جامع اور مکمل شرح بھی لکھی ہے اور بہت سے مقامات پر بیش قیمت اضافے بھی کئے ہیں اسی ذیل میں بہت سے غلط اعتقادات رجحانات کی حکیمانہ انداز میں تردید بھی فرمائی ہے

یہ کتاب تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی میں بیٹھ کر لکھی گئی، کتاب ڈیمائی سائز ۲۲×۱۸ پر طبع کی گئی ہے، کتاب کا دوسرا ایڈیشن فروری ۱۹۶۶ء میں دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی سے عمدہ کتابت وطباعت کے شائع ہوا ہے۔

رحمۃ القدوس

مصنف، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی مصنف اعلاء السنن
یہ کتاب علامہ ابو محمد عبداللہ ابن ابی جمرہ مالکی کی تصنیف بہجۃ النفوس کا اردو ترجمہ ہے

اس میں علامہ موصوف نے بخاری شریف سے تین سو احادیث کا انتخاب کر کے ان سے مسائل تصوف اور فقہی مسائل مستنبط فرمائے ہیں اور ان احادیث کے سلسلہ میں جو اشکالات پیش آتے ہیں ان کے مدلل جوابات دیئے ہیں۔

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی نے ان تین سو احادیث میں سے ایک سو احادیث کا انتخاب کر کے ان کی شرح اور تحقیق کی ہے، احادیث کی یہ شرح اتنی طویل الذیل ہے کہ دو جلدوں میں آئی ہے۔ جلد اول کے صفحات ۳۴۶ اور جلد دوم کے صفحات ۳۵۲ ہیں۔

جلد سوم کی ترتیب، بقیہ حدیثوں کے ترجمے اور تشریح سے ہوئی ہے، اولاً اس کی اشاعت ماہنامہ مدینہ لاہور میں بالاقساط ہوتی رہی بعد میں انتخاب بخاری کے نام سے کتابی شکل میں ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور سے شائع ہوئی ہے اس کا سائز ۳۶×۲۳ ہے اور اس کے صفحات ۷۵۶ ہیں۔

معارف السنۃ

مصنف، مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی متوفی ۱۳۹۲ھ دسمبر ۱۹۷۲ء
ناشر، مکتبہ دینیات آصف علی روڈ نئی دہلی۔

مولانا موصوف نے ابتداً مسلم شریف سے کتاب الایمان کی روایتوں میں سے ۱۱۰ احادیث کو منتخب کر کے اس پر عالمانہ حاشیہ عربی میں لکھا تھا اور لغات کا حل، احادیث کی توضیح و تشریح کی تھی اس کا نام بدائع الحکم تھا لیکن بعض بزرگوں کے مشورہ پر آپ نے ان احادیث کی اردو میں توضیح و تشریح کر دی اور مستقل شرح کے طور پر ان احادیث کی تفصیلی بحث قلم بند فرما دی یہ کتاب ۱۹۵۸ء میں ترتیب دی گئی تھی، کتاب کا پہلا ایڈیشن مکتبہ دینیات نئی دہلی نے ۲۰×۳۰ سائز پر شائع کیا، کتاب کے صفحات ۳۱۸ ہیں۔

ببببببب

مسند الحُمیدی

(الامام الحافظ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی المتوفی ۲۱۹ھ)

تحقیق و تعلیق، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، متوفی ۱۴۱۲ھ

امام بخاری کے شیخ حمیدی کی مسند کے تین مخطوطے ہندوستان کے کتب خانوں میں تھے، ایک چوتھا مخطوطہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں تھا، ان کے علاوہ اور کسی نسخے کا اب تک پتہ نہیں چلا ہے۔ مولانا اعظمی نے کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کے مخطوطہ کو بنیاد بنا کر کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد اور حیدرآباد ہی کے کتب خانہ عثمانیہ کے مخطوطوں سے مقابلہ کیا، اور جب چوتھا مخطوطہ ہاتھ آیا تو کتاب پریس میں جا چکی تھی، اس لئے طبع شدہ حصہ میں تو اس سے استفادہ نہ ہو سکا، البتہ جو حصہ ابھی غیر مطبوعہ تھا اس میں اس نسخہ سے مدد لی گئی،

محقق موصوف نے مسند میں مذکور حدیث کو احادیث کے دوسرے مجموعوں میں تلاش کر کے اس کی نشاندہی کر دی ہے اور حوالہ دیدیا ہے تاکہ مسند میں مذکور روایت کا وزن بھی معلوم ہو جائے اور تصحیح کا صحیح معنی میں حق ادا ہو جائے، اگر روایت کے متعدد طرق ہیں تو ان کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے اور کتاب کا حوالہ دیدیا ہے۔

تصحیح متن کے ساتھ ساتھ آپ نے الفاظ غریبہ کے معنی و مفہوم بھی لکھدیئے ہیں اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں حدیث کی توضیح و تشریح بھی حاشیہ میں کر دی گئی ہے اور راس کے حقیقی اور واقعی مفہوم و مراد کو متعین کر دیا گیا ہے، تعلیق و تحشیہ نے اصل کتاب کی ضخامت کو دگنا کر دیا ہے، جہاں کوئی ایسی روایت ہے جو مسند حمیدی کے علاوہ ان لفظوں سے کسی مجموعہ حدیث میں نہیں ہے تو اس پر محققانہ کلام کر دیا گیا ہے جیسا کہ رفع یدین کے سلسلہ کی ایک روایت کے سلسلہ میں ہوا ہے، مولانا موصوف نے دوسری مسندوں میں جن لفظوں سے روایت آئی ہے اسکی وضاحت فرمادی ہے۔

چونکہ یہ کتاب مسانید کے عام اصولوں پر مرتب کی گئی ہے اس لئے اس میں باب اور

پر مرتب کی ہے اور ابواب فقہیہ کے تحت ذیر حدیثوں کو جمع کیا ہے لیکن دوسری کتابوں کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ اتفاق سے صحیح ابن خزیمہ کو نہ مل سکی، اور اہل علم کے حلقوں میں اس کا نام تو سنا جاتا رہا لیکن اس کا وجود کہیں نہیں نظر آ رہا تھا، اسی وجہ سے پوری دنیا میں کسی بھی کتب خانے میں صحیح ابن خزیمہ کا پتہ نہیں چلتا تھا، تحفۃ الاحوذی (مرتبہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری) میں یورپ کے کسی کتب خانے کا ذکر تھا جہاں اس کے مخطوطے کی موجودگی کا اظہار کیا گیا تھا، لیکن تفتیش و تحقیق کی ساری کوششوں کے باوجود اس کے مخطوطہ کا کہیں پتہ نہیں چلا اور نہ دستیاب ہوا تو خیال ہوا کہ شاید مصنف کو تسامح ہو گیا ہے ڈاکٹر مصطفےٰ الاعظمی کو اتفاق سے ترکی کا سفر پیش آگیا، وہ وہ استانبول کے کتب خانوں میں مخطوطات کی جستجو میں گئے تھے تو وہیں ان کو صحیح ابن خزیمہ کا ایک مخطوطہ ہاتھ آگیا گویا ایک گم شدہ خزانہ ہاتھ آگیا لیکن وہ ابتک معرض خفا میں اس لئے رہ گیا تھا کہ مخطوطہ ایسی حالت میں تھا کہ آسانی سے اس کو صحیح ابن خزیمہ ثابت کرنا مشکل تھا، مگر ڈاکٹر اعظمی نے مخطوطہ کا غائرانہ مطالعہ کرنے کے بعد بدلائل ثابت کیا کہ یہ صحیح ابن خزیمہ کا صحیح اور یقینی مخطوطہ ہے ان کی رائے کی صحت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن خزیمہ کی دو کتابیں جو بہت پہلے شائع ہو چکی ہیں ان میں اس کے حوالے موجود ہیں اور جب ان حوالوں کو اس مخطوطہ میں تلاش کیا گیا تو سارے حوالے اس مخطوطہ میں موجود پائے گئے جس سے ثابت ہو گیا کہ استانبول کا یہ مخطوطہ یقینی طور پر صحیح ابن خزیمہ کا مخطوطہ ہے۔

ڈاکٹر اعظمی نے اسی مخطوطہ کو اڈٹ کیا ہے اور اپنی محققانہ تعلیقات و تحشیہ سے مزین کر کے علمی دنیا میں پیش کیا ہے۔ مخطوطہ کی ساری حدیثوں کو جانچا اور پرکھا ہے سب سے پہلے تو ان حدیثوں کو بخاری و مسلم میں تلاش کیا، اگر وہ حدیث ان دونوں کتابوں میں یا کسی ایک میں مل گئی تو اس کا حوالہ دیدیا اور یہ کافی تھا کیوں کہ اس کے بعد کسی دوسری کتاب کے حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے اور اگر صحیحین میں یہ حدیث نہیں ملی تو سنن و مسانید میں اس کی جستجو کی مل جانے پر اسکے حوالے دیدیتے ہیں اور روایت کے وزن کو متعین

کردیتے ہیں، صحیح، حسن، وغیرہ کا فیصلہ کرتے ہیں۔

اصل کتاب سے پہلے آپ نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں ابن خزیمہ کے حالات اور تصانیف کا ذکر ہے اور مخطوطہ کے کاتب کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرتے ہیں، ان کی تحقیق کے مطابق یہ مخطوطہ چھٹی صدی کے اخیر زمانے کا ہے یا ساتویں صدی کی ابتدا میں لکھا گیا ہے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن مری نگاہ سے نہیں گذرا مرے سامنے اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا ہے، اس کو شرکۃ الطباعۃ العربیۃ السعودیۃ ریاض نے خوب صورت اور روشن ٹائپ اور عمدہ کاغذ پر چھاپا ہے، پوری کتاب چار جلدوں میں ہے

کتاب الزھد والرقائق

(الامام شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی المتوفی ۱۸۱ھ)

تحقیق و تعلیق، ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی،

یوں تو زہد ورقاق کے عنوان سے متقدمین کی بہت سی کتابیں ہیں لیکن عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد والرقائق کئی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے، یہ دوسری صدی کے مشہور محدث ہیں ان کی یہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں دنیا کے بعض کتب خانوں میں تھی، شاہ قطر نے اس کتاب کی مائیکروفلم محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی کو ہدیہ میں ارسال فرمائی، اسے دیکھ کر اس پر کام کرنے کا دل میں داعیہ پیدا ہوا اور آپ نے اپنے ذرائع سے اس کے مزید مخطوطات کا پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ مصر میں اس کے تین مخطوطے ہیں، ان تینوں مخطوطوں کی مائیکروفلم منگوائی گئی، پھر ان چاروں نسخوں کو سامنے رکھ کر تحقیق و تحشیہ کے کام کا آغاز کردیا گیا۔

سب سے پہلے ان چاروں مخطوطوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا اور یہ جائزہ لیا گیا کہ کس میں کیا کمی بیشی ہے حاکم قطر کا نسخہ وہی تھا جس کا مخطوطہ استانبول میں ولی الدین جار اللہ کا عطیہ ہے، یہ مخطوطہ ساتویں صدی سے پہلے کا لکھا ہوا ہے کیونکہ اس پر سماع کی تاریخ چھٹی صدی کی ہے، محقق موصوف نے اصل کتاب سے پہلے ۴۳ صفحوں کا ایک محققانہ مقدمہ

سپرد قلم فرمایا ہے جس میں زہد ورقائق کی اسلام میں حقیقت و اہمیت کو پیش کیا ہے، پھر انھوں نے اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی نشاندہی فرمائی ہے پھر ان لوگوں کے ترجمے لکھے ہیں جنھوں نے کتاب کا سماع کیا ہے۔ پھر ابن مبارک کے تفصیلی حالات دیئے ہیں، موصوف نے حسن بن الحسین المروزی کے مخطوطہ کو بنیاد بنایا ہے اور پھر دوسرے مخطوطوں کو سامنے رکھ کر تصحیح کا کام کیا ہے۔

کتاب الزہد والرقائق میں واقع تمام احادیث کی آپ نے تخریج کی ہے اور بتایا ہے کہ محدثین ومفسرین نے کہاں کہاں اس کو ذکر کیا ہے، بہت زیادہ حوالے دینے کی کوشش نہیں کی گئی ہے بلکہ اگر مستند حوالہ ایک ہی ہے تو اسی پر اکتفا کر لیا گیا ہے، دقیق الفاظ کی تشریح اور روایت کے مفہوم کی مختصر سے مختصر لفظوں میں توضیح فرمادی ہے مخطوطہ میں جہاں جہاں غلطیاں یا سہو کتابت ہو گیا ہے اس کی نشان دہی اور تصحیح کر دی ہے ایک بڑا کام یہ کیا گیا کہ حروف ہجائی ترتیب سے صحابہ کے ناموں کو مرتب کر کے بتادیا کہ کس کس صفحہ پر ان کی روایت ہے مسانید کی فہرست بھی ان کے جامعین کے ناموں کی ترتیب سے الگ فہرست ہے مرسل، معضل روایتیں جن راویوں کی ہیں ان کی فہرست بھی بنادی گئی ہے مقطوع اور موقوف روایتوں کے راویوں کی فہرست بھی ہے کتاب دو جلدوں میں ہے کتاب احیاء المعارف مالیگاؤں نے شائع کیا ہے

کتاب السنن

الامام الحافظ سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ

تحقیق و تعلیق، ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی،

سعید بن منصور امام احمد بن حنبل، امام مسلم اور امام ابوداؤد السجستانی وغیرہ کے شیخ ہیں خود انھوں نے امام مالک، حماد ابن زید وغیرہما سے روایت کی ہے۔ اہل علم ان کی کتاب السنن کے نام سے واقف تھے جو صحاح ستہ سے پہلے مرتب ہوئی تھی لیکن کسی کو اس کے کسی نسخہ کا ماضی قریب تک پتہ نہ چل سکا، خدا جزاء خیر دے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مقیم فرانس کو کہ انھوں نے اس مخطوطے کو ڈھونڈ نکالا اور اس حالت

کا مخطوطہ ہے بقیہ دوسرے حصوں کا کوئی نام و نشان نہیں چونکہ علمی دنیا میں ابتک اس کا کوئی دوسرا نسخہ دریافت نہیں ہوسکا تھا اس لئے اسی جلد ثالث پر اکتفا کیا گیا، یہی نسخہ محقق علام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی تحقیق و تعلیق اور تصحیح کے بعد منظر عام پر آیا، جب کسی کتاب کا صرف ایک ہی مخطوط ہو تو اس کی تصحیح و تحقیق ایک دقت طلب امر بن جاتی ہے۔ نصوص کے ایک ایک لفظ کی تحقیق و تصحیح اسی وقت ممکن ہوسکتی ہے جب دوسرے مجموعہائے حدیث پر پوری نظر ہو، محقق موصوف نے اپنی وسعت مطالعہ کی بنیاد پر کتاب السنن کی ایک ایک روایت کی تصحیح و تحقیق کی ہے، جہاں کہیں سہو نظر آیا اس کی نشان دہی فرمادی اور حوالہ دیدیا، نیز الفاظ غریبہ کے مفہوم و معنی اور حدیث کی بوقت ضرورت توضیح بھی فرمادی ہے۔ کتاب دو جلدوں میں ہے، مجلس علمی ڈابھیل نے اس کو شائع کیا ہے پہلا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔

المصنف

الحافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی
المتوفی ۲۱۱ھ

تحقیق و تعلیق۔ ابو المآثر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی۔

مصنف عبد الرزاق، احادیث و آثار کا ایک نہایت عظیم الشان ذخیرہ تھا جس سے امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، امام بخاری، امام مسلم جیسے اکابر امت اور محدثین عظام نے استفادہ کیا تھا لیکن اب تک اس کا کوئی مکمل نسخہ دنیا کے سامنے نہیں آسکا تھا، اس کے اجزا مختلف کتب خانوں میں بکھرے ہوئے تھے ضرورت تھی کہ ان تمام اجزا کو جمع کرکے تحقیق و تعلیق اور تحشیہ سے آراستہ کرکے علمی دنیا کے سامنے ایک مکمل کتاب کی شکل میں پیش کیا جائے، لیکن اس کے منتشر اجزا کا اکٹھا کرنا، ساڑھے چھ ہزار صفحات میں پھیلے ہوئے اس مجموعۂ حدیث کے مخطوطے کو پڑھنا، ہر حدیث کی تخریج کرنا، دوسرے مجموعہائے حدیث کو پیش نظر رکھ کر نصوص کی تصحیح کرنا پورے ایک ادارہ کا کام تھا کسی فرد واحد کے لئے ایک دشوار امر تھا، لیکن اس امر عظیم کو محدث جلیل مولانا

حبیب الرحمن صاحب اعظمی نے سرانجام دیا اور آج علمی دنیا کے سامنے پوری تحقیق اور تحشیہ کے ساتھ طباعت کے خوب صورت لباس سے آراستہ ہو کر پیش ہو چکی ہے

موصوف نے متن کی تصحیح پر پوری توجہ فرمائی ہے ایک ایک حرف کو جانچا اور پرکھا ہے حتیٰ کہ سہو کتابت سے اگر کسی لفظ کی کمی بیشی ہو گئی ہے تو اس کو بھی حوالوں کے ساتھ درست کیا ہے، مصنف کی روایتوں کو دوسرے مجموعہائے حدیث میں تلاش کر کے اس کے حوالے دیئے ہیں اگر دوسرے مجموعوں میں مصنف کے طرق کے علاوہ کوئی دوسرا طریق ہے تو اس کو بھی تحریر کر دیا ہے، لیکن راوی کی شخصیت متعین کرنے کی ضرورت پیش آگئی ہے تو اس کو بھی مستند حوالوں سے متعین کیا گیا ہے نصوص کی تصحیح کے وقت تقریباً تیس تیس مجموعہائے حدیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے، ہر ایک کے حوالے حاشیہ میں موجود ہیں،

کتاب گیارہ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے ہر جلد کے صفحات پانچ سو سے چھ سو صفحات کے درمیان ہیں، کتاب مجلس علمی ڈابھیل نے خوبصورت ٹائپ میں عمدہ کاغذ پر شائع کیا ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا،

المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ

الحافظ ابن حجر احمد بن علی العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ

تحقیق و تعلیق، ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی،

مشہور شارح بخاری صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند ابوداؤد الطیالسی، مسند حمیدی، مسند ابن ابی عمر، مسند مسدد، مسند ابن منیع، مسند ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابن ابی اسامہ کی روایتوں کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر جمع کیا ہے، ان مسانید میں سے کئی ایک نایاب ہیں اور کسی کتب خانے میں ان کا پتہ نہیں چلتا ہے، حافظ ابن حجر نے اس کتاب کو مرتب کر کے اس قیمتی ورثہ کے اہم حصہ کو محفوظ کر دیا ہے، دوسرا اہم ترین فائدہ یہ ہوا کہ براہ راست احادیث سے جس کی

مسائل کا استنباط کرکے اہل علم کی راہوں میں ایک مشعل نور روشن کر دیا ہے۔ لیکن المطالب العالیہ ابتک مخطوطے کی شکل میں تھی اور کچھ مخصوص لائبریریوں کی الماریوں کی زینت تھی
کتاب کا ایک مخطوط سعیدیہ لائبریری حیدرآباد میں تھا، لیکن یہ مخطوطہ کتاب کے صرف نصف حصہ کا تھا، نصف آخر موجود نہیں تھا، اس کتاب کا دوسرا مخطوط کتب خانہ محمودیہ مدینہ منورہ میں تھا، لیکن کتب خانہ کی فہرست میں کتاب کا نام تو موجود ہے لیکن کیفیت کے خانے میں مفقود لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہ کتاب ضرور تھی لیکن بعد میں گم ہوگئی، اب صرف سعیدیہ لائبریری کا ناقص واحد نسخہ رہ جاتا ہے اسی دوران مکتبہ علمیہ کے مدیر شیخ محمد سلطان النمنکانی کو علم ہوا کہ محدث شہیر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی کو المطالب العالیہ کی تلاش ہے تو انھوں نے ترکی کے کتب خانوں سے معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ استانبول کے ایک کتب خانے میں اس کے دو مخطوطے ہیں، جن میں سے ایک مخطوط میں سندوں کے ساتھ روایتیں ہیں اور دوسرے مخطوطے میں سندیں نہیں ہیں، صرف صحابی کا نام ہے، شیخ نمنکانی نے ان دونوں مخطوطوں کے فوٹو حاصل کرکے مولانا موصوف کو بھیج دیئے لیکن پہلے مخطوط کا فوٹو اتنا باریک تھا کہ اس کا پڑھنا انتہائی دقت طلب امر تھا، البتہ دوسرے مخطوطے کا فوٹو واضح اور روشن ہے
ب مولانا موصوف کے سامنے تین مخطوطے تھے۔ آپ نے بلا سند والے مخطوطہ کو بنیاد بناکر تحقیق و تصحیح کا آغاز کر دیا، مخطوطہ کے کاتب ملا احمد بن ملا محمد زید بن ملا محمد عثمان اسیمانی الافغانی ہیں، انھوں نے اس مخطوطہ کو ۱۱۱۱ھ میں نقل کیا ہے دوسرے مخطوطے کے کاتب احمد بن عبد القادر الرفاعی المکی ہیں، انھوں نے ۱۱۱۱ھ میں شام کے شہر ادلب میں بیٹھ کر اس کو نقل کیا ہے، یہ نسخہ سندوں سے خالی تھا لیکن دونوں نسخوں میں سوائے اس کے اور کوئی فرق نہیں ہے کہ پہلے مخطوطے میں سندیں بھی نقل کی گئی ہیں جبکہ دوسرا مخطوطہ سندوں سے خالی ہے، غالباً کاتب نے اپنی سہولت کے پیش نظر سندوں کو چھوڑ دیا ہے چونکہ یہ نسخہ صاف تھا اس لئے اس کو بنیاد بنایا گیا لیکن اس میں کتابت کی غلطیاں بہت تھیں، الفاظ چھوٹ گئے تھے یا بڑھ گئے تھے اس

کی تصحیح کے لئے باریک خط والے مخطوطہ کا پڑھنا انتہائی ضروری تھا اس لئے بدقت تمام پڑھنے کی کوشش کی گئی اور متن کی تصحیح کا کام انجام دیا جاسکا۔ بس یہی دونوں مخطوطے موصوف کے پیش نظر رہے اور سعیدیہ لائبریری کا مخطوطہ اگرچہ صاف روشن کتابت کا اور ان دونوں کی نسبت قدیم العہد تھا کیونکہ اس میں کتابت کی تاریخ ۸۸۵ھ کی ہے یعنی یہ نسخہ حافظ ابن حجر کی وفات کے صرف ۳۳ سال بعد لکھا گیا تھا مگر وہ بنیاد اس لئے نہیں بنایا جاسکا کہ ایک تو وہ ناقص تھا دوسرے اس کی مائیکروفلم اور فوٹو کا نظم ممکن نہ ہوسکا،

مولانا موصوف نے پہلے سندوں سے خالی مخطوطہ کی تصحیح کے بعد ایک مبیضہ تیار کیا اور کتابت کے موجودہ طریقے کے مطابق علامتوں اور نشانوں کے ساتھ نقل کرایا اور اضافہ کو قوسین کے درمیان رکھا تاکہ امتیاز باقی رہے اور روایتوں پر نمبر ڈال دیئے گئے

حافظ شہاب بوصیری کی کتاب مختصر اتحاف السادۃ المہرہ فی زوائد المسانید العشرۃ "کا موضوع بھی یہی ہے اور طریقہ کار بھی، اسی لئے محقق موصوف نے اس کو بھی پیش نظر رکھ کر دونوں کا تقابل کیا اور اس سے تصحیح متون میں بڑی مدد ملی، روایتوں کے بارے میں مرتبین نے اپنی جو رائے ظاہر کی ہے اس کی وضاحت فرمادی ہے، اگر کسی مجموعہ میں یہ روایت ضعیف سند سے ہے یا یہاں سند ضعیف ہے اور دوسرے مجموعہ میں اس سے قوی سند سے یہ روایت ہے تو اس کی نشاندہی کردی گئی ہے، جہاں جہاں علامہ بوصیری نے اپنی رائے ظاہر نہیں کی ہے وہاں سکت علیہ بوصیری کے لفظ سے وضاحت کردی ہے اور ہر جگہ حوالے دیدیئے ہیں، اگر دونوں مصنفین کے یہاں حدیث پر کلام نہیں ہے تو محقق موصوف حدیث کے مرفوع، موقوف مرسل یا موصول ہونے کو بتا دیتے ہیں، اور اگر سند کے رجال پر کلام ہے تو اس کو فن اسماء الرجال کی روشنی میں ظاہر کرتے ہیں اور اصل حقیقت پیش کرتے ہیں،

جس حدیث کی سند قوی ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں تو اس حدیث کے نمبر سے پہلے ایک چھوٹا سا تارا بنا دیا گیا ہے تاکہ پہلی ہی نظر میں قاری حدیث کے وزن کو معلوم

کرلے روایت جس مصنف سے نقل کی گئی ہے اگر کسی دوسرے مصنف کے یہاں بھی وہی روایت اسی سند سے ہے تو وہاں اس کا بھی حوالہ دیدیا گیا ہے، حاشیہ میں بالقصد اختصار کو مدنظر رکھا گیا ہے البتہ جہاں مفہوم میں پیچیدگی اور الجھاؤ ہے وہاں وضاحت کردی گئی ہے اور جہاں جہاں رجال پر کلام کی ضرورت پیش آئی ہے وہاں خاموشی اختیار نہیں کی گئی ہے۔

کتاب کویت کے مطبع عصریہ میں چھپی ہے اور اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء مطابق ۱۳۹۰ھ میں شائع ہوا، کتاب چار جلدوں میں ہے مجموعی صفحات ۷، ۱ ہیں، کتاب کے شروع میں حافظ ابن حجر کے حالات، اور ان کے علم وفضل اور ان کے علمی کارناموں سے قاری کو روشناس کرایا گیا ہے، اور اصل مخطوطہ کے کچھ اوراق کے فوٹو بھی دیئے گئے ہیں۔

مختصر الترغیب والترھیب

تلخیص، الحافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ
تصحیح وتحقیق، ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی،

مشہور محدث حافظ منذری کی کتاب الترغیب والترھیب نے اسلامی دنیا میں بڑی مقبولیت حاصل کی، یہ ترغیب وترہیب کے نقطۂ نگاہ سے احادیث کا انتخاب ہے، لیکن یہ کتاب کافی ضخیم تھی، دوسری بات یہ تھی کہ اس انتخاب میں بہت سی روایتیں متن کے اعتبار سے ضعیف تھیں اور بہت سی روایتیں سند کے اعتبار سے، ان وجوہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ منذری کی کتاب کی تلخیص کی اور صرف ان روایتوں کو منتخب کیا جو متن اور سند دونوں اعتبار سے قوی تھیں، کتاب مختصر بھی ہوگئی اور قابل استناد بھی

حافظ ابن حجر کی یہ تلخیص نایاب ہوگئی، مولانا حبیب الرحمن الاعظمی کو اس کا ایک نسخہ بہرایچ کے کسی کتب خانہ میں اور دوسرا دارالعلوم دیوبند اور تیسرا المخطوطہ لکھنؤ میں دستیاب ہوگیا،

مولانا موصوف نے ان تینوں مخطوطوں کو سامنے رکھ کر اس کی تصحیح و تحقیق کی، حافظ منذری کی اصل کتاب کو سامنے رکھ کر جو لفظوں اور صیغوں کا فرق تھا اور موقعہ و محل کے لحاظ سے جس لفظ کا تقاضا تھا اس کی تصحیح فرمادی اکثر مقامات پر منذری کی اصل کتاب کا حوالہ موجود ہے، راویوں کے ناموں میں بھی کہیں کہیں فرق تھا اس کی بھی وضاحت فرمادی، اس طرح جہاں جہاں مخطوط میں تغیر و تبدل ہو گیا تھا یا سہو کتابت کی وجہ سے غلطی ہو گئی تھی اس کی پوری پوری تصحیح کردی گئی ہے،

کتاب مکتبۃ الغزالی دمشق سے شائع ہوئی ہے اس ایڈیشن میں مزید کام یہ کیا گیا ہے کہ ساریہ عبدالکریم الرفاعی نے الفاظ غریبہ کی تشریح کردی ہے، کتاب کے آخر میں ۱۶ صفحات کی فہرست ہے، کل ۵۸۰ حدیثیں درج کتاب ہیں صفحات ۳۱۳ ہیں،،

تعطیر المشام

مترجم، مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی حیات العلوم مرادآباد،
حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب بلوغ المرام کا یہ سلیس اردو ترجمہ ہے شروع کتاب میں حافظ ابن حجر کے حالات زندگی تفصیل سے دیئے گئے ہیں یہ کتاب آج سے پہلے ۱۳۲۲ھ میں گلزار ہند اسٹیم پریس لاہور سے شائع ہوئی تھی، اس کے صفحات ۲۹۲ ہیں،

قواعد فی علوم الحدیث

مصنف، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی،
زبان عربی، ناشر مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب۔
تحشیہ، عبدالفتاح ابو غدہ استاذ ریاض یونیورسٹی ریاض، تیسرا ایڈیشن،
علوم حدیث کے موضوع پر متقدمین کی چند کتابیں اہل علم میں مشہور ہیں ان میں ابوعبداللہ الحاکم نیسابوری کی قواعد علوم الحدیث، مقدمۃ ابن الصلاح، تدریب الراوی اور فتح المغیث وغیرہ یہ سب قدما کی کتابیں ہیں متاخرین علماء میں سے کسی نے بھی

علوم الحدیث کے موضوع پر خامہ فرسائی کی زحمت نہیں کی، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے جنھوں نے اعلاء السنن مرتب کی تھی جو پچھلے دنوں پاکستان سے ۲۰ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے اس کتاب پر بطور مقدمہ اسے لکھا تھا لیکن یہ مقدمہ ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا یہ کتاب اپنے فنی مباحث، طرز تصنیف، جزئیات کے استقصاء اسماء الرجال کی تفصیلات، جرح و تعدیل کے تمام اصطلاحی الفاظ کے مفہوم و مراد کی توضیح و تشریح، محدثین کی تمام اصطلاحوں کی تعریف، حدیث کے اقسام، متن، سند، اسناد صحیح، حسن، غریب، ضعیف، مرفوع، موضوع، موقوف، مقطوع، معضل، وغیرہ کی تعریفات غرضیکہ علوم الحدیث کی کتابوں میں جو بحثیں آتی ہیں ان پر پوری روشنی ڈالنے کی وجہ سے متقدمین کے قواعد علوم حدیث کی کتابوں کے درجے کی ہے۔

یہ مقدمہ دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ ان میں فن حدیث کی تمام اصطلاحات کو خالص علمی و تحقیقی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ ان تمام اصطلاحات و مسائل میں متقدمین، مشاہیر محدثین علماء جرح و تعدیل، ائمہ فن اسماء الرجال کے اقوال سے سند پیش کی گئی ہے اور ان کے رایوں کو واضح لفظوں میں سمجھایا گیا ہے غرضیکہ علوم الحدیث کی ضخیم کتابوں سے اہم اقتباسات اور ان سے اخذ کردہ نتائج اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں کتاب کے مطالعہ سے مصنف کی محنت، فنی مہارت، وسعت مطالعہ، قوت استحضار اور دقیقہ رسی کا اندازہ ہوتا ہے،،

یہ کتاب پہلے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی طرف سے لیتھو پر مجموعہ احادیث اعلاء السنن کے مقدمہ کے طور پر شائع کی گئی تھی اور اس کا نام انہاء السکن لمن یطالع اعلاء السنن رکھا گیا تھا، اسکے کئی برسوں بعد مکتبۃ البشریٰ کراچی سے ٹائپ میں شائع کی گئی جس کا سائز ۲۶×۲۰ تھا اور اس کے صفحات ۱۲۲ تھے، ماضی قریب میں اس کتاب کو قواعد فی علوم الحدیث ،، کے نام سے شام کے مشہور محقق عالم عبدالفتاح ابو غدہ استاد ریاض یونیورسٹی سعودیہ عربیہ نے ایڈٹ کر کے بیش بہا اضافوں اور حاشیوں سے مزین کر کے موجودہ دور کے معیار کے مطابق ۲۶×۲۰ کے سائز پر ۵۵۲ صفحات میں شائع کیا ہے

اب اس کی حیثیت ایک مستقل تصنیف کی ہوگئی ہے، کتاب عربی میں ہے اور بیروت میں چھاپی گئی ہے اور مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب (دمشق) کی طرف سے شائع کی گئی ہے اور ہندوستان میں عام ہے، کتاب کے آخر میں کئی طرح کی فہرستیں ہیں جن کی افادیت مسلم ہے۔

عقد الدرر فی جید نزھۃ النظر

مصنف، مولانا مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی، مظاہری،
زبان اُردو، سائز ۲۶×۲۰ صفحات ۱۱۷، سال اشاعت ۱۲۹۵ھ۔

مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے، حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری محشی بخاری سے اور ادب شارح حماسہ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے پڑھا ہے۔

یہ کتاب اصول حدیث کی مشہور درسی کتاب نخبۃ الفکر مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا حاشیہ ہے جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے ایک مستقل شرح کی حیثیت رکھتا ہے، مفتی صاحب نے متعدد شروح وحواشی کا انتخاب کرکے اس کو مرتب کیا ہے، نخبۃ الفکر کے متن میں طباعت کی بہت سی غلطیاں داخل ہوگئی تھیں، اسکی تصحیح پر آپ نے پوری توجہ فرمائی اور اس کے لئے انھوں نے ۸۹۰ھ اور ۱۱۰۹ھ کے نسخے تلاش کرکے موجود مطبوعہ نسخے کو ان دونوں قدیم نسخوں سے مقابلہ کرکے صحیح کیا اور متن کے ایک ایک لفظ کی تصحیح کی، کتاب ۱۲۹۵ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی تھی، اس کا سائز ۲۶×۲۰ تھا اور صفحات ۱۱۷ ہیں۔

تحفۃ الدرر

مصنف، مولانا سعید احمد پالنپوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند،
زبان اردو، سائز ۲۲×۱۸، ناشر مکتبہ حجاز دیوبند، صفحات ۸۸،

اصول حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب نخبۃ الفکر ہمارے مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے یہ ایک جامع کتاب ہے، پھر خود ہی حافظ ابن حجر نے نزہۃ النظر کے نام اس کی شرح بھی لکھدی ہے جو آج کل عام طور سے نخبۃ الفکر کے ساتھ چھپتی ہے،

اصول حدیث کی کتابوں سے۔ حدیث کی اقسام بہ باعتبار قوت وضعف، ان کے درجات کا تعین اور محدثین کے درمیان استعمال ہونے والی اصطلاحات کا بیان ہوتا ہے اور اس کی توضیح وتشریح ہوتی ہے ان امور سے واقفیت علم حدیث حاصل کرنے والے ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے تمام مدارس میں اس فن کی صرف یہی ایک کتاب نخبۃ الفکر پڑھائی جاتی ہے اور ابن حجر کے یہاں ایجاز واختصار ہمیشہ ملحوظ رہتا ہے حشو وزوائد کا ان کی تحریروں میں گذر نہیں ہوتا جبکہ ان کے قلم سے ہزارہا ہزار صفحات سیاہ ہوچکے ہیں لیکن ان کی یہ دو متضاد خصوصیات ہر کتاب میں پائی جاتی ہیں کہ بہت مختصر لکھتے ہیں اور بہت باتیں کہہ جاتے ہیں، نخبۃ الفکر میں بھی ان کی یہ خصوصیات علی وجہ الکمال پائی جاتی ہیں، اسی لئے خود ان کو اپنی اس کتاب کی شرح کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن پھر وہی اختصار پسندی شرح میں بھی آگئی جس کی وجہ سے آج کل طلبہ کے لئے اس کی افہام وتفہیم مشکل سے مشکل تر ہی رہی۔

طلبہ کی انہیں مشکلات کو پیش نظر رکھ کر مولانا سعید احمد پالنپوری نے اردو میں نخبۃ الفکر کی شرح تحفۃ الدرر کے نام سے لکھی ہے،

کتاب کا انداز تحریر ترجمہ کا نہیں ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اور بجنل لکھی گئی ہے، اور مصنف کی اپنی ترتیب وتہذیب ہے اصل کتاب کی عبارت چوکھٹے میں اعراب کے ساتھ لکھی گئی ہے، پھر سلیس ترجمہ لکھا گیا ہے اور اصطلاحی لفظ کو موٹے خط سے لکھ کر مختصر لفظوں میں اس کی تعریف کردی گئی ہے جس کی وجہ سے ان کو یاد کرنا طلبہ کیلئے بہت آسان ہوگیا ہے، جہاں جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں حاشیہ بھی لکھدیا گیا ہے جو شرح سے علحدہ چیز ہے، جس مقصد سے یہ کتاب اردو میں منتقل کی گئی ہے تحفۃ الدرر سے وہ مقصد بہت بہتر طور پر حاصل ہے،،

کشف الغطاء عن رجال الموطا

مصنف، مولانا اشفاق الرحمن کاندھوی فاضل مظاہر علوم سہارنپور،
مولانا موصوف نے دس سال مظاہر علوم میں مختلف خدمات انجام دیں پھر جامعہ اشرفیہ دہلی میں ۸ سال رہے پھر فتحپوری مدرسہ میں ۸ سال تدریسی خدمات انجام دیں، جامعہ احمدیہ بھوپال میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے گئے اور ٹنڈوالٰہیار کے مدرسہ میں استاذ حدیث بنائے گئے اور یہیں ۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء کو داعی اجل کو لبیک
کشف الغطاء عن رجال الموطا موطا امام مالک کے رجال کا مختصر تذکرہ ہے حروف تہجی سے رُواۃ کے حالات لکھے گئے ہیں، کتاب کے دوسرے باب میں جو راوی کنیتوں سے مشہور ہیں ان کے حالات ہیں۔ تیسرا باب ابناء وانساب کے بیان میں ہے چوتھا باب نساء کے بیان میں اور پانچواں باب کُنی کے بیان میں ہے مجموعی طور پر کتاب میں ۸۰۵ تراجم مذکور ہیں کتاب ۱۳۴۶ھ میں اس وقت لکھی گئی جب آپ فتحپوری دہلی میں استاذ تھے کتاب کا سائز ۲۰×۲۶ ہے، کتاب شائع ہو چکی ہے۔

تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار

مصنف، حکیم مولانا محمد ایوب صاحب سہارنپوری سرپرست مظاہر علوم سہارنپور،
چونکہ حکیم صاحب موصوف کو طحاوی شریف (معانی الآثار) سے خصوصی دلچسپی تھی اس لئے آپ نے اس کتاب سے متعلق متعدد کام کئے، اسی سلسلہ میں یہ کتاب بھی معرض وجود آئی اس میں طحاوی کے تمام رجال کی تحقیق وتعیین اور ان کے احوال واوصاف اور فن جرح وتعدیل کے اعتبار سے ان کی حیثیتوں کو واضح کیا گیا ہے، یہ کام کتنا دشوار اور دقت طلب تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب تیس سال کی شبانہ روز جدوجہد اور محنت کے صلہ میں وجود میں آئی،
موصوف کا طریقہ کار یہ تھا کہ ہر راوی کا ترجمہ تقریب التہذیب سے لیکر تہذیب التہذیب

سے اس راوی کے شیوخ اور تلامذہ کا اضافہ کیا، ان کے علاوہ خود معانی الآثار میں اس راوی کے شیوخ وتلامذہ ملے جن کا تہذیب التہذیب میں ذکر نہیں تھا اس کو بھی بڑھا دیا پھر اس راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کی رائیں مفصل ذکر کردی گئیں، پھر راوی کی ولادت وفات سے متعلق مورخین کے جتنے اقوال مل سکتے تھے سب کو تلاش کر کے جمع کر دیا گیا ہے،

اس سلسلہ میں ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعدیل، امام بخاری کی التاریخ الکبیر علامہ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا گیا ہے، ہر راوی کا ترجمہ شروع کرتے ہی یہ بتا دیتے ہیں کہ اس راوی کی روایتیں صحاح کی کن کن کتابوں میں ہیں، طحاوی کے بعض نسخوں یا حدیث کی دوسری کتابوں میں طحاوی کے الفاظ سے بہتر اور موقع ومحل کے لحاظ سے زیادہ مناسب ملے تو ان کو بھی نقل کر دیا گیا ہے کیوں کہ اس سے روایت کے مفہوم کو سمجھنے میں بہت سی سہولتیں مل جاتی ہیں،

کتاب پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے جلد اول ۱۳۹۱ھ میں پہلی بار شائع ہوئی جو ۲۶×۲۰ سائز ۴۸۸ صفحات پر مشتمل ہے، اسی جلد کے آخر میں ۲۲ صفحات پر مشتمل فہرست اسماء حروف تہجی کے اعتبار سے دیدی گئی ہے، اس جلد میں جتنے راویوں کے ترجمے دیئے گئے ہیں، ان کی تعداد ۹۳۱ ہے، جلد دوم آج سے آٹھ سال پہلے طبع ہوئی اس کے صفحات ۶۲۵ ہیں اس میں ۱۰۶۲ اصحاب کے تراجم ہیں، بقیہ جلدیں طباعت کے انتظار میں ہیں،،

تعقیب التقلیب

مصنف، حکیم مولانا سید محمد ایوب صاحب سہارنپوری،

حافظ ابن حجر کی فن اسماء الرجال میں مشہور ترین کتاب تہذیب التہذیب ہے، یہ کتاب حکیم صاحب موصوف کے مطالعہ میں کچھ کم وبیش پچاس سال رہی، دوران مطالعہ تہذیب میں واقع بہت سی اغلاط کا علم ہوتا رہا جب ان غلطیوں کی تعداد قابل توجہ

ہوگئی تو آپ نے ان ساری غلطیوں کو ایک کتاب میں جمع کرکے ان ناموں کی تصحیح کی اور صحیح صورت حال بیان کردی، کتاب کا پورا نام مصنف نے تعقیب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب" تجویز فرمایا ہے غالباً ابھی تک یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے کیونکہ تادم تحریر اس کی طباعت کا علم راقم الحروف کو نہیں ہوسکا ہے۔

علوم الحدیث

مصنف، مولانا عبید اللہ الاسعدی،
زبان اُردو، سائز ۲۲×۱۸، ناشر مکتبہ حرا لکھنؤ، صفحات ۴۴۰،
اصول حدیث اور مصطلحات حدیث کو آسان اُردو میں بیان کیا گیا ہے، علم حدیث میں استعمال کی جانے والی اصطلاحات اور اس کے مفہوم و مراد کو عربی کی مشہور اور بنیادی کتابوں سے اخذ کرکے صاف اور شستہ اُردو میں منتقل کیا گیا ہے، حدیث، اثر، سنت، سند متن، راوی، مروی، اسناد، مسند، محدث، حافظ، حجۃ، حاکم وغیرہ الفاظ جو اس فن میں بولے جاتے ہیں اس سے کیا مراد اور محدثین کے نزدیک ان کا کیا مفہوم ہوتا ہے اس کی وضاحت کی گئی ہے خبر اور اس کی قسمیں مرفوع، مرفوع حکمی، مرفوع حقیقی، مقطوع، موقوف، متصل، متواتر معنوی، متواتر عملی، خبر واحد، عزیز، غریب، صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ، ناسخ، منسوخ، ضعیف خبر مردود، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مدلس موضوع، متروک، منکر، معلل، مدرج، جیسی بہت سی اصطلاحات و الفاظ جن کا محدثین کے نزدیک ایک خاص مفہوم ہوتا ہے، ان اصطلاحات کی تعریف کی گئی ہے اور ہر ایک کی مثال دیکر سمجھایا گیا ہے، اسی سلسلہ میں فن جرح و تعدیل کا تعارف کرایا گیا ہے، اس فن کے مشاہیر ائمہ اور مشہور کتابوں میں سے بہت سے نام دیئے گئے ہیں فن اسماء الرجال سے متعلق بھی کچھ بحثیں اسی ضمن میں آگئی ہیں اسی لئے صحابی کی تعریف تابعی، تبع تابعی، مخضرمین کی اصطلاحی تعریفیں کی گئی ہیں اسی سلسلہ گفتگو میں مؤلف مختلف اسماء، القاب، کنی اور نسبتوں کے بارے میں اجمالی طور پر کلام کیا گیا ہے، راویوں کے

طبقات اور ثقہ وضعیف سے کیا مراد ہے، روایتوں کے مختلف طریقے اور ان کی مثالیں دی گئی ہیں، اسی ضمن میں تدوین حدیث کی تاریخ پر بھی مختصر سی روشنی ڈال دی گئی ہے۔ تالیفات وطریق تالیف کو بتایا گیا ہے اور بالفاظ جامع، مسند، معجم، مستدرک، مجمع، زوائد مصنف وغیرہ سے کس طرح کے حدیث کے مجموعے مراد ہیں اس کی وضاحت کی گئی ہے اور عہد بہ عہد احادیث کے جو مجموعے مرتب کئے گئے ہیں ان میں سے کچھ نام شمار کرائے گئے ہیں، غرضیکہ اجمالی طور پر جمع احادیث و تدوین فن حدیث کی ایک اجمالی تاریخ پیش کی گئی ہے، اور مشہور تالیفات کے نام لئے گئے ہیں، اسی ذیل میں ائمہ اربعہ کی مولفات اور علماء ہند کی فن حدیث میں لکھی ہوئی چند کتابوں کی ایک مختصر سی فہرست دی گئی ہے

کتاب صاف اور سلیس اُردو میں ہے اور فن کی تمام اصطلاحات کو حتی الامکان سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، اُردو میں اپنی نوعیت کی یہ ایک مفید کتاب ہے، کتاب ڈیمائی سائز پر ہے اور ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے، مصنف مظاہری اور ندوی ہیں اور ہتورا ضلع باندہ کے ایک مشہور مدرسہ میں استاذ ہیں۔

فن اسماء الرجال

مصنف، مولانا تقی الدین ندوی اعظمی،

زبان اُردو، عربی، سائز ۲۲×۱۸، صفحات ۱۱۰،

کتاب میں تاریخ رجال حدیث کی تدوین و تحقیق، کتب اسماء الرجال سے استفادہ کا طریقہ، اہم اور مشہور کتب رجال پر تبصرہ و تعارف کے الفاظ مختصر ہوتے ہوئے بھی پوری تحقیق سے کام لیا گیا ہے اس موضوع پر عربی میں لکھی جانے والی بہت سی کتابوں کا یہ نچوڑ ہے۔ اُردو زبان میں اب تک اس موضوع پر کم کتابیں ہیں، موصوف نے اردو دان طبقہ کو اس فن سے روشناس اور واقف کرانے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے، اور اس فن کی اہم معلومات جو قاری کو مطلوب ہو سکتی ہیں بہت دلکش انداز میں پیش کردی ہے، کتاب پر مولانا ابو الحسن علی میاں ندوی کی رائے بھی ثبت ہے جو بذات خود کتاب کی اہمیت کو بتاتی ہے

کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا تھا کتاب کا عربی ایڈیشن علم رجال الحدیث کے نام سے ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء میں قاہرہ سے شائع ہوا ہے، کتاب کا اردو ایڈیشن ڈیمائی سائز ۲۲×۱۸ ہے"۔

تاریخ اسماء الثقات

الامام الحافظ ابوحفص عمر ابن احمد بن شاہین البغدادی المتوفی ۳۸۵ھ،

تحقیق و تعلیق، مولانا قاضی ابوالمعالی اطہر مبارکپوری،

فن اسماء الرجال و جرح و تعدیل کے امام ابن شاہین کی کتاب تاریخ اسماء الثقات نایاب ہے حالانکہ حافظ ابن حجر نے اپنی مشہور کتاب تہذیب التہذیب میں ابن شاہین کے اقوال نقل کئے ہیں اور ان کی مذکورہ بالا کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے لیکن ابتک اس کا کوئی نسخہ دریافت نہیں ہوا تھا، مزید یہ کہ جن لوگوں نے ابن شاہین کے ترجمے کئے ہیں انھوں نے بھی ان کی اس کتاب کا اس موقعہ پر ذکر نہیں کیا ہے جبکہ ان کی دوسری کتابوں کا وہ ذکر کرتے ہیں، صاحب کشف الظنون نے جب اس کتاب کا ذکر کیا ہے تو انھوں نے اس کو خلیل ابن شاہین کی تصنیف قرار دیا ہے جبکہ خلیل ابن شاہین نویں صدی ہجری کے عالم ہیں ایسی صورت میں حافظ ابن حجر کے یہاں اس کتاب کے حوالے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا ہے، کیونکہ خلیل بن شاہین سے پہلے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ خلیل بن شاہین کی تصانیف میں کسی کتاب الثقات کا ذکر بھی نہیں ہے، اس لئے قطعی طور پر یہ کتاب ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ کی ہے، جس کا مخطوطہ اب تک کی دریافت کے مطابق صرف جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں ہے جس کے کاتب احمد بن یوسف بن احمد بن الحسین دمشقی ہیں اور تاریخ کتابت ۱۱۰۸ھ ہے، جامع مسجد کے کتب خانے کے اسی نسخہ کی نقل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کتب خانے میں ہے، ایسی نادر الوجود کتاب جس کا ابتک صرف ایک ہی مخطوطہ دریافت ہو سکا ہے اسے مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے بڑی تحقیق و تفتیش اور تصحیح و تحشیہ کے بعد اشاعت کیلئے دیا، کتاب چھپ چکی ہے، ناشر شرف الدین الکتبی واولادہ ہیں، کتاب کا سائز ۲۲×۱۸ ہے اور رگزین کی جلد ہے

علم حدیث

مصنف، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی۔
زبان اُردو، سائز ۲۲×۱۸، ناشر کتب خانہ شان اسلام اردو بازار لاہور، صفحات ۲۳۸، یہ کتاب درحقیقت تدوین حدیث کی تاریخ ہے۔ اس موضوع پر عصر حاضر میں کئی اہم کتابیں لکھی گئیں، یہ کتاب آج سے بہت پہلے لکھی گئی ہے، اس میں فن حدیث، تدوین حدیث، تاریخ تدوین حدیث اور راویان حدیث کے موضوع پر محققانہ کلام کیا گیا ہے، ٹھوس اور مستند معلومات، مضبوط دلائل وشواہد اور عالمانہ تحقیق انداز بیان نے اس کتاب کی اہمیت کو بہت بلند کر دیا ہے، پہلے یہ ایک مضمون کی شکل میں ترتیب دیا گیا تھا، خیال تھا کہ چند قسطوں میں بحث تمام ہو جائیگی لیکن سلسلۂ سخن دراز ہوتا گیا اور کتاب کی شکل اختیار کر گیا اسی لئے پہلے وہ قسط وار ماہنامہ تذکرہ کراچی میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۵ء تک مسلسل شائع ہوتا رہا بعد میں اس کو کتابی شکل میں کتب خانہ شان اسلام لاہور نے خوب صورت کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیا کتاب کا سائز ۲۲×۱۸ ہے، اور کتاب کے صفحات ۲۳۸ ہیں۔

حجیت حدیث

مصنف، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی استاذ تفسیر وحدیث دار العلوم دیوبند۔
زبان اردو، سائز ۲۰×۳۰/۱۶، صفحات ۱۰۴، سال اشاعت ۱۳۸۶ھ۔
متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اندر ایک طبقہ یورپ کے مستشرقین کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر احادیث کی اصلیت سے انکار کر بیٹھا اور ان کو بے اصل باتوں کا انبار کہنے لگا، وہ کہتا تھا کہ اسلام کا دستور صرف قرآن میں ہے، احادیث کی ہم کو ضرورت نہیں کیونکہ وہ رطب ویابس اقوال کا مجموعہ ہے، کسی بھی مسئلہ پر حدیث سے استدلال کرنا اور بحث ومباحثہ میں پیش کرنا لغو اور مہمل ہے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہیں اور نہ وہ

قابل اعتماد ہے، بعد میں یہ ایک فرقہ کی شکل اختیار کر گیا اور وہ اپنے کو اہل قرآن کہنے لگے، تقسیم ملک کے بعد یہ طبقہ اسلامی ہند سے تو نیست و نابود ہو گیا البتہ پاکستان میں ایک طبقہ اس خیال کا اب بھی ہے، انھیں کی ہفوات و اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب کو مرتب کیا گیا اور بتایا گیا کہ اسلام کی چار حجتوں میں سے ایک حجت حدیث بھی ہے اور یہ حجت قطعی ہے۔

اس دعویٰ پر ایک محققانہ اور عالمانہ انداز بیان کے ساتھ ثبوت و شواہد پیش کئے گئے اور اس پر منکرین حدیث کے شبہات و اباطیل کی تردید خالص علمی انداز میں کی گئی ہے، احادیث کے حجت ہونے پر خود قرآن کریم سے گیارہ دلیلیں دی گئی ہیں، کتاب شائع ہو چکی ہے اس کے صفحات ۱۰۴ ہیں اور سائز ۲۲×۱۸ ہے، مصنف نے خود ہی اس کی تلخیص بھی کر دی ہے تاکہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو سکے اس تلخیص کو بھی شائع کر دیا گیا ہے جو ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے،،

فن اسماء الرجال

موضوع، غرض، و غایت اور تاریخ

مصنف: اسیر ادروی استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس،

زبان: اردو، ڈیمائی سائز، ناشر دار المولفین دیوبند، ضخامت ۱۵۴ صفحات،

اردو زبان میں اس موضوع پر کتابیں نہیں ہیں، عربی زبان میں اس موضوع پر درجنوں اہم ترین کتابیں ہیں، لیکن اردو میں ان علوم کو شاید اس لئے منتقل نہیں کیا گیا کہ یہ ایک خالص علمی موضوع ہے اور اہل علم ہی کو اس سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ براہ راست معرفۃ علوم الحدیث، قواعد فی علوم الحدیث، الرفع والتکمیل، مقدمہ ابن الصلاح، تدریب الراوی اور فتح المغیث وغیرہ سے براہ راست استفادہ کر لیتے ہیں اس لئے ان علوم کو اردو میں منتقل کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، مصنف نے استفادہ کی سہولتوں کے پیش نظر مذکورہ بالا کتابوں کی اہم بحثوں کو سلیس اردو میں منتقل کر دیا ہے کتاب میں فن اسماء الرجال کی تاریخ بھی ہے اور ائمہ فن کے مختصر احوال بھی،

اس سلسلہ میں ثقہ راویوں پر لکھی جانے والی بیشتر کتابوں کا اور قدیم مصنفین کی بیشتر کتاب الضعفار کا تعارف پیش کیا ہے، اس سلسلہ میں موضوع حدیثوں پر لکھی جانے والی متعدد کتابوں کا ذکر آگیا ہے اور ہر ایک کا مختصر تعارف بھی لکھدیا گیا ہے، کتاب کی ایک ایک سطر حوالوں سے بھری ہوئی ہے، اور ہر بات قدیم مصنفین کی مہیا کردہ تفصیلات کی روشنی میں کہی گئی ہے، بات ختم ہوتے ہی اصل مآخذ کا وہیں حوالہ دیدیا گیا ہے۔

ائمہ فن اسمار الرجال وفن جرح وتعدیل میں سے ۵۲ مشاہیر علمار ومحدثین کے مختصر تعارف کے بعد حاشیہ میں ان تمام کتابوں کی قطعی نشاندہی کردی گئی ہے اور بقید جلد وصفحہ حوالہ دیدیا گیا ہے کہ اگر قاری ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہے تو ان کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

آخری باب میں مستشرقین کے اس الزام کا جواب دیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جو سندیں ذکر کی گئی ہیں وہ جعلی اور فرضی ہیں، بعد میں ان حدیثوں کے ساتھ جوڑدی گئی ہیں، مصنف نے اس کا مدلل اور مستند تاریخوں سے ٹھوس جواب دیا ہے، کتاب دار المولفین دیوبند نے شائع کی ہے، اور سائز ۲۲×۸ ا ہے سال اشاعت ۱۹۸۶ء ہے۔

اصول حدیث

مصنف، مولانا عبدالغنی صاحب رسولپوری بارہ بنکوی (زبان اُردو)

مصنف فاضل مظاہر علوم و دار العلوم دیوبند ہیں ساری زندگی تدریسی خدمات انجام دیں دوران تدریس آپ نے یہ رسالہ مرتب فرمایا، یہ رسالہ نخبۃ الفکر کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے اور سلعۃ القریہ سے اس میں جابجا اضافے بھی ہیں، کتاب کے آخر میں حافظ ابن حجر کے مختصر حالات زندگی ہیں، یہ مختصر رسالہ ہے جو اصول حدیث کے نام سے شائع ہوچکا ہے ۲۲×۸، سائز ہے اس کے صفحات صرف ۲۲ ہیں۔

مقدمۃ صحیح الامام البخاری

مصنف، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند،
زبان عربی، ناشر ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار، لاہور،
یہ امام بخاری اور صحیح بخاری سے متعلق عربی زبان میں ضروری اور اہم معلومات پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ ہے اس میں امام بخاری کے حالات زندگی، اشتغال فی العلم، علم وفضل، زہد وتقوی، قوت حفظ وضبط کے دلچسپ احوال وواقعات تحریر کرنے کے بعد صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شروط کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور دونوں ائمہ فن کی شرائط کا مفصل تجزیہ کیا ہے اساتذہ حدیث کے لئے مفید ترین معلومات پر مشتمل رسالہ ہے، آخر کتاب میں آپ نے اپنی سند حدیث بھی لکھدی ہے، کتاب خوبصورت کتابت وطباعت سے آراستہ ہے ۲۶×۲۰ سائز ہے اور کشمیری بازار لاہور سے شائع ہوئی ہے،،

ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ

مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی (پاکستان)
زبان عربی، سائز کلاں، خط عربی نستعلیق، سال اشاعت ۱۳۷۳ھ ناشر اصح المطابع کراچی
حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کے مطالعہ سے پہلے کچھ اہم اور ضروری معلومات فراہم کرنے کی غرض سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے، لیکن ضمنی مباحث پوری کتاب پر چھا گئے ہیں، اور سنن ابن ماجہ سے متعلق معلومات ضمنی ہو کر رہ گئی ہیں،

گفتگو حجیت حدیث اور شریعت اسلامی میں حدیث کے درجہ ومقام سے شروع کی گئی ہے، پھر عہد نبوی میں کتابت حدیث سے ممانعت کی وجہ اور تفصیل اور بعض ان صحیفوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو عہدی نبوی میں صحابہ نے ذاتی یادداشت کی غرض سے لکھ لئے تھے، پھر عہد بہ عہد سرسری طور پر تدوین حدیث کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے احادیث کی جمع وتدوین اور اس کے تصنیفی عہد کی وضاحت کرتے ہوئے اولین مجموعہائے

حدیث کا ذکر آگیا تو اسی ضمن میں امام اعظم ابو حنیفہ رح کی کتاب الآثار کا بھی نام لیا گیا، یہیں سے رہوار قلم کا رخ ایک نئی سمت میں مڑ جاتا ہے اور علم حدیث میں امام اعظم کا مقام و مرتبہ ان کی کتاب الآثار کی خصوصیات اور عظمت و اہمیت کے علاوہ امام اعظم کے بارے میں محدثین کی آرا کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ۔ اسی سلسلہ گفتگو میں امام اعظم کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد صاحب کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں اور ان کی تصانیف کا ذکر آگیا ہے تو اس کی پوری تفصیل دی گئی ہے پھر امام اعظم کے بارے میں بعض علماء جرح و تعدیل کی رایوں کا ذکر آیا ہے تو اس کا ذکر کرتے ہوئے لب و لہجہ میں قدرے درشتگی آگئی ہے ، امام صاحب کے جن مثالب کا لوگوں نے ذکر کیا ہے اس کو بیان کر کے اس کی سخت الفاظ میں تردید کی گئی مثلاً

مزودہ فی ثلب ابی حنیفة کلہا کذب بیاجرح نعیم لابنہ من عن اعتلف رابن حجر وغیرہ کتاب میں بعض ایسی بحثیں بھی آگئی ہیں جن سے کان آشنا نہیں صرف اہل علم اس سے واقف تھے اور اپنے تک محدود رکھتے تھے مثلاً ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ اقسام صحیح میں سب سے اعلیٰ قسم وہ ہیں جن پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہوں یہ رائے لکھ کر مصنف نے بتایا کہ هذا القول لم یقله قبل بن الصلاح احد ولم یتبعه عبه بن کثیر ایضاً ، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی جمع کردہ روایتوں کے بارے میں اصحیت کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے ، بخاری کو جو اصح الکتب کہا جاتا ہے ، اس کی بھی تاویل کی گئی ہے ، غرضیکہ صحیحین کے بارے میں بہت سے جملے ایسے ملتے ہیں جو ذہن و دماغ پر بار گذرتے ہیں اگر ان جذبات کا اظہار نہ ہوتا تو اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا ،

مقدمہ میں آگے چل کر صحاح ستہ کے بارے میں مختصر گفتگو کرتے ہوئے پھر بخاری اور امام ابو حنیفہ کا ایک ساتھ ذکر آگیا ہے اور بخاری کے مشہور جملہ قال بعض الناس کے ذیل میں اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کیا گیا ہے ، اس کے بعد امام طحاوی کا ذکر اور ان کی کتاب معانی الآثار کا نام لیا ہے اور اس کے فضائل و مناقب شمار کرائے ہیں ،

رسالہ میں چوتھائی حصہ ابن ماجہ سے غیر متعلق مباحث میں صرف ہو گیا ہے صرف ایک چوتھائی حصہ میں ابن ماجہ کا ذکر کیا گیا ہے اس موقع پر ابن ماجہ کے مختصر

حالات زندگی اور علم حدیث میں ان کے مقام و مرتبہ کی تعیین کی گئی ہے اور لفظ ماجہ کی تحقیق پر زور قلم صرف کیا گیا ہے ۔۔

تدوین حدیث

مصنف ، مولانا سید مناظر حسن گیلانی ، متوفی ۱۳۷۵ھ
زبان ، اردو ، طباعت آفسیٹ ، ناشر مکتبہ تھانوی دیوبند ،

تاریخ تدوین حدیث ایک بہت ہی تحقیقی اور اہم ترین موضوع ہے اور موجودہ علمی دور نے اس کی اہمیت میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے ، حالانکہ ابتداء عہد اسلامی سے اس طرف توجہ رہی ، مگر تدوین حدیث کی تاریخ پر اس نوعیت سے کام نہیں ہوا جس کا آج کا دور متقاضی ہے ۔ اتفاق سے اب دنیا میں حدیث کے جتنے مجموعے متداول ہیں وہ سب کے سب تیسری صدی میں مرتب ہوتے اس لئے یورپین مستشرقین نے یہ بے بنیاد مفروضہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ حدیث کا سارا ذخیرہ فرضی اور من گھڑت ہے بعد کے دور کے ذہین علماء نے یہ فرضی ذخیرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے دو سو برس بعد کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی بات کو حرف بحرف یاد رکھنا ممکن نہیں اور دو سو برس تک جو چیز لکھی نہ جائے اس کا اپنی اصل پر باقی رہنا محال ہی نہیں ناممکن اور ناقابل یقین بات ہے ، اس لئے یہ سب حدیثیں خرافات اور بعد کے لوگوں کے دماغوں کی اختراع ہیں ، تدوین حدیث کی تاریخ کی ضرورت اس صدی میں اور بھی بڑھ گئی ، علماء اسلام نے بھی اس طرف توجہ فرمائی اور اس سلسلہ میں عالمی پیمانے پر بعض تحقیقی کتابیں دلائل وشواہد کی روشنی میں شائع ہوئیں اس نے مستشرقین کے دلائل کے سارے تار و پود بکھیر دیئے ہیں ، اور ان کتابوں کو عربی ، انگریزی اور دوسری زبانوں میں شائع کر کے اس فتنہ کے سد باب میں اہم کردار ادا کیا گیا ، اردو میں اس موضوع پر کوئی جامع اور مفصل کتاب نہیں تھی مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے اس موضوع کو اختیار کیا اور ایک مفصل کتاب تدوین حدیث کے نام سے لکھ دی ، جس میں صحابہ کرام کے دور سے تیسری تک علوم حدیث کے

ساتھ اسلامی دنیا میں جو اعتنار رہا اس کی تفصیل مہیا کر دی اور بعض روایتوں سے بعض اکابر صحابہ اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ممانعت کے جو اقوال مستفاد ہوتے ہیں اس کی محققانہ توجیہ کی ہے۔

کتاب کے متعدد ایڈیشن ابتک شائع ہو چکے ہیں، میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ مکتبہ تھانوی دیوبند کا شائع کردہ ہے، کتاب کے مجموعی صفحات ۲۸۰ ہیں اور عام کتابی سائز ہے۔

دراسات فی الاحادیث النبویہ

مصنف، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی استاذ حدیث ریاض یونیورسیٹی (سعودیہ عربیہ)

زبان عربی، دو جلدوں میں، ناشر شرکۃ الطباعۃ العربیہ السعودیہ العربیہ،

دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ، درحقیقت ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر ان کو یورپ کی ایک مشہور یونیورسیٹی نے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری دی ہے، اسی مقالہ کو دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا گیا ہے،

مصنف نے اپنی اس کتاب میں تدوین حدیث کی مدلل تاریخ پیش کی ہے، مشہور مستشرقین شاخت اور گولڈ زیر وغیرہ جو احادیث اور اس کی سندوں کو جعلی قرار دیتے ہیں انھیں کے ملک میں انھیں کی ایک یونیورسیٹی میں بیٹھ کر یہ مقالہ لکھا ہے اور انھیں کے ہم مزاج رکھنے والے پروفیسروں نے مقالہ کو تشفی بخش تسلیم کر کے بڑی مسرت کیساتھ مقالہ نگار کو ڈگری تفویض کی ہے،

مقالہ نگار نے مستشرقین کے تمام اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کی مدلل تردید کی ہے اور تاریخ کے ایسی مضبوط شہادتیں پیش کی ہیں کہ ان کی تکذیب کی ان میں ہمت نہیں ہے تاریخ کے انھیں مستند حوالوں سے انھوں نے اپنے پورے مقالہ کو بھر دیا ہے، ان کا سب سے بڑا بلکہ بنیادی اعتراض یہ تھا کہ تمام حدیث کی متداول کتابیں اور بالخصوص صحاح ستہ کی جملہ کتابیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو صدی بعد لکھی گئیں، اتنے زمانے تک کسی شخص کی بات کو حرفاً حرفاً یاد رکھنا ناممکن ہے بعد کے علماء نے

ان حدیثوں کو گھڑ کر ان کے ساتھ فرضی سندیں جوڑ کر حدیث کے موجودہ مجموعوں کو مرتب کیا اس کے جواب میں مقالہ نگار نے مستند تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ صحاح ستہ یا ان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد میں حدیث کے مرتب مجموعوں سے بہت پہلے بھی حدیثوں کے بیشمار مجموعے موجود تھے یہ غلط اور بے بنیاد اعتراض ہے کہ اس سے پہلے حدیثوں کو لکھنے کا رواج نہیں تھا مقالہ نگار نے تاریخ کے صفحات سے ایسی مستند شہادتیں ڈھونڈھ نکالی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں حدیثوں کے مجموعے موجود رہے چنانچہ تاریخ کے پاس اس کا ثبوت ہے کہ ۵۲ صحابہ کرام اور قرن اول کے تابعین کرام کے پاس ۹۹ اور صغار تابعین و تبع تابعین میں سے ۲۵۲ اشخاص کے پاس حدیث کے اپنے اپنے مجموعے تھے، اس طرح آغاز اسلام ہی سے احادیث کو جمع کرنے کا طریقہ رائج تھا اور تاریخ میں ناقابل انکار شہادت موجود ہے کہ کم از کم ۴۰۳ اشخاص ایسے تھے جن کے پاس لکھی ہوئی حدیثیں موجود تھیں،

پھر اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو پیش نظر رکھیے کہ ہر محدث اپنے شاگردوں کو حدیث کا درس دیتا تھا اور حدیثوں کا املا کراتا تھا جیسا کہ محدثین کے علمی اسفار سے اس کی سینکڑوں شہادتیں ملتی ہیں اگر ان ۴۰۳ محدثین کے صرف دس دس شاگرد بھی تسلیم کر لئے جائیں (جبکہ ایک ایک محدثین سے حدیثوں کا سماع کرنے والے تیس تیس ہزار تک رہے ہیں) اور وہ سب کے سب حدیثوں کو لکھ لیا کرتے تھے تو ایسی صورت میں چار ہزار تین سو احادیث کے مجموعے دنیا میں موجود رہے جب صحاح ستہ جیسے احادیث کے مجموعے مرتب کئے جا رہے تھے، یہاں حضرات کا ذکر ہے جن کا تذکرہ اتفاقاً تاریخ میں آگیا ہے ورنہ ان کے علاوہ ہزاروں وہ شائقین علم حدیث ہیں جن کے علمی قافلے احادیث کو سننے اور لکھنے غرض سے ہردم رواں دواں رہتے تھے، ان سب کو نظرانداز بھی کر دیا جائے تب بھی چار ہزار سے زیادہ حدیث کے مجموعے میں سے صحاح ستہ مرتب کی گئیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے اور کس طرح ان کی حدیثیں ناقابل اعتبار ہو گئیں، یہ اتنی بڑی شہادت ہے کہ اس کی تکذیب کی وہی ہمت کر سکتا ہے جس کے دماغ میں علم کی روشنی کے بجائے تعصب کی تاریکی بھری ہوئی ہے،

کتاب کی پوری ایک جلد انہیں تاریخی حوالوں سے بھری ہوئی ہے اور دوسرے ضمنی مباحث بھی تدوین حدیث کی تاریخ کے ذیل میں آگئے ہیں، ہر جگہ تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا گیا ہے، کتاب دو جلدوں میں ہے اور سعودی عربیہ سے شائع ہوئی ہے اس کتاب پر مصنف کو فیصل ایوارڈ بھی دیا جا چکا ہے،،

إزالة الريب عن عقيدة علم الغيب

عقیدہ علم غیب کا تحقیقی جائزہ

علم غیب کے موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں سے بیشتر کا انداز علمی کم اور مناظرانہ زیادہ ہے لیکن زیر نظر کتاب میں اس مسئلہ پر جتنی مفصل اور سیر حاصل بحث خالص علمی و تحقیقی انداز میں کی گئی ہے غالباً اردو کے اسلامی لٹریچر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

مصنفِ کتاب جناب مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر برّ صغیر ہند و پاک کے معتبر عالم دین اور مقبول عام مصنف ہیں۔ اسلامی موضوعات پر ان کی بہت سی کتابیں شائع ہو کر اہلِ نظر سے دادِ تحسین اور قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ پیش نظر کتاب میں مولانا موصوف نے بڑی تحقیق و جستجو سے قرآن کریم، صحیح احادیث، صحابہؓ، تابعین، ائمہ اسلام اور فقہاء و محدثین کے واضح اقوال کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس کے سوا کسی ولی یا نبی حتیٰ کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا۔ کتاب میں اس صحیح اسلامی عقیدہ کے مخالف حضرات کے تمام نقلی و عقلی شبہات کا مسکت و مدلل جواب دے کر اس مسئلہ پر علمی بحث کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا گیا ہے امید ہے کہ یہ کتاب علم غیب کے تعلق سے صحیح اسلامی عقیدے کی اشاعت اور عام مسلمانوں کی رہنمائی کا ذریعہ بنے گی۔

ملنے کا پتہ

کتب خانہ حسینیہ دیوبند (یو۔پی)

مطبوعات دار المؤلفین دیوبند یوپی